از تحقیقات و تعلیقات
الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

6 5 4 3 2 1



تالیف
حافظ عماد الدین
ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد
جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج و تحقیق
حافظ عمران
ایوب لاہوری حفظہ اللہ

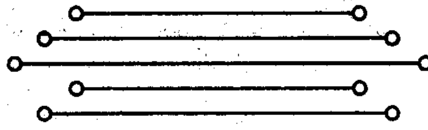
ناشر

فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com

ڈسٹری بیوٹر

نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

تفسیر سورۃ الملک

مسند احمد میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرتی رہے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے وہ سورۃ ﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ﴾ الخ' ہے۔ ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں' تاریخ ابن عساکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے ایک شخص مرگیا جس کے ساتھ کتاب اللہ میں سے سوائے تبارك الذی کے اور کوئی چیز نہ تھی جب اسے دفن کیا گیا' اور فرشتہ اس کے پاس آیا تو یہ سورت اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ فرشتے نے کہا تو کتاب اللہ ہے میں تجھے ناراض کرنا نہیں چاہتا تجھے معلوم ہے کہ تیرے یا اپنے یا اس میت کے کسی نفع نقصان کا مجھے اختیار نہیں اگر تو یہی چاہتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر اس کی سفارش کر چنانچہ یہ سورت اللہ عزوجل کے پاس جائے گی اور کہے گی اے اللہ! تیری کتاب میں سے مجھے فلاں شخص نے سیکھا پڑھا اب کیا تو اسے آگ میں جلائے گا؟ کیا باوجودیکہ میں اس کے سینے میں محفوظ ہوں تو اسے عذاب کرے گا؟ اگر یہی کرنا ہے تو مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا ڈال اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس وقت سخت غضبناک ہے۔ یہ کہے گی مجھے حق ہے کہ میں اپنی ناراضگی ظاہر کروں۔ پس جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ جا میں نے اسے تجھے دیا اور تیری سفارش قبول کرلی۔ اب یہ سورت اس کے پاس جائے گی اور عذاب کے فرشتے کو ہٹادے گی اور اس کے منہ سے اپنا منہ ملا کر کہے گی اس منہ کو مرحبا ہو یہی میری تلاوت کیا کرتا تھا اس سینے کو صد شاباش ہو اس نے مجھے یاد کر رکھا تھا' ان دونوں قدموں کو مبارک باد ہو' یہی کھڑے ہو کر راتوں کو میری قراءت کے ساتھ قیام کیا کرتے تھے اور یہ سورت قبر میں اس کی مونس اور غم خوار بن جائے گی اور کوئی ڈر دہشت اسے نہیں پہنچنے دے گی اس حدیث کے سنتے ہی تمام چھوٹے' بڑے' آزاد' غلام نے اسے سیکھ لیا اس کا نام رسول اللہ ﷺ نے منجیہ رکھا' یعنی نجات دلوانے والی سورت' لیکن یہ یاد رہے کہ یہ حدیث بہت ہی منکر ہے اس کے راوی فرات بن سائب کو امام احمد' امام یحییٰ بن معین' امام بخاری' امام ابو حاتم' امام دارقطنی رحمہم اللہ علیہم وغیرہ ضعیف کہتے ہیں' اور دوسری سند سے مروی ہے کہ یہ قول امام زہری رحمہ اللہ کا ہے مرفوع حدیث نہیں' امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب ''اثبات عذاب قبر'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مرفوع بھی بیان کی ہے اور موقوف بھی۔ اس میں بھی جو مضمون ہے وہ اس کی شہادت میں کام دے سکتا ہے۔ ہم نے اسے احکام کبریٰ کی کتاب الجنائز میں بیان کیا ہے۔ وللہ الحمد' طبرانی وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قران کی ایک

---

[1] **[حسن :** ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل سورة الملك (٢٨٩١) ابو داؤد : کتاب شهر رمضان : باب فی عدد الآي (١٤٠٠) ابن ماجه : کتاب الادب : باب ثواب القرآن (٣٧٨٦) مسند احمد (٢/٢٩٩)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، صحیح ابو داود]

سورت ہے جس نے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے اللہ سے لڑ جھگڑ کر اسے جنت میں داخل کرایا وہ سورۂ تبارک ہے [1] ترمذی شریف میں ہے کہ کسی صحابی نے جنگل میں ایک ڈیرا لگایا جہاں ایک قبر بھی تھی لیکن اسے علم نہ تھا اس نے سنا کہ کوئی سورۂ ملک پڑھ رہا ہے اور اس نے اسے پورا پڑھا اس نے نبی ﷺ سے پورا واقعہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ سورت روکنے والی ہے' یہ سورت نجات دلوانے والی ہے جو عذاب قبر سے نجات دلواتی ہے' یہ حدیث غریب ہے۔ [2] ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے سورۂ ﴿الٓمّٓ تَنۡزِيۡلُ﴾ الخ' اور سورۂ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىۡ﴾ ضرور پڑھ لیا کرتے تھے [3] حضرت طاؤس کی روایت سے ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی اور سورتوں پر ستر نیکیاں فضیلت رکھتی ہیں' طبرانی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری دلی منشا ہے کہ یہ سورت میری امت میں سے ہر ایک کے دل میں رہے یعنی سورۂ تبارک۔ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس کا راوی ابراہیم ضعیف ہے [4] اور اسی جیسی روایت سورۂ یاسین کی تفسیر میں گزر چکی ہے' مسند عبد بن حمید میں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے کہا آ میں تجھے ایسا تحفہ دوں کہ تو خوش ہو جائے ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىۡ﴾ الخ' پڑھا کر اسے اپنے اہل وعیال کو' اولاد کو' گھر کے بچوں کو' پڑوسیوں کو سکھا یہ سورت نجات دلوانے والی اور شفاعت کرنے والی ہے قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی طرف سے اللہ سے سفارش کرے گی اور اسے عذاب آگ سے بچا لے گی اور عذاب قبر سے بھی' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ایک ایک امتی کے دل میں یہ ہو۔ [5]

الجزء التاسع والعشرون (٢٩)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
تَبٰرَكَ الَّذِىۡ بِيَدِهِ الۡمُلۡكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرُ ۙ‏ ﴿۱﴾ الَّذِىۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ
وَالۡحَيٰوةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ‏ ﴿۲﴾ الَّذِىۡ خَلَقَ سَبۡعَ

[1] [حسن : طبرانی اوسط (٣٦٦٧) والصغیر (١٧٦/١) الضیاء فی المختارۃ (١٧٣٨)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (١٣٠/٧)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (٣٦٤٤)]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل سورۃ الملك (٢٨٩٠) بیھقی فی دلائل النبوۃ (٤١/٧)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں عمرو بن مالک راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل سورۃ الملك (٢٨٩٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحه (٥٨٥)]

[4] [ضعیف : طبرانی کبیر (١١٦١٦) مجمع الزوائد (١١٤٢٩)] اس کی سند میں ابراہیم بن حکم ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف : مسند عبد بن حمید (ص : ٢٠٦)] اس کی سند میں بھی ابراہیم بن حکم ضعیف ہے۔]

سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ⑤

بنام اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے مہربان کے

بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے‘ اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ جس نے موت وحیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے؟ جو غالب اور بخشنے والا ہے ○ جس نے ساتوں آسمانوں کو اوپر تلے پیدا کیا‘ تو اے دیکھنے والے اللہ رحمٰن کی پیدائش میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا ○ دوبارہ نظر ڈال کر دیکھ لے کیا کوئی شگاف بھی نظر آرہا ہے؟ پھر دوہرا کر دوبارہ دیکھ لے تیری نگاہ تیری طرف ذلیل ہو کر تھکی ہوئی لوٹ آئے گی ○ بیشک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت والا بنا دیا اور انہیں شیطانوں کو رجم کرنے والا بنا دیا اور شیطان کیلئے ہم نے جلنے کا عذاب تیار کر دیا ○

زندگی اور موت آزمائش کے لیے: اللہ تعالیٰ اپنی تعریف بیان فرما رہا ہے اور خبر دے رہا ہے کہ تمام مخلوق پر اسی کا قبضہ ہے جو چاہے کرے۔ کوئی اس کے احکام کو ٹال نہیں سکتا اس کے غلبہ اور حکمت اور عدل کی وجہ سے اس سے کوئی باز پرس بھی نہیں کر سکتا وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پھر خود موت وحیات کا پیدا کرنا بیان کر رہا ہے‘ اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ موت ایک وجودی امر ہے کیونکہ وہ بھی پیدا کردہ شدہ ہے‘ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا تا کہ اچھے اعمال والوں کا امتحان ہو جائے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ﴾ [1] تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کر دیا‘ پس پہلے حال یعنی عدم کو یہاں بھی موت کہا گیا اس پیدائش کو حیات کہا گیا اسی لئے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ﴿ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾ [2] وہ پھر تمہیں مار ڈالے گا اور پھر زندہ کر دے گا‘ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بنی آدم موت کی ذلت میں تھے۔ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے حیات کا گھر بنا دیا پھر موت کا اور آخرت کو جزا کا پھر بقا کا قلعہ [3] لیکن یہی روایت اور جگہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا اپنا قول ہونا بیان کی گئی ہے‘ آزمائش اس امر کی ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اکثر عمل والا نہیں بلکہ بہتر عمل والا‘ وہ باوجود غالب اور بلند جناب ہونے کے پھر عاصیوں اور سرتاب لوگوں کیلئے جب وہ رجوع کریں اور توبہ کریں معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے۔ جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ایک پر ایک کو۔ بعض لوگوں

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۸]　　[2] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۸]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۴۷۷)] اس میں خلید راوی ضعیف ہے۔]

نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک پر ایک ملا ہوا ہے لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ درمیان میں جگہ ہے اور ایک دوسرے کے اوپر فاصلہ ہے' زیادہ صحیح یہی قول ہے' اور حدیث معراج وغیرہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے' پروردگار کی مخلوق میں تو کوئی نقصان نہ پائے گا بلکہ تو دیکھے گا کہ وہ برابر ہے' نہ ہیر پھیر ہے' نہ مخالفت اور بے ربطی ہے' نہ نقصان اور عیب اور خلل ہے۔ اپنی نظر آسمان کی طرف ڈال اور غور سے دیکھ کہ کہیں کوئی' عیب ٹوٹ پھوٹ' جوڑ توڑ' شگاف وسوراخ دکھائی دیتا ہے؟ پھر بھی اگر شک رہے تو دو دفعہ دیکھ لے کوئی نقصان نظر نہ آئے گا۔ تو نے خوب نظریں جما کر ٹٹول کر دیکھا ہو پھر بھی ناممکن ہے کہ تجھے کوئی شکست وریخت نظر آئے تیری نگاہیں تھک کر اور ناکام ہو کر نیچی ہو جائیں گی۔ نقصان کی نفی کر کے اب کمال اثبات ہو رہا ہے تو فرمایا آسمان دنیا کو ہم نے ان قدرتی چراغوں یعنی ستاروں سے بارونق بنا رکھا ہے جن میں بعض چلنے پھرنے والے ہیں اور بعض ایک جا ٹھہرے رہنے والے ہیں' پھر ان کا ایک اور فائدہ بیان ہو رہا ہے کہ ان سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے ان میں سے شعلے نکل کر ان پر گرتے ہیں یہ نہیں کہ خود ستارہ ان پر ٹوٹے۔ واللہ اعلم۔ شیاطین کی دنیا میں یہ رسوائی تو دیکھتے ہی ہو آخرت میں بھی ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔ جیسے سورۂ صافات کے شروع میں ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں کی حفاظت میں انہیں رکھا ہے' وہ بلند وبالا فرشتوں کی باتیں سن نہیں سکتے اور چاروں طرف سے حملہ کر کے بھگا دیئے جاتے ہیں اور ان کیلئے دائمی عذاب ہے اگر کوئی ان میں سے ایک آدھ بات اچک کر لے بھاگتا ہے تو اس کے پیچھے چمکدار تیز شعلہ لپکتا ہے۔ [1] حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ستارے تین فائدہ کیلئے پیدا کئے گئے' آسمان کی زینت' شیطانوں کی مار اور راہ پانے کے نشانات۔ جس شخص نے اس کے سوا کوئی اور بات تلاش کی اس نے رائے کی پیروی کی اور اپنا صحیح حصہ رکھوا دیا اور باوجود علم نہ ہونے کے تکلف کیا (ابن جریر اور ابن ابی حاتم)

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِىَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِىَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے جو بری ہے ○ جب اس میں یہ ڈالے جائیں گے تو اس کی گدھے کی سی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ○ قریب ہے کہ غصے کے مارے پھٹ جائے' جب کبھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جاتا ہے اس سے جہنم کے داروغے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا؟ ○ وہ جواب دیتے ہیں کہ آیا تو

[1] [الصافات ٦۔١٠]

بیشک تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کچھ بھی نہیں فرمایا تم بہت ہی گمراہی میں ہو ○ اور کہیں گے کہ ہم سنتے ہوتے یا عقل رکھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے انہوں نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا اب یہ دوزخی دفع ہوں دور ہوں ○

جہنم کے داروغے کا سوال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے، وہ جہنمی ہے اس کا انجام اور جگہ بد سے بد ہے۔ یہ بلند اور مکروہ گدھے کی سی آوازیں مارنے والی جہنم ہے جو ان پر جل رہی ہے، اور جوش و غضب سے اس طرح کچ کچا رہی ہے کہ گویا ابھی ٹوٹ پھوٹ جائے گی، اور دوزخیوں کو زیادہ ذلیل کرنے اور آخری حجت قائم کرنے اور اقبالی مجرم بنانے کیلئے داروغہ جہنم ان سے پوچھتے ہیں کہ بدنصیبو! کیا اللہ کے رسولوں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہ تھا؟ تو یہ ہائے وائے کرتے ہوئے اپنی جانوں کو کوستے ہوئے جواب دیتے ہیں آئے تو تھے لیکن وائے بدنصیبی کہ ہم نے انہیں جھوٹا جانا اور اللہ کی کتاب کو بھی نہ مانا اور پیغمبروں کو بے راہ بتایا، اب عدل اللہ صاف ثابت ہو چکتا ہے اور فرمان باری پورا اترتا ہے جو اس نے فرمایا ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ [1] ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے اور جگہ ارشاد ہے ﴿حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا﴾ [2] الخ، جب جہنمی جہنم کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور داروغہ جہنم ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے تو کہیں گے ہاں آئے تو تھے اور ڈرا بھی دیا تھا لیکن کافروں پر کلمہ عذاب حق ہو گیا، اب اپنے آپ کو ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہمارے کان ہوتے، اگر ہم میں عقل ہوتی تو دھوکے میں نہ پڑے رہتے، اپنے خالق مالک کے ساتھ کفر نہ کرتے، نہ رسولوں کو جھٹلاتے، نہ ان کی تابعداری سے منہ موڑتے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تو انہوں نے خود اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ان کیلئے لعنت ہو دوری ہو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لوگ جب تک دنیا میں اپنے آپ میں غور کریں گے اور اپنی برائیوں کو آپ دیکھ لیں گے ہلاک نہ ہوں گے۔ (مسند احمد) [3] اور حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن اس طرح حجت قائم کی جائے گی کہ خود انسان سمجھ لے گا کہ میں دوزخ میں جانے کے ہی قابل ہوں۔ (مسند احمد) [4]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾

ع

---

[1] [بنی اسرائیل : ۱۵]　[2] [الزمر : ۷۱]

[3] **صحیح** : ابو داؤد: کتاب الملاحم : باب الامر والنهی (۴۳۴۷) مسند احمد (۴/۲۶۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [شیخ عبد الرزاق مہدی کے خیال میں یہ روایت موضوع ہے۔ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت نہیں ملی۔]

بے شک جولوگ اپنے پروردگار سے غائبانہ طور پر ڈرتے رہتے ہیں ان کیلئے بخشش ہے اور بڑا ثواب ہے ○ تم اپنی باتوں کو چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ تو سینوں کی پوشیدگیوں کو بھی بخوبی جانتا ہے ○ کیا وہی بے علم ہو سکتا ہے جو خالق ہو؟ پھر باریک بین اور باخبر ہو ○ وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کو پست و مطیع کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ پیؤ اسی کی طرف تمہیں جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے ○

پروردگار سے ڈرنے والے اجر کے مستحق: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوشخبری دے رہا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں، گو تنہائی میں ہوں جہاں کسی کی نگاہیں ان پر نہ پڑ سکیں۔ تاہم خوف اللہ سے کسی نافرمانی کے کام کو نہیں کرتے نہ اطاعت و عبادت سے جی چراتے ہیں، ان کے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے اور زبردست ثواب اور بہترین اجر عنایت فرمائے گا، جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جن سات شخصوں کو جناب باری اپنے عرش کا سایہ اس دن دے گا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں ایک وہ ہے جسے کوئی مال و جمال والی عورت زنا کاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اسے بھی جو اس طرح پوشیدگی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ لگے [1] مسند بزار میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں کی جو کیفیت آپ کے سامنے ہوتی ہے آپ کے بعد وہ نہیں رہتی آپ نے فرمایا یہ بتاؤ رب کے ساتھ تمہارا کیا خیال رہتا ہے؟ جواب ملا کہ ظاہر باطن اللہ ہی کو ہم رب مانتے ہیں، فرمایا جاؤ پھر یہ نفاق نہیں۔ [2] پھر فرماتا ہے کہ تمہاری چھپی کھلی باتوں کا مجھے علم ہے دلوں کے خطروں سے بھی آگاہ ہوں، یہ ناممکن ہے کہ جو خالق ہو وہ عالم نہ ہو، مخلوق سے خالق بے خبر ہو، وہ تو بڑا باریک بین اور بے حد خبر رکھنے والا ہے۔ ازاں بعد اپنی نعمت کا اظہار کرتا ہے کہ زمین کو اس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا وہ سکون کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے ہل جل کر تمہیں نقصان نہیں پہنچاتی، پہاڑوں کی میخیں اس میں گاڑ دی ہیں، پانی کے چشمے ان میں جاری کر دیئے ہیں، راستے اس میں مہیا کر دیئے ہیں، قسم قسم کے نفع اس میں رکھ دیئے ہیں پھل اور اناج اس میں سے نکل رہا ہے، جس جگہ تم جانا چاہو جا سکتے ہو طرح طرح کی لمبی چوڑی سود مند تجارتیں کر رہے ہو، تمہاری کوششیں وہ بار آور کرتا ہے اور تمہیں ان اسباب سے روزی دے رہا ہے، معلوم ہوا کہ اسباب کے حاصل کرنے کی کوشش توکل کے خلاف نہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے اگر تم اللہ کی ذات پر پورا پورا بھروسہ کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دے رہا ہے کہ اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور آسودہ حال واپس جاتے ہیں [3] پس ان

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ (٦٦٠) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب فضل اخفاء الصدقة (١٠٣١)]

[2] [**ضعیف**: مسند بزار (٥٢) مسند ابو یعلی (٢٣٦٩)] اس میں حارث بن عبید راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**صحیح**: ترمذی: کتاب الزھد: باب فی التوکل علی اللہ (٢٣٤٤) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب التوکل والیقین (٤١٦٤) نسائی فی السنن الکبری: کتاب الرقائق کما فی تحفة الاشراف للمزی (٧٩/٨) مسند احمد (٣٠/١)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحیحة (٣١٠)]

کا صبح شام آنا جانا اور رزق کا تلاش کرنا بھی توکل میں داخل سمجھا گیا کیونکہ اسباب کا پیدا کرنے والا انہیں آسان کرنے والا وہی رب واحد ہے، اسی کی طرف قیامت کے دن لوٹنا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ "مَنَاكِب" سے مراد کونے اور ادھر ادھر کی جگہیں لیتے ہیں، قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد پہاڑ ہیں۔ حضرت بشیر بن کعب رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنی لونڈی سے جس سے انہیں اولاد ہوئی تھی فرمایا کہ اگر مناکب کی صحیح تفسیر تم بتا دو تو تم آزاد ہو اس نے کہا اس سے مراد پہاڑ ہیں آپ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے پوچھا جواب ملا کہ یہ تفسیر صحیح ہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰۗفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ړ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾

کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں دھنسا دے، اور اچانک زمین جنبش کرنے لگے ○ یا کیا تمہیں اس بات کا کھٹکا نہیں کہ آسمانوں والا تم پر پتھر برسا دے؟ پھر تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا کہ میرا ڈر کیسا تھا؟ ○ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پس ان پر میرا عذاب کیسا کچھ ہوا؟ ○ کیا یہ اپنے اوپر پر کھولے ہوئے اور کبھی کبھی سمیٹے ہوئے اڑنے والے پرندوں کو نہیں دیکھتے؟ انہیں اللہ رحمٰن ہی تھامے ہوئے ہے، بے شک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے ○

اللہ کی پکڑ سے بے خوفی نہیں: ان آیتوں میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے لطف ورحمت کا بیان فرما رہا ہے کہ لوگوں کے کفر وشرک کی بنا پر وہ طرح طرح کے دنیوی عذاب پر بھی قادر ہے لیکن اس کا علم اور عفو ہے کہ وہ عذاب نہیں کرتا۔ جیسے اور جگہ فرمایا ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ [1] الخ، یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی برائیوں پر پکڑ لیتا تو روئے زمین پر کسی کو باقی نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیئے ہوئے ہے، جب ان کا وہ وقت آ جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان مجرموں سے آپ سمجھ لے گا۔ یہاں بھی فرمایا کہ زمین ادھر ادھر ہو جاتی، ہلنے اور کانپنے لگ جاتی اور یہ سارے کے سارے اس میں دھنسا دیئے جاتے، یا ان پر ایسی آندھی بھیج دی جاتی جس میں پتھر ہوتے اور ان کے دماغ توڑ دیئے جاتے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ ﴾ [2] الخ، یعنی کیا تم نڈر ہو گئے ہو کہ زمین کے کسی کنارے میں تم دھنس جاؤ یا تم پر وہ پتھر برسائے اور کوئی نہ ہو جو تمہاری وکالت کر سکے، یہاں بھی فرمان ہے کہ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری دھمکیوں کو نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ تم خود دیکھ لو کہ پہلے لوگوں نے بھی نہ مانا اور انکار کر کے میری باتوں کی تکذیب کی تو ان کا کس قدر برا اور عبرتناک انجام ہوا۔ کیا تم میری قدرتوں کا روزمرہ کا یہ مشاہدہ نہیں کر رہے کہ پرند تمہارے سروں پر اڑتے پھرتے ہیں کبھی دونوں پروں سے کبھی کسی کو روک کر، پھر کیا میرے سوا کوئی

---

[1] [فاطر : ٤٥] [2] [بنی اسرائیل : ٦٨]

اور انہیں تھامے ہوئے ہے؟ میں نے ہواؤں کو مسخر کر دیا ہے اور یہ معلق اڑتے پھرتے ہیں یہ بھی میرا لطف وکرم اور رحمت ونعمت ہے۔ مخلوقات کی حاجتیں ضروتیں ان کی اصلاح اور بہتری کا نگراں اور کفیل میں ہی ہوں جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ﴾ [1] الخ" کیا انہوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر ہیں جن کا تھامنے والا سوائے ذات باری کے اور کوئی نہیں یقیناً اس میں ایمانداروں کیلئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

سوائے اللہ کے تمہارا وہ کونسا لشکر ہے جو تمہاری مدد کر سکے؟ کافر تو سراسر دھوکے میں ہی ہیں ○ بتاؤ تو کون ہے جو تمہیں روزیاں دے اگر اللہ اپنی روزی روک لے؟ بلکہ کافر سرکشی اور بدکنے پر اڑ گئے ہیں ○ اچھا وہ شخص زیادہ ہدایت والا ہے جو اپنے منہ کے بل اوندھا ہو کر چلے یا وہ جو سیدھا پیروں کے بل راہ راست پر چل رہا ہو؟ ○ کہہ دے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے ہیں تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو ○ کہہ دے کہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے ○ کافر پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ظاہر ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتاؤ؟ ○ تو کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے میں تو صرف کھلے طور پر آگاہ کر دینے والا ہوں ○ جب یہ لوگ اس وعدے کو قریب تر پالیں گے اس وقت ان کافروں کے چہرے بگاڑ دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائیگا کہ یہی ہے جسے تم طلب کیا کرتے تھے ○

صرف اللہ ہی رزق دینے والا: اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس عقیدے کی تردید کر رہا ہے جو وہ خیال رکھتے تھے کہ جن بزرگوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد کر سکتے ہیں اور انہیں روزیاں پہنچا سکتے ہیں فرماتا ہے کہ سوائے اللہ کے نہ تو کوئی مدد دے سکتا ہے نہ روزی پہنچا سکتا ہے نہ بچا سکتا ہے' کافروں کا یہ عقیدہ محض ایک دھوکہ ہے۔ اگر اب اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری روزیاں روک لے تو پھر کوئی بھی انہیں جاری نہیں کر سکتا' دینے لینے پر' پیدا کرنے اور فنا

---

[1] [النحل: ۷۹]

کرنے پر رزق دینے اور مدد کرنے پر صرف اللہ عزوجل وحدہ لاشریک لہ کو ہی قدرت ہے۔ یہ لوگ خود اسے دل سے جانتے ہیں، تاہم اعمال میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کفار اپنی گمراہی کج روی گناہ اور سرکشی میں بہے چلے جاتے ہیں ان کی طبیعتوں میں ضد تکبر اور حق سے انکار بلکہ حق کی عداوت بیٹھ جاتی ہے، یہاں تک کہ بھلی باتوں کا سننا بھی انہیں گوارا نہیں عمل کرنا تو کہاں؟ پھر مومن و کافر کی مثال بیان فرماتا ہے کہ کافر کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص کمر کبڑی کر کے سر جھکائے نظریں نیچی کیے چلا جا رہا ہے نہ راہ دیکھتا ہے نہ اسے معلوم ہے کہ کہاں جا رہا ہے بلکہ حیران، پریشان، راہ بھولا، اور ہکا بکا ہے۔ اور مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیدھی راہ پر سیدھا کھڑا ہوا چل رہا ہے راستہ خود صاف اور بالکل سیدھا ہے یہ شخص خود اسے بخوبی جانتا ہے اور برابر صحیح طور پر اچھی چال سے چل رہا ہے، یہی حال ان کا قیامت کے دن ہوگا کہ کافر تو اوندھے منہ جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے اور مسلمان عزت کے ساتھ جنت میں پہنچائے جائیں گے، جیسے اور جگہ ہے ﴿اُحۡشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا﴾ [1] الخ، ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے ان معبودوں کو جو اللہ کے سوا تھے جمع کر کے جہنم کا راستہ دکھاؤ، مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حضور ﷺ لوگ منہ کے بل چل کر کس طرح حشر کیے جائیں گے، آپ نے فرمایا جس نے انہیں اپنے پیروں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے، بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے۔ [2] اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پہلی مرتبہ جب کہ تم کچھ نہ تھے پیدا کیا تمہیں کان آنکھ اور دل دیئے یعنی عقل و ادراک تم میں پیدا کیا لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو یعنی اپنی ان قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم برداری میں اور اس کی نافرمانیوں سے بچنے میں بہت ہی کم خرچ کرتے ہو۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلا دیا، تمہاری زبانیں جدا، تمہارے رنگ روپ جدا، تمہاری شکلوں صورتوں میں اختلاف۔ اور تم زمین کے چپہ چپہ پر بسا دیئے گئے، پھر اس پراگندگی اور بکھرنے کے بعد وہ وقت بھی آئے گا کہ تم سب اس کے سامنے لا کر کھڑے کر دیئے جاؤ گے اس نے جس طرح تمہیں ادھر ادھر پھیلا دیا ہے، اسی طرح ایک طرف سمیٹ لے گا اور جس طرح اولاً اس نے تمہیں پیدا کیا دوبارہ تمہیں لوٹائے گا۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ کافر مر کر دوبارہ جینے کے قائل نہیں وہ اس دوسری زندگی کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں اس کا بیان سن کر اعتراض کرتے ہیں کہ اچھا پھر وہ وقت کب آئے گا جس کی ہمیں خبر دے رہے ہو تو بتا دو کہ اس پراگندگی کے بعد اجتماع کب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اپنے نبی (ﷺ) سے فرماتا ہے کہ ان کو جواب دو کہ اس کا علم مجھے نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اسے تو صرف وہی علام الغیوب جانتا ہے ہاں اتنا مجھے کہا گیا ہے کہ وہ وقت آئے گا ضرور، میری حیثیت صرف یہ ہے کہ میں تمہیں خبردار کر دوں اور اس دن کی ہولناکیوں سے مطلع کر دوں، میرا فرض صرف تمہیں پہنچا دینا

---

[1] [سورة الصفات: آیت ٢٢-٢٦]

[2] [صحيح : مسند احمد (١٦٧/٣) صحيح بخاری : كتاب التفسير : باب قوله الذين يحشرون على وجوههم الى جهنم (٤٧٦٠) صحيح مسلم : كتاب صفات المنافقين : باب يحشر الكافر على وجهه (٢٨٠٦)]

تھا جسے بحمد للہ میں ادا کر چکا۔ پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ جب قیامت قائم ہونے لگے گی اور کفار اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اب وہ قریب آ گئی کیونکہ ہر آنے والی چیز آ کر ہی رہتی ہے' گو دیر سویر سے آئے' جب اسے آیا ہوا پالیں گے' جسے اب تک جھٹلاتے رہے تو انہیں بہت برا لگے گا کیونکہ اپنی غفلت کا نتیجہ سامنے دیکھنے لگیں گے اور قیامت کی ہولناکیاں بدحواس کئے ہوئے ہوں گی آثار سب سامنے ہوں گے اس وقت ان سے بطور ڈانٹ کے اور بطور ذلیل کرنے کے کہا جائے گا یہی ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

ع۲

تو کہہ اچھا اگر مجھے اور میرے ساتھیوں کو اللہ ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے بہرصورت یہ تو بتاؤ کہ کافروں کو دردناک عذابوں سے کون بچائے گا؟ ○ تو کہہ کہ وہی رحمٰن ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے' تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون ہے ○ تو کہہ کہ اچھا تو یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے پینے کا پانی زمین بوس ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے نتھرا ہوا جاری پانی لائے؟ ○

انعامات الٰہی کے منکروں کو تنبیہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی ﷺ ان مشرکوں سے کہو جو اللہ کی نعمتوں کا انکار کر رہے ہیں کہ تم جو اس بات کی تمنا کر رہے ہو کہ ہمیں نقصان پہنچے تو فرض کرو کہ ہمیں اللہ کی طرف سے نقصان پہنچا یا اس نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر رحم کیا لیکن اس سے تمہیں کیا؟ صرف اس امر سے تمہارا چھٹکارا تو نہیں ہو سکتا؟ تمہاری نجات کی صورت یہ تو نہیں۔ نجات تو موقوف ہے توبہ کرنے پر' اللہ کی طرف جھکنے پر اس کے دین کو مان لینے پر ہمارے بچاؤ یا ہلاکت پر تمہاری نجات نہیں تم ہمارا خیال چھوڑ کر اپنی بخشش کی صورتیں تلاش کرو۔ پھر فرمایا ہم رب العالمین رحمٰن و رحیم پر ایمان لا چکے اپنے تمام امور میں ہمارا بھروسہ اور توکل اسی کی پاک ذات پر ہے' ارشاد ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ [1] اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر۔ اب تو عنقریب جان لو گے کہ دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبود کسے ملتی ہے اور نقصان و خسران میں کون پڑتا ہے؟ رب کی رحمت کس پر ہے؟ اور ہدایت پر کون ہے؟ اللہ کا غضب کس پر ہے؟ اور بری راہ پر کون ہے؟ پھر فرماتا ہے اگر اس پانی کو جس کے پینے پر انسانی زندگی کا مدار ہے زمین چوس لے یعنی زمین سے نکلے نہیں گو تم کھودتے کھودتے تھک جاؤ تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہے جو بہنے والا ابلنے والا اور جاری ہونے والا پانی تمہیں دے سکے؟ یعنی اللہ کے سوا اس پر قادر کوئی نہیں وہی ہے جو اپنے فضل و کرم سے پاک صاف نتھرے ہوئے اور صاف پانی کو زمین سے جاری کرتا ہے جو

---

[1] [سورۃ هود : آیت ۱۲۳]

ادھر سے ادھر تک پھر جاتا ہے اور بندوں کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے' ضرورت کے مطابق ہر جگہ بہ آسانی مہیا ہو جاتا ہے۔ فالحمدللہ۔ اللہ کے فضل وکرم سے سورۂ ملک کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمدللہ رب العالمین۔ (حدیث میں ہے کہ اس آیت کے جواب میں ﴿اَللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کہنا چاہئے۔ مترجم)

تفسیر سورۃ القلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا
غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّكُمُ
الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦

اللہ رحیم ورحمٰن کے نام سے شروع

قسم ہے قلم کی اور اس کی جو لکھتے ہیں ○ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ○ بیشک تیرے لئے بے انتہا ثواب ہے ○ اور بیشک تو بہت بڑے اخلاق پر ہے ○ پس اب تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے ○ کہ تم میں سے کون مجنون ہے؟ ○ بیشک تیرا رب اپنی راہ سے بہکنے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں کو بھی بخوبی جانتا ہے ○

نون وغیرہ حروف ہجا کا مفصل بیان سورۂ بقرہ کے شروع میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں' کہا گیا ہے کہ یہاں "ن" سے مراد وہ بڑی مچھلی ہے جو ایک محیط عالم پانی پر ہے جو ساتوں زمینوں کو اٹھائے ہوئے ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ ڈال پس اس دن سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس پر قلم جاری ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی پیدا کی اور پانی کے بخارات بلند کئے' جس سے آسمان بنے اور زمین کو اس مچھلی کی پیٹھ پر رکھا مچھلی نے حرکت کی جس سے زمین بھی ہلنے لگی پس زمین پر پہاڑ گاڑ کر اسے مضبوط اور ساکن کر دیا' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (ابن ابی حاتم) [1] لب یہ ہے کہ یہاں "ن" سے مراد یہ مچھلی ہے' طبرانی میں مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو اور مچھلی کو پیدا کیا قلم نے دریافت کیا میں کیا لکھوں؟ حکم ہوا ہر وہ چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے پھر آپ نے پہلی آیت کی تلاوت کی' پس نون سے مراد یہ مچھلی ہے اور قلم سے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۴/۲۹) وفی التاریخ (۱/۱۷) مستدرك حاكم (۲/۴۹۸) بیهقی فی الاسماء والصفات (۸۰۴) وفی السنن (۹/۳) الآجری فی الشریعة (۱۷۸) الدر المنثور للسیوطی (۶/۳۸۷)] امام حاکم ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

مراد یہ قلم ہے ① ابن عساکر کی حدیث میں ہے سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا پھر نون یعنی دوات کو پھر قلم سے فرمایا لکھ اس نے پوچھا کیا؟ فرمایا جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے عمل، رزق، عمر، موت وغیرہ پس قلم نے سب کچھ لکھ لیا۔ اس آیت میں یہی مراد ہے، پھر قلم پر مہر لگا دی اب وہ قیامت تک نہ چلے گا، پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم اپنے دوستوں میں تو میں تجھے کمال تک پہنچاؤں گا اور اپنے دشمنوں میں تجھے ناقص رکھوں گا، مجاہد ؒ فرماتے ہیں یہ مشہور تھا کہ نون سے مراد وہ مچھلی ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے، بغوی ؒ وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کی پیٹھ پر ایک چٹان ہے جس کی موٹائی آسمانوں وزمین کے برابر ہے اس پر ایک بیل ہے جس کے چالیس ہزار سینگ ہیں اس کی پیٹھ پر ساتوں زمینیں اور ان پر تمام مخلوق ہے۔ واللہ اعلم۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ ان بعض مفسرین نے اس حدیث کو بھی انہی معنی پر محمول کیا ہے جو مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام ؓ کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ آ گئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور بہت کچھ سوالات کئے۔ کہا کہ میں وہ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں جنہیں نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا بتایئے قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اور کیا وجہ ہے کبھی بچہ اپنے باپ کی صورت میں ہوتا ہے کبھی ماں کی صورت پر؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ باتیں ابھی ابھی جبرائیل ؑ مجھے بتا گئے ہیں، ابن سلام ؓ کہنے لگے فرشتوں میں سے یہی فرشتہ ہے جو یہودیوں کا دشمن ہے، آپ نے فرمایا سنو! قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ کا نکلنا ہے جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کی زیادتی ہے، اور مرد کا پانی عورت کے پانی پر سابق آ جائے تو لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کر جائے تو وہی کھینچ لیتی ہے ② دوسری حدیث میں اتنی زیادتی ہے کہ پوچھا جنتیوں کے اس کھانے کے بعد انہیں کیا ملے گا فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرتا چگتا رہا تھا، پوچھا انہیں پانی کونسا ملے گا، فرمایا **سلسبیل** نامی نہر کا ③ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد "ن" سے نور کی تختی ہے ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد نور کی تختی اور نور کا حکم ہے جو قیامت تک کے احوال پر چل چکا ہے ④ ابن جریج ؒ فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ نورانی قلم سو سال کی طولانی رکھتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "ن" سے مراد دوات ہے اور قلم سے مراد قلم ہے ⑤ حسن اور قتادہ ؒ بھی یہی فرماتے ہیں، ایک بہت ہی غریب مرفوع حدیث میں بھی یہ

---

① [**ضعیف**: طبرانی (٨٦٥٢-٨٦٥٣)] مجمع الزوائد (١١٤٣٤)] اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے۔]

② [**صحیح**: مسند احمد (١٠٨/٣) صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب خلق آدم و ذریتہ (٣٣٢٩) صحیح مسلم: کتاب الحیض: باب بیان صفة منی الرجل والمراة وان الولد (٣١٥)]

③ [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الحیض: باب بیان صفة منی الرجل والمراة وان الولد (٣١٥) مستدرك حاكم (٤٨١/٣)]

④ [**مرسل وضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (٣٤٥٤٠)]

⑤ [**ضعیف**: اس کی سند میں حسن بن یحییٰ راوی کو اہل علم متروک کہتے ہیں۔]

مروی ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ نے نون کو پیدا کیا اور وہ دوات ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا' پھر فرمایا ''لکھ'' اس نے پوچھا ''کیا لکھوں؟'' فرمایا جو قیامت تک ہونے والا ہے' اعمال خواہ نیک ہوں خواہ بد ہوں' روزی خواہ حلال ہو خواہ حرام ہو' پھر یہ بھی کہ کونسی چیز دنیا میں کب آئے گی کس قدر رہے گی' کیسے نکلے گی؟' پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر محافظ فرشتے مقرر کئے اور کتاب پر داروغے مقرر کئے' محافظ فرشتے ہر دن ان کے عمل خازن فرشتوں سے دریافت کر کے لکھ لیتے ہیں جب رزق ختم ہو جاتا ہے عمر پوری ہو جاتی ہے اجل آ پہنچتی ہے تو محافظ فرشتے داروغہ فرشتوں کے پاس آ کر پوچھتے ہیں بتاؤ آج کے دن کا کیا سامان ہے؟ وہ کہتے ہیں بس اس شخص کے لئے ہمارے پاس اب کچھ بھی نہیں رہا یہ سن کر فرشتے نیچے اترتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ اس بیان کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم تو عرب ہو کیا تم نے قرآن میں محافظ فرشتوں کی بابت یہ نہیں پڑھا ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَاكُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [1] مطلب یہ ہے کہ ہم تمہارے اعمال کو اصل سے نقل کر لیا کرتے تھے۔ یہ تو تھا لفظ "ن" اب قلم کی نسبت سنئے۔ بظاہر مراد یہاں عام قلم ہے جس سے لکھا جاتا ہے جیسے اور جگہ فرمان عالیشان ہے ﴿اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ [2] یعنی اس اللہ نے قلم سے لکھنا سکھایا' پس اس کی قسم کھا کر اس بات پر آگاہی کی جاتی ہے کہ مخلوق پر میری ایک نعمت یہ بھی ہے کہ میں نے انہیں لکھنا سکھایا جس سے علوم تک ان کی رسائی ہو سکے' اسی لئے اس کے بعد فرمایا ﴿وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾ یعنی اس چیز کی قسم جو لکھتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یہ بھی مروی ہے کہ اس چیز کو جو جانتے ہیں' سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے فرشتوں کا لکھنا ہے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں' اور مفسرین کہتے ہیں اس سے مراد وہ قلم ہے جو قدرتی طور پر چلا اور تقدیریں لکھیں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے' اور اس قول کی دلیل میں یہ جماعت وہ حدیثیں وارد کرتی ہے جو قلم کے ذکر میں مروی ہیں' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذکر لکھا گیا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو بحمد للہ دیوانہ نہیں جیسے کہ تیری قوم کے جاہل منکرین حق کہتے ہیں۔ بلکہ تیرے لئے اجر عظیم ہے اور ثواب بے پایاں ہے جو نہ ختم ہو' نہ ٹوٹے' نہ کٹے کیونکہ تو نے حق رسالت ادا کر دیا ہے اور ہماری راہ میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلی ہیں ہم تجھے بے حساب بدلہ دیں گے' تو بہت بڑے خلق پر ہے یعنی دین اسلام پر اور بہترین ادب پر ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اخلاق نبوی کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن تھا' سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جیسے کہ قرآن میں ہے [3] اور حدیث میں ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ سائل حضرت سعد بن ہشام نے کہا پڑھا ہے آپ نے فرمایا بس تو آپ کا خلق قرآن کریم تھا [4] مسلم میں یہ حدیث پوری پوری ہے جسے ہم سورۂ مزمل کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بنو سواد کے ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی

---

[1] [سورة الجاثية: آيت ٢٩]　[2] [سورة العلق : آيت ٤]

[3] [تفسير ابن جرير الطبرى (٣٤٥٥٩)]　[4] [عبدالرزاق فى التفسير (٣٢٧٥)]

سوال کیا تھا تو آپ نے یہی فرما کر پھر آیت ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ پڑھی اس نے کہا کوئی ایک آدھ واقعہ تو بیان کیجئے؟ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سنو! ایک مرتبہ میں نے بھی آپ کیلئے کھانا پکایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی، میں نے اپنی لونڈی سے کہا دیکھ اگر میرے کھانے سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کا کھانا آجائے تو تو برتن گرادینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور برتن بھی ٹوٹ گیا، حضرت بکھرے ہوئے کھانے کو سمیٹنے لگے اور فرمایا اس برتن کے بدلے ثابت برتن تم دو واللہ! اور کچھ ڈانٹا ڈپٹا نہیں (مسند احمد) [1] مطلب اس حدیث کا جو کئی طرق سے مختلف الفاظ میں کئی کتابوں میں ہے یہ ہے کہ ایک تو آپ کی جبلت اور پیدائش میں ہی اللہ نے پسندیدہ اخلاق، بہترین خصلتیں اور پاکیزہ عادتیں رکھی تھیں اس پر آپ کا عمل قرآن کریم پر ایسا تھا کہ گویا احکام قرآن کا مجسم عملی نمونہ ہیں، ہر حکم کو بجالانے اور ہر نہی سے رک جانے میں آپ کی حالت یہ تھی کہ گویا قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ کی عادتوں اور آپ کے کریمانہ اخلاق کا بیان ہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی لیکن کسی دن آپ نے اف تک نہیں کہا کسی کرنے کے کام کو نہ کروں یا نہ کرنے کے کام کو کر گزروں تو بھی ڈانٹ ڈپٹ تو کجا اتنا بھی نہ فرماتے کہ ایسا کیوں ہوا؟ [2] حضور ﷺ سب سے زیادہ خوش خلق تھے حضور ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ تو ریشم ہے نہ کوئی اور چیز۔ حضور ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والی چیز میں نے تو کوئی نہیں سونگھی نہ مشک اور نہ عطر (بخاری و مسلم) [3] صحیح بخاری میں ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے آپ کا قد نہ تو بہت لمبا تھا نہ آپ پست قامت تھے [4] اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، شمائل ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے نہ تو کبھی کسی خادم یا غلام کو مارا نہ بیوی بچوں کو نہ کسی اور کو، ہاں اللہ کی راہ کا جہاد الگ چیز ہے، جب کبھی دو کاموں میں آپ کو اختیار دیا جاتا تو آپ اسے پسند کرتے جو زیادہ آسان ہوتا ہاں یہ اور بات ہے کہ اس میں کچھ گناہ ہو تو آپ اس سے بہت دور ہو جاتے، کبھی بھی حضور ﷺ نے اپنا بدلہ کسی سے نہیں لیا ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی اللہ کی حرمتوں کو توڑتا ہو تو آپ اللہ کے احکام جاری کرنے کیلئے ضرور انتقام لیتے [5] مسند احمد

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (٦/١١١)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٤٨٠٠)]

[2] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب الادب: باب حسن الخلق والسخاء (٦٠٣٨) صحيح مسلم: كتاب الفضائل: باب حسن خلقه (٢٣٠٩) ابو داؤد: كتاب الادب (٤٧٧٣)]

[3] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب الصوم: باب ما يذكر من صوم النبی وافطاره (١٩٧٣) صحيح مسلم: كتاب الفضائل: باب طيب ريحه ولين مسه (٢٣٣٠)]

[4] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب المناقب: باب صفة النبی (٣٥٤٩) صحيح مسلم: كتاب الفضائل: باب فی صفة النبی وانه كان احسن الناس وجها (٢٣٣٧)]

[5] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب المناقب: باب صفة النبی (٣٥٦٠) صحيح مسلم: كتاب الفضائل: باب مباعدته للآثام واختياره من المباح اسهله (٢٣٢٧) مسند احمد (٦/٢٣٢)]

میں ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں میں بہترین اخلاق اور پاکیزہ ترین عادتوں کو پورا کرنے کیلئے آیا ہوں۔ (۱) پھر فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) آپ اور آپ کے مخالف اور منکر ابھی ابھی جان لیں گے کہ دراصل بہکا ہوا اور گمراہ کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ﴾ (۲) انہیں ابھی کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور شیخی باز کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (۳) ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی پر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی یہ حقیقت قیامت کے دن کھل جائے گی' آپ سے مروی ہے کہ مفتون مجنون کو کہتے ہیں مجاہد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے' قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی کون شیطان سے نزدیک تر ہے؟ مفتون کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو حق سے بہک جائے اور گمراہ ہو جائے أَيِّكُمُ پر ب کو اس لئے داخل کیا گیا ہے کہ دلالت ہو جائے کہ ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ﴾ میں تضمین فعل ہے تو تقدیری عبارت کو ملا کر ترجمہ یوں ہو جائے گا کہ تو بھی اور وہ بھی عنقریب جان لیں گے اور تو بھی اور وہ سب بھی بہت جلدی مفتون کی خبر دے دیں گے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا تم میں سے بہکنے والے اور راہ راست والے سب اللہ پر ظاہر ہیں اسے خوب معلوم ہے کہ راہ راست سے کس کا قدم پھسل گیا ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٨﴾ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ﴿٩﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿١٠﴾ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ﴿١١﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴿١٣﴾ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ﴿١٤﴾ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٥﴾ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ﴿١٦﴾

پس تو جھٹلانے والوں کو نہ مان ○ وہ تو چاہتے ہیں کہ تو سستی کرے تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں ○ اور تو کسی ایسے شخص کا بھی کہا نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا بے وقار ○ کمینہ' عیب گو' چغل خور ○ بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھ جانیوالا گناہ گار ○ گردن کش پھر ساتھ ہی مشہور بدنام ہو ○ ان کی سرکشی صرف اس لئے ہے کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے ○ جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے قصے ہیں ○ ہم بھی اس کی ناک پر داغ دیں گے ○

زیادہ قسمیں کھانے والے زیادہ جھوٹے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ جو نعمتیں ہم نے تجھے دیں جو صراط مستقیم اور خلق عظیم ہم نے تجھے عطا فرمایا اب تجھے چاہیے کہ ہماری نہ ماننے والوں کو تو نہ مان' ان کی تو عین خوشی ہے کہ آپ ذرا بھی نرم پڑ جائیں تو یہ کھل کر کھیلیں' اور یہ مطلب ہے کہ آپ ان کے معبودان باطل کی طرف کچھ تو رخ کریں حق سے ذرا سا تو ادھر ادھر ہو جائیں' پھر فرماتا ہے زیادہ قسمیں کھانے والے کمینے شخص کی بھی نہ مان۔ چونکہ جھوٹے شخصوں کو اپنی ذلت اور کذب بیانی کے ظاہر ہو جانے کا ڈر رہتا ہے اس لئے وہ قسمیں کھا کھا کر دوسرے کو

(۱) [صحیح: مسند احمد (۲/۳۸۱)] شیخ البانی ؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الصحیحة (٤٥)]

(۲) [سورة القمر: آیت ٢٦] (۳) [سورة سبا: آیت ٢٤]

اپنا یقین دلانا چاہتا ہے لگاتار قسموں پر قسمیں کھائے چلا جاتا ہے اور اللہ کے ناموں کو بے موقعہ استعمال کرتا پھرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "مَهِيْـــن" سے مراد کاذب ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ضعیف دل والا۔ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں حلاف مکابرہ کرنے والا اور مہین ضعیف' ھماز غیبت کرنے والا' چغل خور جو ادھر کی ادھر لگائے اور ادھر کی ادھر تاکہ فساد ہو جائے۔ طبیعتوں میں نفرت اور دل میں دشمنی آ جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں دو قبریں آ گئیں آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے امر پر نہیں ایک تو پیشاب کرنے میں پردے کا خیال نہ رکھتا تھا۔ دوسرا چغل خور تھا (بخاری و مسلم) [1] فرماتے ہیں چغل خور جنت میں نہ جائے گا (مسند) [2] دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ نے یہ حدیث اس وقت سنائی تھی جب آپ سے کہا گیا کہ یہ شخص خفیہ پولیس کا آدمی ہے [3] مسند احمد کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بھلا شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور ارشاد فرمایئے' فرمایا وہ کہ جب انہیں دیکھا جائے اللہ یاد آ جائے اور سن لو سب سے بدتر شخص وہ ہے جو چغل خور ہو دوستوں میں فساد ڈلوانے والا ہو پاک صاف لوگوں کو تہمت لگانے والا ہو [4] ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے' پھر ان بدلوگوں کے اور ناپاک خصائل بیان ہو رہے ہیں کہ بھلائیوں سے باز رہنے والا ہے اور باز رکھنے والا ہے' حلال چیزوں اور حلال کاموں سے ہٹ کر حرام خوری اور حرام کاری کرتا ہے' گنہگار' بدکردار' محرمات کو استعمال کرنے والا' بدخو' بدگو' جمع کرنے والا اور نہ دینے والا ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگ گرے پڑے عاجز و ضعیف ہیں جو اللہ کے ہاں اس بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر وہ قسم کھا بیٹھیں تو اللہ پوری کر دے اور جہنمی لوگ سرکش متکبر اور خود بین ہوتے ہیں [5] اور حدیث میں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الوضوء : باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله (۲۱۶) صحیح مسلم : کتاب الطھارة : باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه (۲۹۲)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ما یکره من النمیمة (۶۰۵۶) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان غلظ تحریم النمیمة (۱۰۵) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء ان المنام (۲۰۲۶) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی القتات (۴۸۷۱) مسند احمد (۳۸۲/۵)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۳۸۹/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۳۳۰۵)]

[4] [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الزھد : باب من لایوبه له (۴۱۱۹) مسند احمد (۴۵۹/۶)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب عتل بعد ذلك زنیم (۴۹۱۸) صحیح مسلم : کتاب الجنة ونعیمها : باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء (۲۸۵۳) ترمذی : کتاب صفة جھنم : باب باب من هم اهل الجنة وهن هم اهل النار (۲۶۰۵) ابن ماجه کتاب الزھد : باب من لا یؤبه له (۴۱۱۶) مسند احمد (۳۰۶/۴)]

ہے جمع کرنے والے اور نہ دینے والے بدگو اور سخت خلق [1] ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا "عُتُلٍّ زَنِیْمٍ" کون ہے؟ فرمایا بدخلق خوب کھانے پینے والا لوگوں پر ظلم کرنے والا پیٹو آدمی [2] لیکن اس روایت کو اکثر راویوں نے مرسل بیان کیا ہے' ایک اور حدیث میں ہے اس نالائق شخص پر آسمان روتا ہے جسے اللہ نے تندرستی دی' پیٹ بھر کر کھانے کو دیا' مال وجاہ بھی عطا فرمائی پھر بھی لوگوں پر ظلم وستم کر رہا ہے [3] یہ حدیث بھی دو مرسل طریقوں سے مروی ہے' غرض "**عتل**" کہتے ہیں جس کا بدن صحیح ہو طاقتور ہو اور خوب کھانے پینے والا زوردار شخص ہو۔ "**زنیم**" سے مراد بدنام ہے جو برائی میں مشہور ہو' لغت عرب میں "زنیم" اسے کہتے ہیں جو کسی قوم میں سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اس کا نہ ہو' عرب شاعروں نے اسے اسی معنی میں باندھا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو' کہا گیا ہے کہ مراد اس سے اخنس بن شریق ثقفی ہے جو بنو زہرہ کا حلیف تھا اور بعض کہتے ہیں یہ اسود بن عبد یغوث زہری ہے عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے' یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس طرح ایک بکری جو تمام بکریوں میں سے الگ تھلگ اپنا چرا ہوا کان اپنی گردن پر لٹکائے ہوئے ہو بیک نگاہ پہچان لی جاتی ہے اسی طرح کافر مومنوں میں پہچان لیا جاتا ہے' اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن خلاصہ سب کا صرف اسی قدر ہے کہ "**زنیم**" وہ شخص ہے جو برائی سے مشہور ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب کا اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا ایسوں پر شیطان کا غلبہ بہت زیادہ رہا کرتا ہے' جیسے حدیث میں ہے زنا کی اولاد جنت میں نہیں جائے گی [4] اور روایت میں ہے کہ زنا کی اولاد تین برے لوگوں کی برائی کا مجموعہ ہے' اگر وہ بھی اپنے ماں باپ کے سے کام کرے۔ [5] پھر فرمایا ان کی شرارتوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ مالدار اور بیٹوں کا باپ بن گیا ہے ہماری اس نعمت کا گن گانا تو کہاں ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے اور توہین کر کے کہتا پھرتا ہے کہ یہ تو پرانے افسانے ہیں' اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

---

[1] **[صحیح** : مسند احمد (۱۶۹/۲)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۳۹۶/۱۰)] شیخ احمد شاکرؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [التعلیق علی المسند] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۶۵۸۰)]

[2] **[صحیح** : مسند احمد (۲۲۷/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود (٤٠١٦)]

[3] **[مرسل** : تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤٦٠٣)]

[4] **[موضوع** : مجمع الزوائد (۲۵۷/٦) ابو نعيم فی الحلیة (۳۰۷/۳)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [الموضوعات (۱۱۰/۳)] امام سیوطیؒ نے بھی اسے موضوعات کے ضمن میں ہی ذکر کیا ہے۔ [اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة (۱٦٤/۲)] حافظ ابن عراقؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ [تنزیه الشریعة المرفوعة (۲۷۹/۲)]

[5] **[ضعیف** : مسند احمد (۱۰۹/٦) طبرانی کبیر (۳٤٦/۱۰) ابن عدی فی الکامل (۹۵۸/۳) بیهقی : کتاب الایمان : باب ما جاء فی ولد الزنا (۵۸/۱۰)] امام بیہقیؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں محمد بن ابی لیلیٰ راوی سیئ الحفظ ہے۔ [مجمع الزوائد (۲٦۰/٦)] شیخ البانیؒ نے حدیث کے اتنے الفاظ ﴿ولد الزنا شر الثلاثة﴾ کو صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (٦٧٢) صحیح الجامع الصغیر (۷۱۲۰)]

ہے ﴿ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا﴾ [1] الخ مجھے چھوڑ دے اور اسے جسے میں نے یکتا پیدا کیا ہے اور بہت سا مال دیا ہے اور حاضر باش لڑکے دیئے ہیں اور بھی بہت کشادگی دے رکھی ہے پھر بھی اس کی طمع ہے کہ میں اسے اور دوں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا یہ تو میری آیتوں کا مخالف ہے میں اسے عنقریب بدترین مصیبت میں ڈالوں گا اس نے غور وفکر کر کے اندازہ لگایا یہ تباہ ہو۔ کتنی بری تجویز اس نے سوچی میں پھر کہتا ہوں' یہ برباد ہو' اس نے کیسی بری تجویز کی اس نے پھر نظر ڈالی اور ترش رو ہو کر منہ بنالیا' پھر منہ پھیر کر اینٹھنے لگا اور کہہ دیا کہ یہ کلام اللہ تو پرانا نقل کیا ہوا جادو ہے' صاف ظاہر ہے کہ یہ انسانی کلام ہے' اس کی اس بات پر میں بھی اسے سقر میں ڈالوں گا تجھے کیا معلوم کہ سقر کیا ہے نہ وہ باقی رکھے نہ چھوڑے بدن پر لپٹ جاتی ہے اس پر انیس فرشتے متعین ہیں' اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ اس کی ناک پر ہم داغ لگائیں گے یعنی ہم اسے اس قدر رسوا کریں گے کہ اس کی برائی کسی پر پوشیدہ نہ رہے ہر ایک اسے جان پہچان لے جیسے نشاندار ناک والے کو بیک نگاہ ہزاروں میں لوگ پہچان لیتے ہیں اور جو داغ چھپائے چھپ نہ سکے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ بدر والے دن اس کی ناک پر تلوار لگے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت والے دن جہنم کی مہر لگے گی یعنی منہ کالا کر دیا جائے گا تو ناک سے مراد پورا چہرہ ہوا۔ امام ابوجعفر ابن جریر نے ان تمام اقوال کو وارد کر کے فرمایا ہے کہ ان سب میں تطبیق اس طرح ہو جاتی ہے کہ یہ کل امور اس میں جمع ہو جائیں یہ بھی ہو وہ بھی ہو' دنیا میں رسوا ہو سچ مچ ناک پر نشان لگے آخرت میں بھی نشاندار مجرم بنے فی الواقع یہ بہت درست ہے' ابن ابی حاتم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ بندہ ہزار ہا پھر ہزار ہا برس اللہ کے ہاں مومن لکھا رہتا ہے لیکن مرتا اس حالت میں ہے کہ اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے اور بندہ اللہ کے ہاں کافر ہزار ہا سال تک لکھا رہتا ہے پھر مرتے وقت اللہ اس سے خوش ہو جاتا ہے جو شخص عیب گوئی اور چغل خوری کی حالت میں مرے جو لوگوں کو بدنام کرنے والا ہو قیامت کے دن اس کی ناک پر دونوں ہونٹوں کی طرف سے نشان لگا دیا جائے گا جو اس مجرم کی علامت بن جائے گا۔ [2]

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿17﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿18﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿19﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿20﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿21﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿22﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿23﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿24﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿25﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿26﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿27﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿28﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ

---

[1] [سورۃ المدثر : آیت ۱۱۔۲۹]

[2] [ضعیف : طبرانی اوسط (۸۸۰۱) ابن ابی عاصم فی السنة (۶۲/۱) مجمع الزوائد (۲۱۳/۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعیفة (۵۰۱۷)]

رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

وقف لازم — ع

بیشک ہم نے انہیں اسی طرح آزمالیا ہے جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا' جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کا پھل اتار لیں گے ○ اوران شاءاللہ نہ کہا ○ پس اس پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا چوطرف گھوم گئی اور یہ سوتے ہی رہے تھے ○ پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ○ اب صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں کہ اگر تمہیں پھل اتارنے ہیں تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی سویرے چلو ○ پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے ○ اس خوف سے کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آ جائے ○ اور لپکے ہوئے صبح ہی صبح پہنچ گئے سمجھ رہے تھے کہ قابو پا گئے ○ جب انہوں نے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے ○ نہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی ○ ان سب میں جو بہتر تھا اس نے کہا میں تم کو نہ کہتا تھا کہ تم اللہ کی پاکیزگی کیوں بیان نہیں کرتے ؟ ○ تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم ظالم ہیں ○ اب ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے ○ کہنے لگے ہائے افسوس یقیناً ہم سرکش تھے ○ کیا عجب کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے ہم اپنے رب ہی سے آرزو رکھتے ہیں ○ یونہی آتی ہے آفت' اور آخرت کی آفت بہت بڑی ہے کاش کہ انہیں سمجھ ہوتی ○

بخیلی اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا انجام: یہاں ان کافروں کی جو حضور ﷺ کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے مثال بیان ہو رہی ہے کہ جس طرح یہ باغ والے تھے کہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کی اور اللہ کے عذابوں میں اپنے آپ کو ڈال دیا' یہی حالت ان کافروں کی ہے کہ اللہ کی نعمت یعنی حضور ﷺ کی پیغمبری کی ناشکری یعنی انکار نے انہیں بھی اللہ کی ناراضگی کا مستحق کر دیا ہے' تو فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بھی آزمالیا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جس باغ میں طرح طرح کے پھل میوے وغیرہ تھے' ان لوگوں نے آپس میں قسمیں کھائیں کہ صبح سے پہلے ہی پہلے رات کے وقت پھل اتار لیں گے تاکہ فقیروں مسکینوں اور سائلوں کو پتہ نہ چلے جو وہ آ کھڑے ہوں اور ہمیں ان کو بھی دینا پڑے بلکہ کل پھل اور میوے خود ہی لے آئیں گے' اپنی اس تدبیر کی کامیابی پر انہیں غرور تھا اور اس خوشی میں پھولے ہوئے تھے یہاں تک کہ اللہ کو بھی بھول گئے ان شاء اللہ تک کسی کی زبان سے نہ نکلا اس لئے ان کی یہ قسم پوری نہ ہوئی' رات ہی رات میں ان کے پہنچنے سے پہلے آسمانی آفت نے سارے باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا ایسا ہو گیا جیسے سیاہ رات اور کٹی ہوئی کھیتی' اس لئے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو! گناہوں سے بچو گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کیلئے تیار کر دی گئی ہے پھر حضور ﷺ نے ان دو آیتوں کی تلاوت کی یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہ کے اپنے باغ کے پھل اور اس کی پیداوار سے بے نصیب ہو گئے (ابن ابی حاتم) [1] صبح

[1] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٦/٣٩٥)] اس میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو موضوع کہا ہے۔]

کے وقت یہ آپس میں ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ لگاؤ سویرے ہی چل پڑو' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ باغ انگور کا تھا' اب یہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تا کہ کوئی سن نہ لے اور غریب غربا! کو پتہ نہ لگ جائے' چونکہ ان کی سرگوشیاں اس اللہ سے تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں جو دل کے ارادوں سے بھی پوری طرح واقف رہتا ہے۔ وہ بیان فرماتا ہے کہ ان کی وہ خفیہ باتیں یہ تھیں کہ دیکھو ہوشیار رہو کوئی مسکین بھنک پا کر کہیں آج آ نہ جائے۔ ہرگز کسی فقیر کو باغ میں گھسنے ہی نہ دینا۔ اب قوت وشدت کے ساتھ پختہ ارادے اور غریبوں پر غصے کے ساتھ اپنے باغ کو چلے' سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حردان کی بستی کا نام تھا لیکن یہ کچھ زیادہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ یہ جانتے تھے کہ اب ہم پھلوں پر قابض ہیں ابھی اتار کر سب لے آئیں گے' لیکن جب وہاں پہنچے تو ہکا بکا رہ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ میوؤں سے لدے ہوئے درخت اور پکے ہوئے پھل سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں سارے باغ میں آندھی پھر گئی ہے اور کل باغ میوؤں سمیت جل کر کوئلہ ہو گیا ہے' کوئی پھل نصف دام کا بھی نہیں رہا' ساری تروتازگی پژمردگی سے بدل گئی ہے' باغ سارے کا سارا جل کر راکھ ہو گیا ہے درختوں کے کالے کالے ڈراؤنے ٹنڈے کھڑے ہوئے ہیں' تو پہلے تو سمجھے کہ ہم راہ بھول گئے کسی اور باغ میں چلے آئے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ہمارا طریقہ کار غلط تھا جس کا یہ نتیجہ ہے پھر بغور دیکھنے سے جب یقین ہو گیا کہ باغ تو ہمارا ہی ہے تب سمجھ گئے اور کہنے لگے ہے تو یہی لیکن ہم بدقسمت ہیں' ہمارے نصیب میں ہی اس کا پھل اور فائدہ نہیں' ان سب میں جو عدل وانصاف والا اور بھلائی وبہتری والا تھا وہ بول پڑا کہ دیکھو میں تو پہلے ہی تم سے کہتا تھا کہ تم ان شاءاللہ کیوں نہیں کہتے' سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے زمانہ میں سبحان اللہ کہنا بھی ان شاءاللہ کہنے کے قائم مقام تھا' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے معنی ہی ان شاءاللہ کہنے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے بہتر شخص نے ان سے کہا کہ دیکھو میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم کیوں اللہ کی پاکیزگی اور اس کی حمد وثنا نہیں کرتے؟ یہ سن کر اب وہ کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اب اطاعت بجالائے جبکہ عذاب پہنچ چکا اب اپنی تقصیر کو مانا جب سزا دے دی گئی' اب تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے بہت ہی برا کیا کہ مسکینوں کا حق مارنا چاہا اور اللہ کی فرمانبرداری سے رک گئے' پھر سب نے کہا کوئی شک نہیں ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی۔ اسی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا' پھر کہتے ہیں شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے یعنی دنیا میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت کے خیال سے انہوں نے یہ کہا ہو۔ واللہ اعلم' بعض سلف کا قول ہے کہ یہ واقعہ اہل یمن کا ہے' حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ لوگ ضروان کے رہنے والے تھے جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے۔ مذہباً اہل کتاب تھے یہ باغ انہیں ان کے باپ کے ورثے میں ملا تھا اس کا یہ دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکال کر اپنے اور اپنے بال بچوں کیلئے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی نفع اللہ کے نام صدقہ کر دیتا تھا اس کے انتقال کے بعد ان بچوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارا باپ تو بیوقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال

ادھر ادھر دے دیتا تھا ہم ان فقیروں کو اگر نہ دیں اور اپنا مال باقاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولت مند بن جائیں یہ ارادہ انہوں نے پختہ کرلیا تو ان پر وہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کردیا اور بالکل خالی ہاتھ رہ گئے' پھر فرماتا ہے جو شخص بھی اللہ کے حکموں کے خلاف کرے اور اللہ کی نعمتوں میں بخل کرے مسکینوں محتاجوں کا حق ادا نہ کرے اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے اس پر اسی طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں' اور یہ تو دنیوی عذاب ہیں آخرت کے عذاب تو ابھی باقی ہیں جو سخت تر اور بدترین ہیں' بیہقی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت کھیتی کاٹنے اور باغ کے پھل اتارنے سے منع فرمادیا ہے۔ [1]

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٣٤﴾ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٤١﴾

پرہیزگاروں کیلئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں ○ کیا ہم مسلمانوں کو مثل گنہگاروں کے کردیں؟ ○ تمہیں کیا ہوگیا کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ ○ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے؟ جسے تم پڑھتے ہو؟ ○ اور اس میں تمہاری من مانی باتیں ہوں؟ ○ یا تم سے ہم نے کوئی ایسی قسمیں کھائی ہیں جو قیامت تک باقی رہیں کہ تمہارے لئے وہ سب ہے جو تم مقرر کرو ○ ان سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار ہے؟ ○ کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو چاہئے کہ لے آئیں اپنے اپنے شریکوں کو اگر یہ سچے ہیں ○

مسلمان مجرموں کی مانند نہیں: اور چونکہ دنیوی جنت والوں کا حال بیان ہوا تھا اور اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم کے خلاف کرنے سے ان پر جو بلا اور آفت آئی اس کا ذکر ہوا تھا اس لئے اب ان متقی پرہیزگار لوگوں کا حال ذکر کیا گیا جنہیں آخرت میں جنتیں ملیں گی جن کی نعمتیں نہ فنا ہوں' نہ گھٹیں' نہ ختم ہوں' نہ سڑیں' نہ گلیں' پھر فرماتا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمان اور گنہگار جزا میں یکساں ہوجائیں؟ قسم ہے زمین و آسمان کے رب کی کہ یہ نہیں ہوسکتا' کیا ہوگیا ہے تم اس طرح یہ چاہتے ہو؟ کیا تمہارے ہاتھوں میں اللہ کی طرف سے اتری ہوئی کوئی ایسی کتاب ہے جو خود تمہیں بھی محفوظ ہو اور گزشتہ لوگوں کے ہاتھوں تم پچھلوں تک پہنچی ہو اور اس میں وہی ہو جو تمہاری چاہت ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ ہمارا کوئی مضبوط وعدہ اور عہد تم سے ہے کہ جو تم کہہ رہے ہو وہی ہوگا اور تمہاری بے جا اور غلط خواہشیں پوری ہوکر ہی رہیں گی؟ ان سے ذرا پوچھو تو کہ اس بات کا کون ضامن ہے اور کس کے ذمے یہ کفالت ہے؟ نہ سہی جو تمہارے جھوٹے معبود ہیں انہی کو اپنی سچائی کے ثبوت میں پیش کرو۔

---

[1] [مرسل و ضعیف: السنن الکبری للبیھقی (۹/۲۹۸-۲۹۰)]

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً
أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿٤٣﴾
فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾
وَأُمْلِي لَهُمْ ؕ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾
أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾

جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور سجدے کیلئے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے ○ نگاہیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت وخواری چھا رہی ہوگی' یہ سجدے کیلئے اس وقت بلائے جاتے تھے جب صحیح سالم تھے ○ مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو ○ اور میں انہیں مہلت دوں گا میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ○ کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے؟ جس تاوان سے یہ دبے جاتے ہیں ○ یا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جو وہ لکھ رہے ہیں ○

روزِ قیامت منافق سجدہ نہ کر پائے گا: اوپر بیان ہو چکا ہے کہ پرہیزگار لوگوں کیلئے نعمتوں والی جنتیں ہیں اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ یہ جنتیں انہیں کب ملیں گی؟ تو فرمایا اس دن جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی' یعنی قیامت کے دن جو دن بڑی ہولناکیوں والا' زلزلوں والا' امتحان والا اور آزمائش والا اور بڑے بڑے اہم امور کے ظاہر ہونے کا دن ہوگا۔ صحیح بخاری شریف میں اس جگہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے ہمارا رب اپنی پنڈلی کھول دے گا پس ہر مومن مرد اور مومنہ عورت سجدے میں گر پڑے گی ہاں دنیا میں جو لوگ دکھاوے سناوے کیلئے سجدے کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی' یعنی ان سے سجدے کیلئے جھکا نہ جائے گا' یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں میں ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے کئی کئی سندوں سے الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث مطول ہے اور مشہور ہے [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ دن تکلیف' دکھ درد اور شدت کا دن ہے (ابن جریر) اور ابن جریر اسے دوسری سند سے شک کے ساتھ بیان کرتے ہیں وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ یا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ کی تفسیر میں بہت بڑا عظیم الشان امر مروی ہے جیسے شاعر کا قول ہے ((شَالَتِ الْحَرْبُ عَنْ سَاقٍ)) یہاں بھی لڑائی کی عظمت اور بڑائی بیان کی گئی ہے' مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن کی یہ گھڑی بہت سخت ہوگی' آپ فرماتے ہیں یہ امر بہت سخت' بڑی گھبراہٹ والا اور ہولناک ہے' آپ فرماتے ہیں جس وقت امر کھول دیا جائے گا اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور یہ کھلنا آخرت کا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب یکشف عن ساق (٤٩١٩) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معرفة طریق الرویة (١٨٣) مسند احمد (١٦/٣)]

آ جانا ہے اور اس سے کام کا کھل جانا ہے' یہ سب روایتیں ابن جریر میں ہیں' اس کے بعد یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی تفسیر میں فرمایا مراد بہت بڑا نور ہے لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے [1] یہ حدیث ابویعلی میں بھی ہے اور اس کی اسناد میں ایک مبہم راوی ہے۔ واللہ اعلم۔ (یاد رہے کہ صحیح تفسیر وہی ہے جو بخاری و مسلم کے حوالے سے اوپر مرفوع حدیث میں گزری کہ اللہ عزوجل اپنی پنڈلی کھولے گا' دوسری حدیث بھی مطلب کے لحاظ سے ٹھیک ہے کیونکہ اللہ خود نور ہے۔ اور اقوال بھی اس طرح ٹھیک ہیں کہ جہانوں کے پروردگار کی پنڈلی بھی ظاہر ہو گی اور ساتھ ہی وہ ہولناکیاں اور شدتیں ہوں گی۔ واللہ اعلم۔ مترجم) پھر فرمایا آج کے دن' ان لوگوں کی آنکھیں اوپر کو نہ اٹھیں گی اور ذلیل و پست ہو جائیں گے۔ کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش اور کبر و غرور والے تھے' صحت اور سلامتی کی حالت میں دنیا میں جب انہیں سجدے کیلئے بلایا جاتا تھا تو رک جاتے تھے۔ جس کی سزا یہ ملی کہ آج سجدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے پہلے کر سکتے تھے لیکن نہیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر مومن سب سجدے میں گر پڑیں گے لیکن کفار و منافق سجدہ نہ کر سکیں گے کمر تختہ ہو جائے گی جھکے گی ہی نہیں بلکہ پیٹھ کے بل چت گر پڑیں گی' یہاں بھی ان کی حالت مومنوں کے خلاف تھی وہاں بھی خلاف رہے گی۔ پھر فرمایا مجھے اور میری اس حدیث یعنی قرآن کو جھٹلانے والوں کو تو چھوڑ دے' اس میں بڑی وعید ہے اور سخت ڈانٹ ہے کہ تو ٹھہر جا میں آپ ان سے نپٹ لوں گا دیکھ تو سہی کہ کس طرح بتدریج انہیں پکڑتا ہوں۔ یہ اپنی سرکشی اور غرور میں پڑتے جائیں گے میری ڈھیل کے راز کو نہ سمجھیں گے اور پھر ایک دم یہ پاپ کا گھڑا پھوٹے گا اور اچانک انہیں پکڑ لوں گا۔ میں انہیں بڑھاتا رہوں گا یہ بدمست چلے جائیں گے وہ اسے کرامت سمجھیں گے حالانکہ وہ اہانت ہو گی' جیسے اور جگہ ہے ﴿اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ﴾ [2] الخ' یعنی کیا ان کا گمان ہے کہ مال و اولاد کا بڑھنا ان کے لئے ہماری جانب سے کسی بھلائی کی بناء پر ہے' نہیں بلکہ یہ بے شعور ہیں اور جگہ فرمایا ﴿فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُکِّرُوۡا بِهٖ﴾ [3] الخ' جب یہ ہمارے وعظ و پند کو بھلا چکے تو ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ انہیں جو دیا گیا تھا اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں ناگہانی پکڑ لیا اور ان کی امیدیں منقطع ہو گئیں۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے میں انہیں ڈھیل دوں گا' بڑھاؤں گا اور اونچا کروں گا یہ میرا داؤ ہے اور میری تدبیر میرے مخالفوں اور میرے نافرمانوں کے ساتھ بہت بڑی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی [4] ﴿وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ﴾

---

[1] [ضعيف : تفسير ابن جرير الطبرى (۴۲/۲۹) مسند ابو يعلى (۷۲۸۳)] اس کی سند میں ایک راوی مجہول اور روح بن جناح ضعیف ہے۔]

[2] [سورة المومنون: آيت ۵۵-۵۶] [3] [سورة الانعام: آيت ۴۴]

[4] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب التفسير : باب تفسير و كذلك اخذ ربك اخذ القرىٰ و هى ظالمة ان اخذه اليم شديد (۴۶۸۶) صحيح مسلم : كتاب الادب : باب تحريم الظلم (۶۵۲۴) ابن ماجه : كتاب الفتن : باب العقوبات (۴۰۱۸) ترمذى : كتاب التفسير : باب و من سورة هود (۳۱۱۰)]

﴿اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ﴾[1] یعنی اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جبکہ وہ کسی بستی والوں کو پکڑتا ہے جو ظالم ہوتے ہیں اس کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت سخت ہے۔ پھر فرمایا تو کچھ ان سے اجرت اور بدلہ تو مانگتا ہی نہیں جو ان پر بھاری پڑتا ہو اور جس تاوان سے یہ جھکے جاتے ہوں' نہ ان کے پاس کوئی علم غیب ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں۔ ان دونوں جملوں کی تفسیر سورۂ ''وَالطُّوۡرِ'' میں گزر چکی ہے' خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ انہیں اللہ عزوجل کی طرف بغیر اجرت اور بغیر مال طلبی کے اور بغیر بدلے کی چاہت کے بلا رہے ہیں آپ کی غرض سوائے ثواب حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں اس پر بھی یہ لوگ صرف اپنی جہالت اور کفر اور سرکشی کی وجہ سے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔

فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ وَلَا تَکُنۡ کَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰی وَهُوَ مَکۡظُوۡمٌ ﴿۴۸﴾ لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَکَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِهِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَیَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۵۲﴾

پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جبکہ اس نے غمگینی کی حالت میں دعا کی○ اگر اسے اس کے رب کا احسان نہ پالیتا تو یقیناً وہ برے حالوں بنجر زمین میں ڈال دیا جاتا○ اسے اس کے رب نے پھر نوازا اور اسے نیک کاروں میں کر دیا○ یقیناً ان منکروں کی چاہت ہے کہ اپنی تیز نگاہوں سے تجھے پھسلا دیں یہ جب کبھی قرآن سنتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صرف دیوانہ ہے○ درحقیقت یہ قرآن تو تمام جہان والوں کیلئے سراسر نصیحت ہی ہے○

مشکلات سے نجات کی ایک دعا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) اپنی قوم کی ایذا اور ان کے جھٹلانے پر صبر وضبط کرو عنقریب اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے والا ہے' انجام کار آپ کا اور آپ کے ماتحتوں کا ہی غلبہ ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیکھو تم مچھلی والے نبی کی طرح نہ ہونا اس سے مراد حضرت یونس بن متی علیہ السلام ہیں جبکہ وہ اپنی قوم پر غضب ناک ہو کر نکل کھڑے ہوئے پھر جو ہوا سو ہوا' یعنی آپ کا جہاز میں سوار ہونا مچھلی کا آپ کو نگل جانا اور سمندر کی تہ میں بیٹھ جانا اور اس تہ بہ تہ اندھیروں میں اس قدر نیچے آپ کا سمندر میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سننا اور خود آپ کا بھی پکارنا اور ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ﴾[2] پڑھنا پھر آپ کی دعا کا قبول ہونا اس غم سے نجات پانا وغیرہ جس واقعہ کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔ جس کے بیان کے بعد سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم اسی طرح ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں اور فرماتا ہے کہ اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں پڑے رہتے[3] یہاں بھی فرمان ہے کہ جب اس نے غم اور دکھ کی حالت میں ہمیں پکارا' پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یونس علیہ السلام کی زبان سے نکلتے ہی یہ کلمہ عرش پر پہنچا' فرشتوں نے کہا یارب

---

[1] [سورۃ هود : آیت ۱۰۲]
[2] [سورۃ الانبیاء: آیت ۸۷۔۸۸]
[3] [سورۃ الصافات : آیت ۱۴۳۔۱۴۴]

!اس کمزور غیر معروف شخص کی آواز تو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے پہلے کی سنی کی ہوئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اسے پہچانا نہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا نہیں، جناب باری نے فرمایا یہ میرے بندے یونس علیہ السلام کی آواز ہے فرشتوں نے کہا پروردگار پھر تو تیرا یہ بندہ وہ ہے جس کے اعمال صالحہ ہر روز آسمانوں پر چڑھتے رہے جس کی دعائیں ہر وقت قبولیت کا درجہ پاتی رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سچ ہے، فرشتوں نے کہا پھر اے ارحم الراحمین !ان کی آسانیوں کے وقت کے نیک اعمال کی بنا پر انہیں اس سختی سے نجات عطا فرما، چنانچہ فرمان باری ہوا کہ اے مچھلی !انہیں اگل دے اور مچھلی نے انہیں کنارے پر آ کر اگل دیا، یہاں بھی یہی فرمان ہو رہا ہے کہ اللہ نے اسے برگزیدہ بنا لیا اور نیک کاروں میں کر دیا، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو یونس بن متی سے افضل بتائے۔ بخاری ومسلم میں بھی یہ حدیث ہے [1] اگلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیرے بغض وحسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسلا دینا چاہتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے حمایت اور بچاؤ نہ ہوتا تو یقیناً ایسا کر گزرتے، اس آیت میں دلیل ہے اس امر پر کہ نظر کا لگنا اور اس کی تاثیر کا اللہ کے حکم سے ہونا حق ہے جیسا کہ بہت سی احادیث میں بھی ہے جو کئی سندوں سے مروی ہے، ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دم جھاڑ صرف نظر کا اور زہریلے جانوروں کا اور نہ تھمنے والے خون کا ہے [2] بعض سندوں میں نظر کا لفظ نہیں یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے [3] اور صحیح مسلم شریف میں بھی ایک قصہ کے ساتھ موقوفاً مروی ہے [4] اور بخاری شریف اور ترمذی میں بھی ہے، ایک غریب حدیث ابویعلی میں ہے کہ نظر میں کچھ بھی حق نہیں [5] سب سے سچا شگون فال ہے، یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب کہتے ہیں [6] اور روایت میں ہے کہ کوئی ڈر،

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالی وهل اتاك حدیث موسی (٣٣٩٥) ، (٣٤١٣) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب ذکر یونس وقول النبی لا یتعین لعبد ان یقول انا خیر من یونس ابن متی (٢٣٧٦) ابو داؤد (٤٦٦٩) مسند احمد (١/٣٩٠)]

[2] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الطب : باب ما جآء فی الرقیٰ (٣٨٨٩) مستدرك حاكم (٤/٤١٣)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (٨٣٨)]

[3] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الطب : باب ما رخص فیه من الرقی (٣٥١٣)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجه]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الطهارة : باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب (٢٠٠)]

[5] [صحیح : مسند احمد (٥/١٤٦) البزار كما فی مجمع الزوائد (٥/١٠٩)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (٨٨٩)]

[6] [ضعیف : ترمذی : کتاب الطب : باب ما جآء ان العین حق (٢٠٦١) مسند احمد (٥/٧٠) مسند ابویعلی (١٥٨٢)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، (٢٠٦١) السلسلة الضعیفه (٤٨٠٤)]

خوف‘ الو اور نظر نہیں اور نیک فالی سب سے سچا فال ہے‘ اور روایت میں ہے کہ نظر حق ہے‘ نظر حق ہے‘ وہ بلندی والے کو بھی اتار دیتی ہے (مسند احمد) (۱) صحیح مسلم میں ہے نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی جب تم سے غسل کرایا جائے تو غسل کر لیا کرو (۲)

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیتے ﴿أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ﴾ یعنی میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بھرپور کلمات کی پناہ میں سونپتا ہوں ہر شیطان سے اور ہر ایک زہریلے جانور سے اور ہر ایک لگ جانے والی نظر سے اور فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انہی الفاظ سے اللہ کی پناہ دیا کرتے تھے‘ یہ حدیث سنن میں اور بخاری شریف میں بھی ہے (۳) ابن ماجہ میں ہے کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کر رہے تھے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے تو ایسا بدن کسی پردہ نشین کا بھی نہیں دیکھا بس ذرا سی دیر میں بیہوش ہو کر گر پڑے لوگوں نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان کی خبر لیجئے یہ تو بیہوش ہو گئے آپ نے فرمایا کسی پر تمہارا شک بھی ہے لوگوں نے کہا ہاں عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ پر‘ آپ نے فرمایا تم میں سے کیوں کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کسی ایسی چیز کو دیکھے کہ اسے بہت اچھی لگے تو اسے چاہئے کہ اس کیلئے برکت کی دعا کرے پھر پانی منگوا کر عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم وضو کرو اور کہنیوں تک ہاتھ اور گھٹنے اور تہبند کے اندر کا حصہ جسم دھوڈالو۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا برتن کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اوندھا دو‘ نسائی وغیرہ میں بھی یہ روایت موجود ہے (۴) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ جنات کی اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے‘ جب سورۂ معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے انہیں لے لیا اور سب کو چھوڑ دیا (ابن ماجہ‘ ترمذی‘ نسائی) (۵) مسند وغیرہ میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے نبی صاحب

---

(۱) [حسن : مسند احمد (۱/۲۹٤)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[السلسلة الصحیحه (۱۲۵۰) صحیح الجامع الصغیر (٤١٤٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲٦۸۱)]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب السلام : باب الطب والمرضی والرقی (۲۱۸۸)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء (۳۳۷۱) ترمذی : کتاب الطب : باب کیف یعوذ الصبیان (۲۰٦۰) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القرآن (٤۷۳۷) ابن ماجه : کتاب الطب : باب ما عوذ به النبی و ما عوذ به (۳۵۲۵) مسند احمد (۱/۲۳٦)]

(۴) [صحیح : نسائی فی السنن الکبری : کتاب الطب : باب وضوء العائن (۷٦۱۷) ابن ماجه : کتاب الطب : باب العین (۳۵۰۹) مسند احمد (٤/۳۸٦) مصنف عبدالرزاق (۱۹۷٦٦) مشکل الآثار للطحاوی (٦/۳۸٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

(۵) [صحیح : ابن ماجه : کتاب الطب : باب من استرقی من العین (۳۵۱۱) ترمذی : کتاب الطب : باب ما جاء فی الرقیة بالمعوذتین (۲۰۵۸) نسائی : کتاب الاستعاذة : باب الاستعاذة من عین الجان (٥٤٩٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه، صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ﷺ کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا ﴿بِسْمِ اللهِ اَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنِ حَاسِدٍ وَاللهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللهِ اَرْقِيكَ﴾ [1] بعض روایات میں کچھ الفاظ کا ہیر پھیر بھی ہے، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ یقیناً نظر کا لگ جانا برحق ہے [2] مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ اس کا سبب شیطان ہے اور ابن آدم کا حسد ہے [3] مسند کی اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا ہے کیا تم نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ شگون تین چیزوں میں ہے گھر، گھوڑ اور عورت تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو میں رسول اللہ ﷺ پر وہ کہوں گا جو آپ نے نہیں فرمایا ہاں میں نے حضور ﷺ سے یہ تو سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے سچا شگون نیک فالی ہے اور نظر کا لگنا حق ہے [4] ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو نظر لگ جایا کرتی ہے تو کیا میں کچھ دم کرا لیا کروں آپ نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر جانے والی ہوتی تو وہ نظر تھی [5] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضور ﷺ کا نظر بد کا دم کرنے کا حکم مروی ہے۔ (ابن ماجہ) [6] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم کیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے اور جس کو نظر لگی ہے اسے اس پانی سے غسل کرایا جاتا تھا (احمد) [7] اور حدیث میں ہے، نہیں ہے الو اور نظر حق ہے اور سب سے سچا شگون فال ہے۔ مسند احمد میں بھی حضرت سہل اور حضرت عامر رضی اللہ عنہما والا قصہ جو اوپر بیان ہوا قدرے تفصیل کے ساتھ مروی ہے [8] بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ دونوں بزرگ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب السلام : باب الطب واعرض والرقی (٢١٨٦) ترمذی : کتاب الجنائز : باب ما جآء فی التعوذ للمریض (٩٧٢) مسند احمد (٢٨/٣)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب العین حق (٥٧٤٠) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب الطب واعرض والرقی (٢١٨٧) مسند احمد (٣١٩/٢)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٤٣٩/٢)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (١١٠/٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (٢٣٦٤)]

[4] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٢٨٩/٢)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح الادب المفرد (٧٠٦) السلسلة الصحيحة (٢٥٧٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ حسین سلیم اسد نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٠٣٢١) التعليق على مسند ابی يعلی (٦٦٣٢)]

[5] [صحیح : ترمذی : کتاب الطب : باب ما جآء فی الرقية من العين (٢٠٥٩) ابن ماجه : کتاب الطب : باب من استرقی من العين (٣٥١٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه]

[6] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب رقية العين (٥٧٣٨) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة (٢١٩٠) ابن ماجه : کتاب الطب : باب من استرقی من العين (٣٥١٢) مسند احمد (٦٣/٦)]

[7] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الطب : باب ما جآء فی العين (٣٨٨٠)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود]

[8] [صحیح : مسند احمد (٤٨٦/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٥٩٨٠)]

غسل کے ارادے سے چلے اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ پانی میں غسل کیلئے اترے اور ان کا بدن دیکھ کر حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی نظر لگ گئی اور وہ وہیں پانی میں خرخراہٹ کرنے لگے میں نے تین مرتبہ آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بتایا آپ خود تشریف لائے اور تھوڑے سے پانی میں کھچ کھچ کرتے ہوئے تہبند اونچا اٹھائے ہوئے وہاں تک پہنچے اوران کے سینے میں ہاتھ مارا اور دعا کی ﴿اَللّٰھُمَّ اصْرِفْ عَنْهُ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا﴾ اے اللہ! تو اس سے اس کی گرمی اور سردی اور تکلیف دور کردے الخ۔[1] مسند بزار میں ہے کہ میری امت کے قضاوقدر کے بعد اکثر موت نظر سے ہوگی[2] فرماتے ہیں نظر حق ہے انسان کو قبر تک پہنچادیتی ہے اور اونٹ کو ہنڈیا تک میری امت کی اکثر ہلاکی اسی میں ہے[3] ایک اور صحیح سند سے بھی یہ روایت مروی ہے[4] فرمان رسالت ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ الو کی وجہ سے بربادی کا یقین کرلینا کوئی حقیقت رکھتا ہے اور نہ حسد کوئی چیز ہے ہاں نظر سچ ہے[5] ابن عساکر میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ اس وقت غمزدہ تھے سبب پوچھا تو فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو نظر لگ گئی ہے فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے آپ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہو ﴿اَللّٰھُمَّ ذَاالسُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ ذَا الْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيَّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَالدَّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ﴾ یعنی اے اللہ! اے بہت بڑی بادشاہی والے اے زبردست قدیم احسانوں والے اے بزرگ تر چہرے والے اے پورے کلموں والے اور اے دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کو تمام جنات کی ہواؤں سے اور تمام انسانوں کی آنکھوں سے اپنی پناہ دے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی وہیں دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا لوگو! اپنی جانوں کو اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا نہیں۔[6]

پھر فرماتا ہے کہ جہاں یہ کافر اپنی حقارت بھری نظریں آپ پر ڈالتے ہیں وہاں اپنی طعنہ آمیز زبان بھی آپ

---

[1] [اسناد ضعیف: مسنداحمد (٤٤٧/٣) مسند ابو یعلی (٧١٩٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ "العین حق" صحیح ہیں اور یہ سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (١٥٧٠٠)]

[2] [ضعیف: مسند بزار (٣٠٥٢) العقیلی فی الضعفاء (٢٣١/٢) ابن عدی فی الکامل (١١٩/٤)] اس کی سند میں طالب بن حبیب راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف: اس میں یعقوب بن محمد اور اس کا استاد دونوں ضعیف ہیں۔]

[4] [ابو نعیم فی الحلیة (٩٠/٧)]

[5] [صحیح دون الجملہ وھذا اسناد ضعیف: مسند احمد (٢٢٢/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت "ولا حسد" کے الفاظ کے علاوہ صحیح ہے، البتہ یہ سند رشدین بن سعد کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٧٠٧٠)]

[6] [ضعیف: ابن عساکر فی تاریخه (٥٠٣/٨)] اس میں حارث اعور راوی ضعیف ہے۔]

پر کھولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن لانے میں مجنون ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے قرآن تو اللہ کی طرف سے تمام عالم کیلئے نصیحت نامہ ہے۔ الحمدللہ سورۂ نون کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الحاقۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ؕ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ
بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ
صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا
صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ
فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ
اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۙ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً
وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

سچ مچ آنے والی ○ کیا ہے حقیقتاً قائم ہونے والی؟ ○ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے؟ ○ اس کھڑکا دینے والی کو ثمودیوں اور عادیوں نے جھٹلایا تھا ○ جس کے نتیجہ میں ثمودی تو بے حد خوفناک اور اونچی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے ○ اور عادی بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے ○ جو ان پر برابر لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک بحکم الٰہی چلتی رہی پس تو دیکھے گا کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح پچھڑ گئے' جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں ○ کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے؟ ○ فرعون اور اس سے پہلے کے لوگوں اور جن کی بستیاں الٹ دی گئیں انہوں نے بھی خطائیں کیں ○ اور اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی بالآخر اللہ نے انہیں بھی زبردست گرفت میں لے لیا ○ جب پانی حد سے گزر گیا اس وقت ہم نے تمہیں چلتی کشتی پر چڑھا لیا ○ تا کہ اسے تمہارے لئے نصیحت اور یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں ○

﴿حَآقَّہ﴾ قیامت کا ایک نام ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وعدے وعید کی عملی تعبیر اور حقیقت کا دن وہی ہے' اسی لئے اس دن کی ہولناکیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا تم اس حاقہ کی صحیح کیفیت سے بے خبر ہو' پھر ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن جن لوگوں نے اسے جھٹلایا تھا اور پھر خمیازہ اٹھایا تھا تو فرمایا ثمودیوں کو دیکھو ایک طرف سے تو فرشتے کے دھاڑنے اور کلیجوں کو پاش پاش کر دینے والی آواز آتی ہے تو دوسری جانب زمین میں غضبناک بھونچال آتا ہے اور سب تہہ و بالا ہو جاتے ہیں' پس بقول حضرت قتادہ رحمہ اللہ "طَاغِيَه" کے معنی چنگھاڑ کے ہیں' اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد گناہ ہیں یعنی وہ اپنے گناہوں کے باعث برباد کر دیئے گئے' ربیع بن انس رضی اللہ عنہما اور ابن زید رضی اللہ عنہما کا

قول ہے کہ اس سے مراد ان کی سرکشی ہے۔ ابن زید رضی اللہ عنہما نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا﴾ [1] یعنی ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا، یعنی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور قوم عاد کے ٹھنڈی ہواؤں کے تیز جھونکوں سے ان کے دل چھید دیئے اور وہ نیست و نابود کر دیئے گئے، یہ آندھیاں جو خیر و برکت سے خالی تھیں اور فرشتوں کے ہاتھوں سے نکلتی تھیں برابر پے در پے لگا تار سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہیں، ان دنوں میں ان کیلئے سوائے نحوست و بربادی کے اور کوئی بھلائی نہ تھی اور جیسے اور جگہ ہے ﴿فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾ [2] حضرت ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن سے یہ شروع ہوئی تھیں بعض کہتے ہیں بدھ سے، ان ہواؤں کو عرب "اعجاز" اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے قوم عاد کی حالت "اعجاز" یعنی کھجوروں کے کھوکھلے تنوں جیسی ہوگئی، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً یہ ہوائیں جاڑوں کے آخر میں چلا کرتی ہیں اور عجز کہتے ہیں آخر کو، اور یہ وجہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قوم عاد کی ایک بڑھیا ایک غار میں گھس گئی تھی جو ان ہواؤں سے آٹھویں روز وہیں تباہ ہوگئی اور بڑھیا کو عربی میں "عجوز" کہتے ہیں، واللہ اعلم۔ خاویہ کے معنی ہیں خراب، گلا، سڑا، کھوکھلا، مطلب یہ ہے کہ ہواؤں نے انہیں اٹھا اٹھا کر الٹا پٹخا، ان کے سر پھٹ گئے، سروں کا چورا ہوگیا اور باقی جسم ایسا رہ گیا جیسے کھجور کے درخت کا پتوں والا سرا کاٹ کر صرف تنا رہنے دیا ہو، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صبا کے ساتھ میری مدد کی گئی یعنی مشرقی ہواؤں کے ساتھ اور عادی ہلاک کئے گئے دبور کے ساتھ یعنی مغربی ہوا سے [3] ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عادیوں کو ہلاک کرنے کیلئے ہواؤں کے خزانوں میں سے صرف انگوٹھی کے برابر جگہ کی کشادگی کی گئی تھی جس سے ہوائیں نکلیں اور پہلے وہ گاؤں اور دیہات والوں پر آئیں ان تمام مردوں عورتوں کو، چھوٹے بڑوں کو، ان کے مالوں اور جانوروں سمیت لے کر آسمان و زمین کے درمیان معلق کر دیا، شہریوں کو بوجہ بلندی اور کافی اونچائی کے یہ معلوم ہونے لگا کہ یہ سیاہ رنگ بادل چڑھا ہوا ہے خوش ہونے لگے کہ گرمی کے باعث جو ہماری بری حالت ہو رہی ہے اب پانی برس جائے گا اتنے میں ہواؤں کو حکم ہوا اور اس نے ان تمام کو ان شہریوں پر پھینک دیا یہ اور وہ سب ہلاک ہوگئے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس ہوا کے پر اور دم تھی۔ پھر فرماتا ہے بتاؤ کہ ان میں سے یا ان کی نسل میں سے کسی ایک کا نشان بھی تم دیکھ رہے ہو؟ یعنی سب کے سب تباہ، برباد کر دیئے گئے کوئی نام لینے والا، پانی پلانے والا بھی باقی نہ رہا۔ پھر فرمایا فرعون اور اس سے اگلے خطا کار، اور رسولوں کے نافرمانوں کا یہی انجام ہوا، ﴿قَبْلَهٗ﴾ کی دوسری قراءت ﴿قِبَلَهٗ﴾ بھی ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ فرعون اور اس کے پاس اور ساتھ کے لوگ یعنی فرعونی، قبطی، کفار۔ ﴿مُؤْتَفِكَاتُ﴾ سے مراد بھی پیغمبروں کی جھٹلانے والی اگلی امتیں ہیں، ﴿خَاطِئَه﴾ سے مطلب معصیت اور خطائیں ہیں، پس فرمایا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے

---

[1] [سورة الشمس: آیت ١١]

[2] [سورة فصلت: آیت ١٦]

[3] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الاستسقاء: باب قول النبي نصرت بالصبا (١٠٣٥) صحيح مسلم: كتاب صلاة الاستسقاء: باب في ريح الصباء والدبور (٩٠٠)]

زمانے کے رسول کی تکذیب کی' جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنۡ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾ ① یعنی ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی اور ان پر عذاب نازل ہوئے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک پیغمبر کا انکار گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا انکار ہے جیسے قرآن نے فرمایا ﴿کَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوۡحِ ۣالۡمُرۡسَلِیۡنَ﴾ ② اور فرمایا ﴿کَذَّبَتۡ عَادُ ۣالۡمُرۡسَلِیۡنَ﴾ ③ اور فرمایا ﴿کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ ۣالۡمُرۡسَلِیۡنَ﴾ ④ یعنی قوم نوح نے' عادیوں نے' ثمودیوں نے رسولوں کو جھٹلایا' حالانکہ سب کے پاس یعنی ہر ہر امت کے پاس ایک ہی رسول آیا تھا' یہی مطلب یہاں بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامبر کی نافرمانی کی' پس اللہ نے انہیں سخت ترمہلک بڑی دردناک المناک پکڑ میں پکڑ لیا۔ زاں بعد احسان جتاتا ہے کہ دیکھو جب نوح علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے زمین پر طوفان آیا اور پانی حد سے گزر گیا چاروں طرف ریل پیل ہوگئی' نجات کی کوئی جگہ نہ رہی اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھا لیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب قوم نوح علیہ السلام نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت اور ایذارسانی شروع کی اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آکر ان کی ہلاکت کی دعا کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا مشہور طوفان نوح نازل فرمایا جس سے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں تھے روئے زمین پر کوئی نہ بچا۔ پس سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل اور آپ کی اولاد میں سے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پانی کا ایک ایک قطرہ بہ اجازت اللہ پانی کے داروغہ فرشتے کے ناپ تول سے برستا ہے۔ اسی طرح ہوا کا ہلکا سا جھونکا بھی بے ناپ تولے نہیں چلتا لیکن عادیوں پر جو ہوائیں چلیں اور قوم نوح پر جو طوفان آیا وہ تو بے حد' بے شمار اور بغیر ناپ تول کے تھا اللہ کی اجازت سے پانی اور ہوا نے وہ زور باندھا کہ نگہبان فرشتوں کی کچھ نہ چلی اسی لئے قرآن میں ﴿طَغَا الۡمَآءُ﴾ اور ﴿بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ﴾ کے الفاظ ہیں' اسی لئے اس اہم احسان کو اللہ تعالیٰ یاد دلا رہا ہے کہ ایسے پرخطر موقعہ پر ہم نے تمہیں چلتی کشتی پر سوار کرا دیا' تاکہ یہ کشتی تمہارے لئے نمونہ بن جائے چنانچہ آج بھی ویسی ہی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے لمبے چوڑے سفر طے کر رہے ہو' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡفُلۡکِ وَالۡاَنۡعَامِ﴾ ⑤ الخ' یعنی تمہاری سواری کیلئے کشتیاں اور چوپائے جانور بنائے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور سوار ہو کر اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور جگہ فرمایا ﴿وَاٰیَۃٌ لَّہُمۡ اَنَّا حَمَلۡنَا﴾ ⑥ الخ' یعنی ان کیلئے ایک نشان قدرت یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری کشتی میں چڑھا لیا اور بھی ہم نے اس جیسی ان کی سواریاں پیدا کر دیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے اوپر کی اس آیت کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وہی کشتی نوح باقی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اگلوں نے بھی اسے دیکھا' لیکن زیادہ ظاہر مطلب پہلا ہی ہے' پھر فرمایا یہ اس لئے بھی کہ یاد رکھنے اور سننے والا کان اسے یاد کرے اور محفوظ کر لے اور اس نعمت کو نہ بھولے' یعنی صحیح سمجھ اور سچی سماعت والے عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والے جو اللہ کی باتوں اور اس کی نعمتوں سے بے پرواہی اور لاابالی نہیں برتتے ان

---

① [سورة ص : آیت ١٤]
② [سورة الشعراء: آیت ١٠٥]
③ [سورة شعراء: آیت ١٢٣]
④ [سورة الشعراء: آیت ١٤١]
⑤ [سورة الزخرف: آیت ١٢]
⑥ [سورة یٰسین : آیت ٤١]

کی پند ونصیحت کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا' ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب یہ الفاظ اترے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی بنا دے' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز سن کر پھر میں نے فراموش نہیں کی' یہ روایت ابن جریر میں بھی ہے لیکن مرسل ہے۔ [1] ابن ابی حاتم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں تجھے نزدیک کروں دور نہ کروں اور تجھے تعلیم دوں اور تو بھی یاد رکھے اور یہی تجھے بھی چاہئے اس پر یہ آیت اتری [2] یہ روایت دوسری سند سے بھی ابن جریر میں مروی ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا
دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝۱۴ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱۵ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ
وَّاهِيَةٌ ۝۱۶ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓي اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝۱۷
يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝۱۸

پس جبکہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی ○ اور زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی ○ اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل کمزور ہو جائے گا ○ اسکے کناروں پر فرشتے ہوں گے' اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے ○ اس دن تم سب سامنے پیش کئے جاؤ گے تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا ○

جب صور میں پھونکا جائے گا: قیامت کی ہولناکیوں کا بیان یہاں ہو رہا ہے جس میں سب سے پہلی گھبراہٹ پیدا کرنے والی چیز صور کا پھونکا جانا ہوگا جس سے سب کے دل دہل جائیں گے پھر "نفخہ" پھونکا جائے گا جس سے تمام زمین و آسمان کی مخلوق بیہوش ہو جائے گی مگر جسے اللہ چاہے پھر صور پھونکا جائے گا جس کی آواز سے تمام مخلوق اپنے رب کے سامنے کھڑی ہو جائے گی یہاں اسی پہلے "نفخہ" کا بیان ہے۔ یہاں بطور تاکید کے یہ بھی فرما دیا کہ یہ اٹھ کھڑے ہونے کا "نفخہ" ایک ہی ہے اس لئے کہ جب اللہ کا حکم ہو گیا پھر تو نہ اس کا خلاف ہو سکتا ہے نہ وہ ٹل سکتا ہے' نہ دوبارہ فرمان کی ضرورت ہے' اور نہ تاکید کی' امام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد آخری "نفخہ" ہے لیکن ظاہر قول وہی ہے جو ہم نے کہا' اسی لئے یہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ زمین و آسمان اٹھا لئے جائیں گے اور کھال کی طرح پھیلا دیئے جائیں گے اور زمین بدل دی جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آسمان ہر کھلنے کی جگہ سے پھٹ جائے گا' جیسے سورۂ نبا میں ہے ﴿ وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ

---

[1] [مرسل : تفسير ابن جرير الطبرى (٣٤٧٧١)]

[2] [ضعیف : تفسير ابن جرير الطبرى (٣٤٧٧٢) ابو نعيم فى الحلية (١/ ٦٧)] اس کی سند میں عبداللہ بن زبیر راوی ضعیف ہے۔]

﴿فَكَانَتْ اَبْوَابًا﴾ [1] یعنی آسمان کھول دیا جائے گا' اور دروازے دروازے ہو جائے گا' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور غاریں پڑ جائیں گی اور شق ہو جائے گا عرش اس کے سامنے ہوگا' فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر فرمایا قیامت والے دن آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے' پس یا تو مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا اس عرش کا اٹھانا مراد ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلوں کیلئے ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہوں گے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا ایک سو سال کا راستہ ہے' ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گردن اور کان کے نیچے کی نوک کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرندہ سات سو سال تک اڑتا چلا جائے' اس کی سند بہت عمدہ ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں' اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا [2] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہ مروی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اعلیٰ فرشتوں کے آٹھ حصے ہیں جن میں سے ہر ایک حصہ کی گنتی تمام انسانوں جنوں اور سب فرشتوں کے برابر ہے۔ پھر فرمایا قیامت کے روز تم اس اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے جو پوشیدہ کو اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے جس طرح کھلی سے کھلی چیز کا وہ عالم ہے اسی طرح چھپی سے چھپی چیز کو وہ جانتا ہے' اسی لئے فرمایا تمہارا کوئی بھید اس روز چھپ نہ سکے گا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے لوگو! اپنی جانوں کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا آپ اندازہ کر لو اس سے پہلے کہ ان اعمال کا وزن کیا جائے تاکہ کل قیامت والے دن تم پر آسانی ہو جس دن کہ تمہارا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور بڑی پیشی میں خود اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سامنے تم پیش کر دیئے جاؤ گے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں گے پہلی اور دوسری بار تو عذر معذرت اور جھگڑا بحث کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑائے جائیں گے' کسی کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں' یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے [3] حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی یہی روایت ابن جریر میں مروی ہے' اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اس جیسی روایت مرسل مروی ہے۔

---

[1] [سورۃ النبا : آیت ۱۹]

[2] [حسن : ابو داؤد : کتاب السنۃ : باب فی الجھمیۃ (۴۷۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود، السلسلۃ الصحیحہ (۱۵۱)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع : باب ما جاء فی العرض (۲۴۲۵) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب ذکر البعث (۴۲۷۷) مسند احمد (۴/۴۱۴)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجہ (۹۳۲)]

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾

سو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو کہنے لگے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھو ○ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب سے ملنا ہے ○ پس وہ ایک من مانی زندگی میں ہوگا ○ بلند و بالا جنت میں ○ جس کے میوے جھکے پڑتے ہوں گے ○ (ان سے کہا جائے گا) کہ کھاؤ پیو سہتا پیتا اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانہ میں کئے ○

دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ لینے والوں کی خوشی: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ جو خوش نصیب لوگ قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال اپنے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے اور جوش مسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ میرا نامہ اعمال تو پڑھو اور یہ اس لئے کہ جو گناہ بتقضائے بشریت ان سے ہو گئے وہ بھی ان کی توبہ سے نامہ اعمال میں سے مٹا دیئے گئے ہیں اور نہ صرف مٹا دیئے گئے ہیں بلکہ ان کی بجائے نیکیاں لکھ دی گئی ہیں، پس یہ سراسر نیکیوں کا نامہ اعمال ایک ایک کو پورے سرور اور سچی خوشی سے دکھاتے پھریں گے، عبدالرحمن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں '**ھَا**' کے بعد لفظ '**ؤُمْ**' زیادہ ہے لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ '**ھَآؤُمُ**' معنی میں '**ھَاکُمْ**' کے ہے، حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چپکے سے حجاب میں مومن کو اس کا نامہ اعمال دیا جاتا ہے جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہوتے ہیں یہ اسے پڑھتا ہے اور ہر ایک گناہ پر اس کے ہوش اڑ اڑ جاتے ہیں چہرے کی رنگت پھیکی پڑ جاتی ہے اتنے میں اس کی نگاہ اپنی نیکیوں پر پڑتی ہے جب انہیں پڑھنے لگتا ہے تب ذرا چین پڑتا ہے ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور چہرہ کھل جاتا ہے پھر نظریں جما کر پڑھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی برائیاں بھی بھلائیوں سے بدل دی گئی ہیں ہر برائی کی جگہ بھلائی لکھی ہوئی ہے، اب تو اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور خوشی خوشی نکل کھڑا ہوتا ہے اور جو ملتا ہے اس سے کہتا ہے ذرا میرا اعمال نامہ تو پڑھنا، حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ جنہیں فرشتوں نے ان کی شہادت کے بعد غسل دیا تھا ان کے لڑکے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قیامت والے دن اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کی برائیاں اس کے نامہ اعمال کی پشت پر لکھی ہوئی ہوں گی جو اس پر ظاہر کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ بتا کیا تو نے یہ اعمال کئے ہیں؟ وہ اقرار کرے گا کہ ہاں بیشک اللہ یہ برائیاں مجھ سے ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ میں نے دنیا میں بھی تجھے رسوا نہیں کیا نہ فضیحت کیا اب یہاں بھی میں تجھ سے درگزر کرتا ہوں اور تیرے تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، جب یہ اس سے فارغ ہوگا تب اپنا نامہ اعمال لے کر خوشی سے ایک ایک کو دکھاتا پھرے گا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما والی صحیح حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو اپنے پاس بلائے گا اور اس سے اس کے گناہوں کی بابت پوچھے گا کہ فلاں گناہ کیا ہے فلاں گناہ کیا؟ یہ اقرار کرے گا

یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ اب ہلاک ہوا اس وقت جناب باری عزاسمہ فرمائے گا اے میرے بندے! میں نے دنیا میں بھی تیری ان برائیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اب آج تجھے کیا رسوا کروں؟ جا میں نے تجھے بخشا پھر اس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے جس میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں لیکن کافروں اور منافقوں کے بارے میں تو گواہ پکار اٹھتے ہیں کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ کہا لوگو سنو! ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ (۱) پھر فرماتا ہے کہ یہ داہنے ہاتھ کے نامہ اعمال والا کہتا ہے کہ مجھے تو دنیا میں ہی یقین کامل تھا کہ یہ حساب کا دن قطعاً آنے والا ہے' جیسے اور جگہ فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ﴾ (۲) یعنی انہیں یقین تھا کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ فرمایا ان کی جزا یہ ہے کہ یہ پسندیدہ اور دل خوش کن زندگی پائیں گے' اور بلند و بالا بہشت میں رہیں گے' جس کے محلات اونچے اونچے ہوں گے جن میں حوریں خوبصورت اور نیک سیرت ہوں گی جو گھر نعمتوں کے بھرپور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ٹلنے والی نہ ختم ہونے والی بلکہ کمی سے بھی محفوظ ہوں گی' ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اونچے نیچے مرتبے والے جنتی آپس میں ملاقاتیں بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں بلند مرتبہ لوگ کم مرتبہ لوگوں کے پاس ملاقات کیلئے اتر آئیں گے اور خوب محبت و اخلاص سے سلام مصافحے اور آؤ بھگت ہوگی ہاں البتہ نیچے والے بہ سبب اپنے اپنے اعمال کی کمی کے اوپر نہ چڑھیں گے (۳) ایک اور صحیح حدیث میں ہے جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ (۴) پھر فرماتا ہے اس کے پھل نیچے نیچے ہوں گے' حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس قدر جھکے ہوئے ہوں گے کہ جنتی اپنے چھپرکھٹ پر لیٹے ہی لیٹے ان میووں کو توڑ لیا کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر جنتی کو اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا پروانہ ملے گا جس میں لکھا ہوا ہوگا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ اَدْخِلُوْهُ جَنَّةً عَالِيَةً قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾ (۵) یعنی اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع یہ پروانہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں شخص کیلئے جو فلاں کا بیٹا ہے اسے بلند و بالا جھکی ہوئی شاخوں اور لدے پھندے ہوئے خوشوں والی خوشگوار جنت میں جانے

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب قول اللہ تعالی الالعنة اللہ علی الظالمین (۲٤٤١) ، (٤٦٨٥) صحیح مسلم : کتاب التوبه : باب فی سعة رحمة اللہ تعالی علی المومنین (۲۷٦۸) ابن ماجه : کتاب السنة : باب فیما انکرت الجهمیة (۱۸۳) مسند احمد (۲/۷٤)]

(۲) [سورۃ البقرہ: آیت ٤٦]

(۳) [ضعیف : اس کی سند میں سعید بن یوسف راوی ضعیف ہے۔[ملاحظہ فرمائیے :المیزان (۳۲۹۸)]

(۴) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد والسیر : باب درجات المجاهدین فی سبیل اللہ (۲۷۹۰) مسند احمد (٤/۲۳٥)]

(۵) [ضعیف : طبرانی کبیر (٦۱۹۱) ابن عدی (۱/۳٤٤) العلل المتناهیه لابن جوزی (۱٥٤۷)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/٤۰۱)]

دو۔ (طبرانی) بعض روایتوں میں ہے یہ پروانہ پل صراط پر حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا انہیں بطور احسان اور مزید لطف و کرم کے زبانی بھی کھانے پینے کی رخصت مرحمت ہوگی اور کہا جائے گا کہ یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے۔ اعمال کا بدلہ کہنا صرف بطور لطف کے ہے (1) ورنہ صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں عمل کرتے جاؤ' سیدھے اور قریب قریب رہو اور جان رکھو کہ صرف اعمال جنت میں لے جانے کیلئے کافی نہیں۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ آپ کے اعمال بھی؟ فرمایا نہ میرے' ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت شامل حال ہو۔ (2)

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ (25)
وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ (26) يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ (27) مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ (28)
هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ (29) خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ (30) ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ (31) ثُمَّ فِيْ
سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۭ (32) اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
الْعَظِيْمِ ۙ (33) وَلَا يَحُضُّ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۭ (34) فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ (35)
وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ (36) لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ۧ (37)

لیکن جسے اس کے اعمال کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی۔ وہ تو کہے گا کاش مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی ○ اور میں اپنے حساب کی کیفیت جانتا ہی نہیں ○ کاش کہ موت میرا کام ہی تمام کر دیتی ○ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا ○ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا ○ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو ○ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو ○ پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز کی ہے جکڑ دو ○ بیشک یہ اللہ بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا ○ اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا ○ پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی اور غذا ہے ○ جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا ○

بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ لینے والے اور ان کی پریشانی: یہاں گنہگاروں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب میدان قیامت میں انہیں ان کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ نہایت ہی پریشان اور پشیمان ہوں گے' اور حسرت و افسوس سے کہیں گے کاش کہ ہمیں عمل نامہ ملتا ہی نہ اور کاش کہ ہم اپنے حساب کی اس کیفیت سے آگاہ ہی نہ ہوتے کاش کہ موت نے ہی ہمارا کام ختم کر دیا ہوتا اور یہ دوسری زندگی سرے سے ہمیں ملتی ہی نہ' جس موت سے دنیا میں بہت ہی گھبراتے تھے آج اس کی آرزوئیں کریں گے' یہ کہیں گے کہ ہمارے مال و جاہ نے بھی آج ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری ان چیزوں نے بھی عذاب ہم سے نہ ہٹائے' تنہا ہماری ذات پر یہ وبال آ پڑے نہ کوئی

---

(1) [ضعیف : العلل المتناهيه لابن جوزی (١٥٤٨)] اس کی سند میں سعدان راوی مجہول ہے۔]

(2) [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الرقاق : باب القصد والمداومة على العمل (٦٤٦٧) صحيح مسلم : كتاب صفات المنافقين : باب لن يدخل بعمله (٢٨١٨)]

مددگار ہمیں نظر آتا ہے نہ بچاؤ کی کوئی صورت دکھائی دیتی ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا اسے پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو اور اسے جہنم میں لے جاؤ اور اس میں پھینک دو' حضرت منہال بن عمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو' ستر ہزار فرشتے اس کی طرف لپکیں گے جن میں سے اگر ایک فرشتہ کو بھی اس طرح اللہ تعالیٰ حکم کرے تو ایک چھوڑ ستر ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے' ابن ابی الدنیا میں ہے کہ چار لاکھ فرشتے اس کی طرف دوڑیں گے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی مگر اسے توڑ پھوڑ دیں گے یہ کہے گا تمہیں مجھ سے تعلق؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ تجھ پر غضبناک ہے اور اس وجہ سے ہر چیز تجھ پر غصے میں ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے اس فرمان کے سرزد ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اس کی طرف غصے سے دوڑیں گے جن میں سے ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہے گا کہ اسے میں طوق پہناؤں' پھر اسے جہنم کی آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہوگا' پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائے گا جن کا ایک ایک حلقہ بقول حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ناپ فرشتوں کے ہاتھ کا ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرو دی جائیں گی' پاخانے کے راستے سے ڈال دی جائیں گی اور منہ سے نکالی جائیں گی اور اس طرح آگ میں بھونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب اور تیل میں ٹڈی' یہ بھی مروی ہے کہ پیچھے سے یہ زنجیریں ڈالی جائیں گی اور ناک کے دونوں نتھنوں سے نکالی جائیں گی۔ جس سے کہ وہ پیروں کے بل کھڑا ہی نہ ہو سکے گا۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو زمین پر وہ ایک رات میں آجائے گا لیکن اگر اسی کو جہنمیوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے' یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتاتے ہیں۔ [1] پھر فرمایا کہ یہ اللہ عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا نہ مسکین کو کھلا دینے کی رغبت دیتا تھا' یعنی نہ تو اللہ کی اطاعت وعبادت کرتا تھا نہ اللہ کی مخلوق کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچاتا تھا' اللہ کا حق تو مخلوق پر یہ ہے کہ اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان وسلوک کریں بھلے کاموں میں آپس میں امداد پہنچاتے رہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق کو عموماً ایک ساتھ فرمایا جیسے نماز پڑھو اور زکوۃ دو' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت میں ان دونوں کو ایک ساتھ فرمایا کہ نماز کی حفاظت کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ [2]

پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہاں پر آج کے دن اس کا کوئی خالص دوست ایسا نہیں نہ قریبی رشتہ دار یا سفارشی ایسا

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة جهنم : باب باب فی بعد قعر جهنم (۲۵۸۸) مسند احمد (۲/۱۹۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (۴/۲۳۲)]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی حق المملوك (۵۱۵۶) ابن ماجه : کتاب الوصایا : باب هل اوصی رسول الله (۶۹۸) نسائی فی السنن الکبری : کتاب الوفاة : باب ذکر ما کان یقوله النبی فی مرضه (۷۰۹۴) مستدرك حاکم (۳/۵۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (۷/۲۳۷)]

ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچا سکے اور نہ اس کیلئے کوئی غذا ہے سوائے بدترین سڑی بسی بیکار چیز جس کا نام "غسلین" ہے یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے کہ اسی کا دوسرا نام "زقوم" ہو اور "غسلین" کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جہنمیوں کے بدن سے جو خون اور پانی بہتا ہے وہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی پیپ وغیرہ۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۳﴾

پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو ○ اور انکی جنہیں تم نہیں دیکھتے ○ کہ بیشک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہے ○ یہ کسی شاعر کا قول نہیں (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے ○ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے افسوس بہت کم نصیحت لے رہے ہو ○ (یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے ○

ظاہر و باطن اللہ کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے اپنی ان نشانیوں کی قسم کھا رہا ہے جنہیں لوگ دیکھ رہے ہیں اور ان کی بھی جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اس بات پر کہ قرآن کریم اس کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے اور اپنے برگزیدہ رسول ﷺ پر اتاری ہے جسے اس نے ادائے امانت اور تبلیغ رسالت کیلئے پسند فرما لیا ہے۔ رسول کریم سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اس کی اضافت حضور ﷺ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ اس کے مبلغ اور پہنچانے والے آپ ﷺ ہی ہیں۔ اسی لئے لفظ رسول لائے ہیں۔ کیونکہ رسول تو پیغام اپنے بھیجنے والے کا پہنچاتا ہے گو زبان اس کی ہوتی ہے لیکن کہا ہوا بھیجنے والے کا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سورۂ تکویر میں اس کی نسبت اس رسول کی طرف کی گئی ہے جو فرشتوں میں سے ہیں فرمان ہے ﴿اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ﴾ [1] الخ یعنی یہ قول اس بزرگ رسول کا ہے جو قوت والا اور مالک عرش کے پاس رہنے والا ہے وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے اور ہے بھی وہ امانت دار اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اسی لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی محمد ﷺ مجنون نہیں بلکہ آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صاف کناروں پر دیکھا بھی ہے اور وہ پوشیدہ علم پر بخیل بھی نہیں نہ یہ شیطان رجیم کا قول ہے اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ نہ تو یہ شاعر کا کلام ہے نہ کاہن کا قول ہے البتہ تمہارے ایمان میں اور نصیحت حاصل کرنے میں کمی ہے پس کبھی تو اپنے کلام کی نسبت رسول انسی کی طرف کی اور کبھی رسول ملکی کی طرف اس لئے کہ یہ اس کے پہنچانے والے لانے والے ہیں اور اس پر امین ہیں ہاں دراصل کلام کس کا ہے؟ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرما دیا کہ یہ اتارا ہوا رب العالمین کا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کے پاس گیا دیکھا کہ مسجد حرم میں پہنچ گئے ہیں میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ نے سورۂ الحاقہ شروع کی

---

[1] [سورۃ التکویر: آیت ۱۹]

جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں یہ شخص شاعر ہے ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں کہ یہ قول رسول کریم کا ہے شاعر کا نہیں تم میں ایمان ہی کم ہے تو میں نے کہا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے ادھر آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ یہ کاہن کا قول بھی نہیں تم نے نصیحت ہی کم لی ہے اب آپ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کی۔ فرماتے ہیں یہ پہلا واقعہ تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور روئی روئی میں اسلام کی سچائی گھس گئی [1] پس یہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے ہم نے آپ کے اسلام لانے کی پوری کیفیت سیرت عمر رضی اللہ عنہ میں لکھ دی ہے۔ واللہ الحمد والمنہ۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع

اور اگر یہ ہم پر کوئی بات بنالیتا ہے ○ تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ○ پھر اس کی رگ دل کاٹ دیتے ○ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ تھا ○ یقیناً یہ قرآن پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے ○ ہمیں پوری طرح علم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے ہیں ○ بیشک یہ جھٹلانا کافروں پر حسرت ہے ○ اور بیشک وشبہ یقینی حق ہے ○ پس تو اپنے بزرگ پروردگار کی پاکی بیان کیا کر ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت ترین آیت: یہاں فرمان باری ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو اگر فی الواقع ہمارے یہ رسول ایسے ہی ہوتے کہ ہماری رسالت میں کچھ کمی بیشی کر ڈالتے یا ہماری نہ کہی ہوئی بات ہمارے نام سے بیان کر دیتے تو یقیناً اس وقت انہیں بدترین سزا دیتے یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر اس کی وہ رگ کاٹ ڈالتے جس پر دل معلق ہے اور کوئی ہمارے اور اس کے درمیان بھی نہ آ سکتا کہ اسے بچانے کی کوشش کرے، پس مطلب یہ ہوا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سچے پاک باز رشد و ہدایت والے ہیں اسی لیے اللہ نے زبردست تبلیغی خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ رکھی ہے اور اپنی طرف سے بہت سے زبردست معجزے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کی بہترین بڑی بڑی نشانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرما رکھی ہیں۔ پھر فرمایا یہ قرآن متقیوں کیلئے تذکرہ ہے، جیسے اور جگہ ہے کہ کہہ دو یہ قرآن ایمانداروں کیلئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمان تو اندھے بہرے ہی ہیں، پھر

[1] [ضعیف و منقطع: مسند احمد (۱/۱۷) مجمع الزوائد (۱۴۴۰۷)] امام ہیثمیؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۰۷)] مزید دیکھئے: السلسلة الضعیفة (۶۵۳۱)]

فرمایا باوجود اس صفائی اور کھلے حق کے ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اسے جھوٹا بتلاتے ہیں' یہ تکذیب ان لوگوں کیلئے قیامت کے دن باعث حسرت وافسوس ہوگی' یا یہ مطلب کہ یہ قرآن اور اس پر ایمان حقیقتاً کفار پر حسرت کا باعث ہوگا' جیسے اور جگہ ہے اسی طرح ہم اسے گنہگاروں کے دلوں میں اتارتے ہیں پھر وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور جگہ ہے ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ﴾ [1] ان میں اور ان کی خواہش میں حجاب ڈال دیا گیا ہے' پھر فرمایا یہ خبر بالکل سچ حق اور بے شک وشبہ ہے' پھر اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اس قرآن کے نازل کرنے والے رب عظیم کے نام کی بزرگی اور پاکیزگی بیان کرتے رہو۔ اللہ کے فضل سے سورۂ الحاقہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ المعارج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝١ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝٢ مِّنَ اللّٰهِ ذِي
الْمَعَارِجِ ۝٣ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ
اَلْفَ سَنَةٍ ۝٤ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝٥ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝٦ وَّنَرٰىهُ
قَرِيْبًا ۝٧

اللہ تعالیٰ بخشش ورحم کرنے والا کے نام سے شروع

ایک طلب کرنیوالے نے اس عذاب کی خواہش کی جو ہونے والا ہے ○ کافروں پر جسے کوئی ہٹانے والا نہیں ○ اس اللہ کی طرف سے جو سیڑھیوں والا ہے ○ جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے ○ پس تو بھلی طرح صبر کر ○ بیشک یہ اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں ○ اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں ○

﴿بِعَذَابٍ﴾ میں جو "ب" ہے وہ بتلا رہی ہے کہ یہاں فعل تضمین ہے گویا کہ فعل مقدر ہے یعنی یہ کافر عذاب کے واقع ہونے کی طلب میں جلدی کر رہے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ [2] یعنی یہ عذاب کے مانگنے میں عجلت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا' یعنی اس کا عذاب یقیناً اپنے وقت مقررہ پر آکر ہی رہے گا' نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وارد ہے کہ کافروں نے اللہ کا عذاب مانگا جو ان پر یقیناً آنے والا ہے' یعنی آخرت میں' ان کی اس طلب کے الفاظ بھی دوسری جگہ قرآن میں منقول ہیں کہتے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ [3] یعنی الٰہی اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے تو پھر ہم پر آسمان

---

[1] [سورۃ سبا: آیت ٥٤] [2] [سورۃ الحج : آیت ٤٧]

[3] [سورۃ الانفال: آیت ٣٢]

سے پتھر برسایا ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب لا‘ ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ عذاب کی وادی ہے جو قیامت کے دن عذابوں سے بہہ نکلے گی‘ لیکن یہ قول ضعیف ہے اور مطلب سے بہت دور ہے صحیح قول پہلا ہی ہے جس پر روش کلام کی دلالت ہے پھر فرماتا ہے کہ وہ عذاب کافروں کے لئے تیار ہے اور ان پر آن پڑنے والا ہے جب آ جائے گا تو اسے دور کرنے والا نہیں اور نہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اسے ہٹا سکے۔ ”**ذِی الْمَعَارِجِ**“ کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق درجوں والا ہے‘ یعنی بلندیوں اور بزرگیوں والا‘ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد ”معارج“ سے آسمان کی سیڑھیاں ہیں‘ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں فضل وکرم اور نعمت ورحم والا‘ یعنی یہ عذاب اس اللہ کی طرف سے ہے جو ان صفتوں والا ہے‘ اس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں‘ روح کی تفسیر میں حضرت ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی مخلوق ہے انسان تو نہیں لیکن انسانوں سے بالکل مشابہ ہے‘ میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہوں اور یہ عطف ہو عام پر خاص کا‘ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد بنی آدم کی روحیں ہوں‘ اس لئے کہ وہ بھی قبض ہونے کے بعد آسمانوں کی طرف چڑھتی ہیں‘ جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث میں ہے کہ جب فرشتے پاک روح نکالتے ہیں تو اسے لے کر ایک آسمان سے دوسرے پر چڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں‘ گو اس کے بعض راویوں میں کلام ہے لیکن یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی شہادت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ہے جیسے کہ پہلے بروایت امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ گزر چکی ہے جس کی سند کے راوی ایک جماعت کی شرط پر ہیں‘ پہلی حدیث بھی مسند احمد‘ ابوداؤد‘ نسائی اور ابن ماجہ میں ہے‘ ہم نے اس کے الفاظ اور اس کے طرق کا بسیط بیان آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [1] الخ کی تفسیر میں کر دیا ہے۔ پھر فرمایا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے اس میں چار قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد دوری ہے جو ’اسفل السافلین‘ سے عرش معلی تک ہے اور اسی طرح عرش کے نیچے سے اوپر تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے‘ اور عرش معلی سرخ یاقوت کا ہے۔ جیسے کہ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”صفة العرش“ میں ذکر کیا ہے‘ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے حکم کی انتہا نیچے کی زمین سے آسمانوں کے اوپر تک کی پچاس ہزار سال کی ہے اور ایک دن ایک ہزار سال کا ہے یعنی آسمان سے زمین تک اور زمین سے آسمان تک ایک دن میں جو ایک ہزار سال کے برابر ہے‘ اس لئے کہ آسمان وزمین کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے یہی روایت دوسرے طریق سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے قول سے مروی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے نہیں‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ ہر زمین کی موٹائی پانچ سو سال کے فاصلہ کی ہے اور ایک زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی دوری ہے تو سات ہزار سال یہ ہو گئے‘ اسی طرح آسمان‘ تو چودہ ہزار سال یہ مدت ہوئی اور ساتویں آسمان سے عرش عظیم تک چھتیس ہزار سال کا فاصلہ ہے یہی معنی ہیں اللہ کے اس فرمان کے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر

---

[1] [سورہ ابراھیم : آیت ۲۷]

ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے یہ کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے تب سے لے کر قیامت کی اس کے بقا کی آخر تک مدت پچاس ہزار سال کی ہے' چنانچہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی کل عمر پچاس ہزار سال کی ہے' اور یہی ایک دن ہے جو اس آیت میں مراد لیا گیا ہے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا کی پوری مدت یہی ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر گزر گئی ہے اور کتنی باقی ہے سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ دن ہے جو دنیا اور آخرت میں فاصلے کا ہے' حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بہ سند صحیح مروی ہے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بھی یہی قول فرماتے ہیں' ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ پچاس ہزار سال کا کر دے گا' مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا یہ دن تو بہت ہی بڑا ہے آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ مومن پر اس قدر ہلکا ہو جائے گا کہ دنیا کی ایک فرض نماز کی ادائیگی میں جتنا وقت لگتا ہے اس سے بھی کم ہوگا' یہ حدیث ابن جریر میں بھی ہے اس کے دو راوی ضعیف ہیں [1] واللہ اعلم۔

مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص گزرا لوگوں نے کہا حضرت یہ اپنے قبیلے میں سب سے بڑا مالدار ہے آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا کیا واقع میں تم سب سے زیادہ مالدار ہو؟ اس نے کہا ہاں میرے پاس رنگ برنگ سینکڑوں اونٹ' قسم قسم کے غلام' اعلیٰ اعلیٰ درجے کے گھوڑے وغیرہ ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو خبردار ایسا نہ ہو کہ یہ جانور اپنے پاؤں سے تمہیں روندیں اور اپنے سینگوں سے تمہیں ماریں بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ عامری کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور اس نے کہا حضرت یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے ان کی سختی میں اور ان کی آسانی میں اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک چٹیل لمبے چوڑے صاف میدان میں چت لٹائے گا اور ان تمام جانوروں کو خوب موٹا تازہ کر کے حکم دے گا کہ اسے روندتے ہوئے چلو چنانچہ ایک ایک کر کے اسے کچلتے ہوئے گزریں گے جب آخر والا گزر جائے گا تو اول والا لوٹ آئے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا' اسی طرح گائے گھوڑے بکری وغیرہ یہی سینگ دار جانور اپنے سینگوں سے بھی اسے مارتے جائیں گے کوئی ان میں بے سینگ کا یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا نہ ہوگا' عامری نے پوچھا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایئے اونٹوں میں اللہ کا حق کیا ہے؟ فرمایا مسکینوں کو سواری کیلئے تحفۃً دینا غرباء کے ساتھ سلوک کرنا دودھ پینے کیلئے جانور دینا ان کے نروں کی ضرورت جنہیں مادہ کیلئے ہو انہیں مانگا ہوا بے قیمت دینا' یہ حدیث ابوداؤد اور

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۳/ ۷۵) مسند ابو یعلی (۱۳۹۰)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند اس کے راوی کے ضعف کے باوجود حسن ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/ ۶۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۱۷۱۷)]

نسائی میں بھی دوسری سند سے مذکور ہے [1] مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ جو سونے چاندی کے خزانے والا اس کا حق ادا نہ کرے اس کا سونا چاندی تختیوں کی صورت میں بنایا جائے گا اور جہنم کی آگ میں تپا کر اس کی پیشانی کروٹ اور پیٹھ داغی جائے گی یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے فیصلے کر لے اس دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی سے پچاس ہزار سال کی ہوگی پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا' پھر آگے بکریوں اور اونٹوں کا بیان ہے جیسے اوپر گزرا۔

اور یہ بھی بیان ہے کہ گھوڑے تین قسم کے لوگوں کیلئے ہیں' ایک تو اجر دلانے والے' دوسری قسم کے پردہ پوشی کرنے والے' تیسری قسم کے بوجھ ڈھانے والے۔ یہ حدیث پوری پوری صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔ [2] ان روایتوں کے پورا بیان کرنے کی اور ان کی سندوں کی اور الفاظ کے تمام تر نقل کرنے کی مناسب جگہ احکام کی کتاب الزکوۃ ہے' یہاں ان کے وارد کرنے سے ہماری غرض صرف ان الفاظ سے ہے کہ یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا' اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص پوچھتا ہے کہ وہ دن کیا ہے' جس کی مقدار ایک ہزار سال کی ہے؟ آپ فرماتے ہیں اور وہ دن کیا ہے جو پچاس ہزار سال کا ہے؟ اس نے کہا حضرت میں تو خود دریافت کرنے آیا ہوں؟ آپ نے فرمایا یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو ان کی حقیقت کا بخوبی علم ہے میں تو باوجود نہ جاننے کے کتاب اللہ میں کچھ کہنا مکروہ جانتا ہوں۔ پھر فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنی قوم کو جھٹلانے پر اور عذاب کے مانگنے کی جلدی پر جسے وہ اپنے نزدیک نہ آنے والا جانتے ہیں صبر وتحمل کرو' جیسے اور جگہ ہے ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا﴾ [3] الخ'

یعنی بے ایمان تو قیامت کے جلد آنے کی تمنائیں کرتے ہیں اور ایمان دار اس کے آنے کو حق جان کر اس سے ڈر رہے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی فرمایا کہ یہ تو اسے دور جان رہے ہیں بلکہ محال اور واقع نہ ہونے والا مانتے ہیں لیکن ہم اسے قریب ہی دیکھ رہے ہیں' یعنی مومن تو اس کا آنا حق جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب آیا ہی چاہتی ہے' نہ جانے کب قیامت قائم ہو جائے اور کب عذاب آ پڑیں' کیونکہ اسکے صحیح وقت کو تو سوائے اللہ کے اور کوئی جانتا ہی نہیں پس ہر وہ چیز جس کے آنے اور ہونے میں کوئی شک نہ ہو اسکا آنا قریب ہی سمجھا جاتا ہے اور اسکے ہو پڑنے کا ہر وقت کھٹکا ہی رہتا ہے۔

---

[1] [حسن لغیرہ : مسند احمد (۲/۴۸۹) نسائی : کتاب الزکاۃ : باب التغلیظ فی حبس الزکاۃ (۲۴۴۲) ابو داؤد : کتاب الزکاۃ : باب فی حقوق المال (۱۶۶۰)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔ [صحیح ابو داود ، صحیح ابن ماجہ]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب اثم مانع الزکاۃ (۹۸۷) مسند احمد (۲/۲۶۲)]

[3] [سورۃ الشوری : آیت ۱۸]

يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ ۙ﴿۸﴾ وَ تَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ لَا يَسۡـَٔلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًا ﴿ۚۖ۱۰﴾ يُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ ؕ يَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ يَفۡتَدِىۡ مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِئِذٍۢ بِبَنِيۡهِ ۙ﴿۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيۡهِ ۙ﴿۱۲﴾ وَ فَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـــٔۡوِيۡهِ ۙ﴿۱۳﴾ وَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ ثُمَّ يُنۡجِيۡهِ ۙ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿ۚۖ۱۶﴾ تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَ تَوَلّٰى ۙ﴿۱۷﴾ وَ جَمَعَ فَاَوۡعٰى ﴿۱۸﴾

جس دن آسمان مثل تیل کی تلچھٹ کے ہو جائے گا ○ اور پہاڑ مثل رنگین اون کے ہو جائیں گے ○ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا ○ حالانکہ ایک دوسرے کو دکھا دیے جائیں گے' گنہگار آج کے دن کے عذاب کے بدلے فدیئے میں اپنے بیٹوں ○ اور اپنی بیویوں کو اور اپنے بھائی کو ○ اور اپنے قبیلے کو جو اسے جگہ دیتا تھا ○ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو دینا چاہے گا کہ اسے نجات مل جائے ○ مگر ہرگز یہ نہ ہوگا' یقیناً وہ شعلہ والی آگ ہے ○ جو منہ اور سر کی کھال کھینچ لانے والی ہے ○ ہر اس شخص کو پکار رہی ہے جو پیچھے ہٹے' اور منہ موڑے ○ اور جمع کر کے سنبھال رکھے ○

قیامت کا ایک ہولناک منظر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس عذاب کو یہ طلب کر رہے ہیں وہ عذاب ان طلب کرنے والے کافروں پر اس دن آئے گا جس دن آسمان مثل مھل کے ہو جائے' یعنی زیتون کے تیل کی تلچھٹ جیسا ہو جائے' اور پہاڑ ایسے ہو جائیں جیسے دھنی ہوئی اون' یہی فرمان اور جگہ ہے ﴿وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ﴾ [1] پھر فرماتا ہے کوئی قریبی رشتہ دار کسی اپنے قریبی رشتہ دار سے پوچھ گچھ بھی نہ کرے گا حالانکہ ایک دوسرے کو بری حالت میں دیکھ رہے ہوں گے لیکن خود ایسے مشغول ہوں گے کہ دوسرے کا حال پوچھنے کا بھی ہوش نہیں سب آپا دھاپی میں پڑے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دوسرے کو دیکھے گا پہچانے گا لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوگا' جیسے اور جگہ ہے ﴿لِكُلِّ امۡرِئٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ﴾ [2] یعنی ہر ایک مشغلے میں لگا ہوا ہوگا جو دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ہی نہ دے گا۔ ایک اور جگہ فرمان ہے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنی اولاد کے اور اولاد اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گا۔ [3] اور جگہ ارشاد ہے کوئی کسی کا بوجھ نہ بٹائے گا' گو قرابت دار ہوں [4] اور جگہ فرمان ہے ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوۡنَ﴾ [5] یعنی صور پھونکتے ہی سب آپس کے رشتے ناتے اور پوچھ گچھ ختم ہو جائے گی اور جگہ فرمان ہے ﴿يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ﴾ [6] الخ' یعنی اس دن انسان اپنے بھائی' ماں' باپ' بیوی اور فرزند سے بھاگتا پھرے گا۔ ہر شخص اپنی پریشانیوں کی وجہ سے دوسرے سے غافل ہوگا' یہ وہ دن ہوگا کہ اس دن ہر گنہگار دل سے چاہے گا کہ اپنی اولاد کو اپنے فدیہ میں دے کر جہنم کے آج کے عذاب سے چھوٹ جائے اور اپنی بیوی' بھائی' اپنے رشتے کنبے' اپنے خاندان اور قبیلے کو بلکہ چاہے گا کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اسے آزاد کر دیا جائے۔ آہ! کیا ہی دلگداز منظر ہے کہ انسان اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو' اپنی شاخوں' اپنی

---

[1] [القارعہ: ۵] [2] [عبس: ۳۷] [3] [لقمان: ۳۳]
[4] [فاطر: ۱۸] [5] [المومنون: ۱۰۱] [6] [عبس: ۳۴]

جڑوں سب کو آج فدا کرنے پر تیار ہے تاکہ خود بچ جائے۔ ''فَصِیْلَه'' کے معنی ماں کے بھی کیے گئے ہیں' غرض تمام تر محبوب ہستیوں کو اپنی طرف سے بھینٹ میں دینے پر دل سے رضا مند ہوگا' لیکن کوئی چیز کام نہ آئے گی کوئی بدلہ اور فدیہ نہ کھپے گا' کوئی عوض اور معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا بلکہ اس آگ کے عذاب میں ڈالا جائے گا جو اونچے اونچے اور تیز تیز شعلے پھینکنے والی اور سخت بھڑکنے والی ہے جو سر کی کھال تک جھلسا کر کھینچ لاتی ہے' بدن کی کھال دور کر دیتی ہے اور کھوپڑی پلپلی کر دیتی ہے' ہڈیوں کو گوشت سے الگ کر دیتی ہے' رگ پٹھے کھنچنے لگتے ہیں' ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں' پنڈلیاں کٹی جاتی ہیں' چہرہ بگڑ جاتا ہے' ہر ایک عضو بدل جاتا ہے' چیخ و پکار کرتا رہتا ہے' ہڈیوں کا چورا کرتی رہتی ہے' کھالیں جلائی جاتی ہے۔ یہ آگ اپنی فصیح زبان اور اونچی آواز سے اپنے والوں کو جنہوں نے دنیا میں بدکاریاں اور اللہ کی نافرمانیاں کی تھیں پکارتی ہے پھر جس طرح پرند جانور دانہ چگتا ہے اسی طرح میدان حشر میں سے ایسے بدلوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کر چن لیتی ہے' اب ان کی بداعمالیاں بیان ہو رہی ہیں کہ یہ دل سے جھٹلانے والے اور بدن سے عمل چھوڑ دینے والے تھے' یہ مال کو جمع کرنے والے اور سر بند کر کے رکھ چھوڑنے والے تھے' اللہ تعالیٰ کے ضروری احکام میں بھی مال خرچ کرنے سے بھاگتے تھے بلکہ زکوٰۃ تک ادا نہ کرتے تھے' حدیث شریف میں ہے سمیٹ سمیٹ کر سینت سینت کر نہ رکھ ورنہ اللہ بھی تجھ سے روک لے گا [1] حضرت عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ تو اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کبھی تھیلی کا منہ نہ باندھتے تھے' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! اللہ کی وعید سن رہا ہے پھر مال سمیٹتا جا رہا ہے؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مال کو جمع کرنے میں حلال حرام کا پاس نہ رکھتا تھا اور فرمان اللہ ہوتے ہوئے بھی خرچ کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاة: باب الصدقة فيما استطاع (١٤٣٤) صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب الحث علی الانفاق و كراهة الاحصاء (١٠٢٩ ـ ٨٨)]

بیشک انسان بڑے کچے دل والا بنایا گیا ہے ○ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے ہڑ بڑا اٹھتا ہے ○ اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے ○ مگر وہ نمازی ○ جو اپنی نماز میں ہمیشگی کرنے والے ہیں ○ اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے ○ مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی ○ اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں ○ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں ○ بیشک ان کے رب کے عذاب سے کوئی بے خوف نہیں کیا گیا ○ اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں ○ اب جو کوئی اس سے علاوہ ڈھونڈے وہ لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں ○ اور جو اپنی امانتوں کی اور اپنے قول و قرار کی رعایت کرنے والے ہیں ○ اور اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم ہیں ○ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ یہی لوگ جنتوں میں عزت و اکرام کیے جائیں گے ○

انسان بے صبرا اور بخیل: یہاں انسانی جبلت کی کمزوری بیان ہو رہی ہے کہ یہ بڑا بے صبرا ہے' مصیبت کے وقت تو مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے باؤلا سا ہو جاتا ہے گویا دل اڑ گیا اور گویا اب کوئی آس باقی نہ رہی' اور راحت کے وقت بخیل کنجوس بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ڈکار جاتا ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بدترین چیز انسان میں بے حد بخیلی اور اعلیٰ درجہ کی نامردی ہے (ابوداؤد) [1] پھر فرمایا کہ ہاں اس مذموم خصلت سے وہ لوگ دور ہیں جن پر خاص فضل الٰہی ہے اور جنہیں توفیق خیر ازل سے مل چکی ہے' جن کی صفتیں یہ ہیں کہ وہ پورے نمازی ہیں وقتوں کی نگہبانی کرنے' واجبات نماز کو اچھی طرح بجالانے' سکون واطمینان اور خشوع خضوع سے پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے والے۔ جیسے فرمایا ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [2] الخ' ان ایمان والوں نے نجات پالی جو اپنی نماز خوف اللہ سے ادا کرتے ہیں' ٹھہرے ہوئے بے حرکت کے پانی کو بھی عرب "مَآءٌ دَائِمٌ" کہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں اطمینان واجب ہے' جو شخص اپنے رکوع سجدے پوری طرح ٹھہر کر با اطمینان نہیں ادا کرتا وہ اپنی نماز پر دائم نہیں کیونکہ نہ ہی وہ سکون کرتا ہے نہ اطمینان بلکہ کوے کی طرح ٹھونگیں مار لیتا ہے اس کی نماز اسے نجات نہیں دلائے گی' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر نیک عمل پر مداومت اور ہمیشگی کرنا ہے جیسے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ وہ عمل ہے جس پر مداومت کی جائے گو کم ہو [3] خود حضور ﷺ کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جس کام کو کرتے اس پر ہمیشگی کرتے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا کہ حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام نے امت محمدیہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسی نماز پڑھے گی کہ اگر قوم نوح علیہ السلام ایسی نماز پڑھتی تو ڈوبتی نہیں اور قوم عاد کی اگر ایسی نماز ہوتی تو ان پر بے برکتی کی ہوائیں نہ بھیجی جاتیں اور

---

[1] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب فی الجراة والجبن (٢٥١١) مسند احمد (٢/٣٢٠) ابو نعیم فی الحلية (٩/٥٠) صحيح ابن حبان (٣٢٥٠) ابن ابی شیبه (٩/٩٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[2] [سورة المومنون: آیت ١-٢]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب القصد والمداومة على العمل (٦٤٦٤)، (٤٣) صحيح مسلم: كتاب صلاة المسافرين: باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل (٧٨٣)]

اگر قوم ثمود کی نماز ایسی ہوتی تو انہیں چیخ سے ہلاک نہ کیا جاتا' پس اے لوگو! نماز کو اچھی طرح پابندی کے ساتھ پڑھا کرو مومن کا یہ زیور اور اس کا بہترین خلق ہے' پھر فرماتا ہے ان کے مالوں میں حاجت مندوں کا بھی مقررہ حصہ ہے سائل اور محروم کی پوری تفسیر سورۂ ذاریات میں گزر چکی ہے۔ یہ لوگ حساب اور جزا کے دن پر بھی یقین کامل اور پورا ایمان رکھتے ہیں اسی وجہ سے وہ اعمال کرتے ہیں جن سے ثواب پائیں اور عذاب سے چھوٹیں' پھر ان کی صفت بیان ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے اور خوف کھانیوالے ہیں' جس عذاب سے کوئی عقل مند انسان بے خوف نہیں رہ سکتا ہاں جسے اللہ امن دے۔ اور یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کو حرام کاری سے روکتے ہیں جہاں اللہ کی اجازت نہیں اس جگہ سے بچاتے ہیں' ہاں اپنی بیویوں اور اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں سو اس میں ان پر کوئی ملامت اور عیب نہیں' لیکن جو شخص ان کے علاوہ اور جگہ یا اور طرح اپنی شہوت رانی کرلے وہ یقیناً حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے' ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ میں گزر چکی ہے یہاں دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ امانت کے ادا کرنے والے وعدوں اور وعیدوں قول اور قرار کو پورا کرنے والے اور اچھی طرح نباہنے والے ہیں' نہ خیانت کریں نہ بدعہدی اور وعدہ شکنی کریں۔ یہ کل صفتیں مومنوں کی ہیں اور ان کا خلاف کرنے والا منافق ہے۔

جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ منافق کی تین خصلتیں ہیں جب کبھی بات کرے جھوٹ بولے جب کبھی وعدہ کرے خلاف کرے' جب امانت دیا جائے خیانت کرے [1] اور ایک اور روایت میں ہے جب کبھی عہد کرے توڑ دے اور جب بھی جھگڑے گالیاں بولے۔ [2] یہ اپنی شہادتوں کی بھی حفاظت کرنے والے ہیں یعنی نہ اس میں کمی کریں نہ زیادتی نہ شہادت دینے سے بھاگیں نہ اس کو چھپائیں' جو چھپالے وہ گنہگار دل والا ہے۔ [3] پھر فرمایا وہ اپنی نماز کی پوری چوکسی کرتے ہیں یعنی وقت پر ارکان اور واجبات مستحب کو پوری طرح بجالا کر نماز پڑھتے ہیں' یہاں یہ بات خاص توجہ کے لائق ہے کہ ان جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شروع وصف میں بھی نماز کی ادائیگی کا بیان کیا اور ختم بھی اسی پر کیا پس معلوم ہوا کہ نماز امر دین میں عظیم الشان کام ہے اور سب سے زیادہ شرافت اور فضیلت والی چیز بھی یہی ہے اس کا ادا کرنا سخت ضروری اور اس کا بندوبست نہایت ہی تاکید والا ہے۔ سورۂ "قد افلح المومنون" میں بھی ٹھیک اسی طرح بیان ہوا ہے' اور وہاں ان اوصاف کے بعد بیان فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث فردوس ہیں اور یہاں فرمایا یہی لوگ جنتی ہیں اور قسم قسم کی لذتوں اور خوشبوؤں سے عزت و اقبال کے ساتھ مسرور و محفوظ ہیں۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب باب علامات المنافق (۳۳) ، (۲۶۸۲) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۹)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۳۴) ، (۲۴۵۹) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان خصال المنافق (۵۸) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی علامة المنافق (۲۶۳۲) نسائی : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۵۰۲۳) ابوداؤد : کتاب السنة : باب الدلیل علی زیارة الایمان و نقصانه (۴۶۸۸) مسند احمد (۱۸۹/۲)]

[3] [سورۃ البقرۃ : آیت ۲۸۳]

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۟ۙ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۟ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۟ۙ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۟ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۟ۙ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۟ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۟ۙ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۟ۙ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۟ ع

پس کافر کیوں تیری طرف دوڑتے آتے ہیں ○ دائیں اور بائیں سے گروہ کے گروہ ○ کیا ان میں سے ہر ایک کی توقع یہ ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟ ○ ایسا نہ ہوگا' ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں ○ پس مجھے قسم ہے مشرقوں اور مغربوں کے رب کی کہ ہم یقیناً قادر ہیں ○ کہ ان کے عوض ان سے اچھے لوگ لائیں ہم عاجز نہیں ○ پس تو انہیں جھگڑتا کھیلتا چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں ○ جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ کسی تھان کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں ○ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھا رہی ہوگی' یہ ہے وہ دن جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے تھے ○

نشانیاں دیکھ کر بھی ہدایت سے فرار: اللہ تعالیٰ عزوجل ان کافروں پر انکار کر رہا ہے جو حضور ﷺ کے مبارک زمانہ میں تھے خود آپ کو وہ دیکھ رہے تھے اور آپ جو ہدایت لے کر آئے وہ ان کے سامنے تھی اور آپ ﷺ کے کھلے معجزے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ رہے تھے اور ٹولیاں ٹولیاں ہو کر دائیں بائیں کترا جاتے تھے' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ﴾ [1] الخ' یہ نصیحت سے منہ پھیر کر ان گدھوں کی طرح جو شیر سے بھاگ رہے ہوں کیوں بھاگ رہے ہیں؟ یہاں بھی اسی طرح فرما رہا ہے کہ ان کفار کو کیا ہو گیا ہے یہ نفرت کر کے کیوں تیرے پاس سے بھاگے جا رہے ہیں؟ کیونکہ دائیں بائیں سرکتے جاتے ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے ہیں' حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خواہش نفس پر عمل کرنے والوں کے حق میں یہی فرمایا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف ہوتے ہیں اور آپس میں بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں کتاب اللہ کی مخالفت میں سب متفق ہوتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بروایت عوفی مروی ہے کہ وہ ٹولیاں ہو کر بے پرواہی کے ساتھ تیرے دائیں بائیں ہو کر تجھے مذاق سے گھورتے ہیں' حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی دائیں بائیں الگ ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے کیا کہا؟ حضرت

---

[1] [سورۃ المدثر: آیت ۴۹-۵۱]

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دائیں بائیں ٹولیاں ہوکر حضور ﷺ کے اردگرد پھرتے رہتے ہیں نہ کتاب اللہ کی چاہت ہے نہ رسول اللہ ﷺ کی رغبت ہے' ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے پاس آئے اور وہ متفرق طور پر حلقے حلقے تھے تو فرمایا میں تمہیں الگ الگ جماعتوں کی صورتوں میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ (احمد) [1] ابن جریر میں اور سند سے بھی مروی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کیا ان کی چاہت ہے کہ جنت نعیم میں داخل کئے جائیں؟ ایسا نہ ہوگا یعنی جب ان کی یہ حالت ہے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ اور دائیں بائیں کترا جاتے ہیں پھر ان کی یہ چاہت پوری نہیں ہوسکتی بلکہ یہ جہنمی گروہ ہے' اب جس چیز کو یہ محال جانتے تھے اس کا بہترین ثبوت ان ہی کی معلومات اور اقرار سے بیان ہو رہا ہے کہ جس نے تمہیں ضعیف پانی سے پیدا کیا ہے جیسے کہ خود تمہیں بھی معلوم ہے پھر کیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کرسکتا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ [2] کیا ہم نے تمہیں ناقدرے پانی سے پیدا نہیں کیا؟ فرمان ہے ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ﴾ [3] الخ'

انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے نکلتا ہے' یقیناً وہ اللہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے جس دن پوشیدگیاں کھل جائیں گی اور کوئی طاقت نہ ہوگی نہ مددگار' پس یہاں بھی فرماتا ہے مجھے قسم ہے اس کی جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور مشرق و مغرب متعین کی اور ستاروں کے چھپنے اور ظاہر ہونے کی جگہیں مقرر کردیں' مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! جیسا تمہارا گمان ہے ویسا معاملہ نہیں کہ نہ حساب کتاب ہو نہ حشر و نشر ہو بلکہ یہ سب یقیناً ہونے والی چیزیں ہیں۔ اسی لئے قسم سے پہلے ان کے باطل خیال کی تکذیب کی اور اسے اس طرح ثابت کیا کہ اپنی قدرت کاملہ کے مختلف نمونے ان کے سامنے پیش کئے' مثلاً آسمان و زمین کی ابتدائی پیدائش اور ان میں حیوانات' جمادات اور مختلف قسم کی مخلوق کی موجودگی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [4] یعنی آسمان و زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں' مطلب یہ ہے کہ جب بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کرنے پر اللہ قادر ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پیدائش پر کیوں قادر نہ ہوگا' جیسے اور جگہ ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [5] یعنی کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش میں نہ تھکا۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک وہ قادر ہے اور ایک اس پر کیا ہر ایک چیز پر اسے قدرت حاصل ہے' اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ﴾ [6] الخ' یعنی کیا زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ان کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ ہاں ہے اور وہی پیدا کرنے والا اور جاننے

---

[1] صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلاة: باب الامر بالسكون فی الصلاة والنهی عن الاشارة باليد (٤٣٠) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی التحلق (٤٨٢٣) مسند احمد (٥/٩٣)]

[2] [سورة المرسلات: آیت ٢٠] [3] [سورة الطارق: آیت ٥-١٠]

[4] [غافر: ٥٧] [5] [الاحقاف: ٣٣] [6] [یس: ٨١-٨٢]

والا ہے‘ وہ جس چیز کا ارادہ کرے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے‘ یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم ہم ان کے ان جسموں کو جیسے یہ اب ہیں اس سے بھی بہتر صورت میں بدل ڈالنے پر پورے پورے قادر ہیں کوئی چیز کوئی شخص اور کوئی کام ہمیں عاجز اور درماندہ نہیں کر سکتا‘ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿ اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ ﴾ [1] الخ‘ کیا کسی شخص کا یہ گمان ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کر سکیں گے؟ غلط گمان ہے بلکہ ہم تو اس کی پور پور جمع کر کے ٹھیک ٹھاک بنا دیں گے‘ اور فرمایا ﴿ نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ ﴾ [2] الخ‘ ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کر دی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تم جیسوں کو بدل ڈالیں اور تمہیں اس نئی پیدائش میں پیدا کریں جسے تم جانتے بھی نہیں‘ پس ایک مطلب تو آیت مندرجہ بالا کا یہ ہے‘ دوسرا مطلب امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہم قادر ہیں اس امر پر کہ تمہارے بدلے ایسے لوگ پیدا کر دیں جو ہمارے مطیع و فرمانبردار ہوں اور ہماری نافرمانیوں سے رکے رہنے والے ہوں‘ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا ﴾ [3] الخ‘ یعنی اگر تم نے منہ موڑا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا اور قوم کو لائے گا اور وہ تم جیسی نہ ہو گی‘ لیکن پہلا مطلب دوسری آیتوں کی صاف دلالت کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ پھر فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے جھٹلانے‘ کفر کرنے‘ سرکشی میں بڑھنے ہی میں چھوڑ دو جس کا وبال ان پر اس دن آئے گا جس کا ان کو وعدہ ہو چکا ہے‘ جس دن انہیں اللہ تعالیٰ بلائے گا اور یہ میدان محشر کی طرف جہاں انہیں حساب کیلئے کھڑا کیا جائے گا اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بت یا علم کو یا تھان اور چلے کو چھونے اور ڈنڈوت کرنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں‘ مارے شرم و ندامت کے نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی ہوں گی اور چہروں پر پھٹکار برس رہی ہو گی‘ یہ ہے دنیا میں اللہ کی اطاعت سے سرکشی کرنے کا نتیجہ! اور یہ ہے وہ دن جس کے ہونے کو آج محال جانتے ہیں اور ہنسی مذاق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور شریعت کی اور کلام الٰہی کی حقارت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قیامت کیوں قائم نہیں ہوتی؟ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ الحمد للہ سورۂ معارج کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ نوح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ
اَلِیۡمٌ ① قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ② اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوۡہُ
وَاَطِیۡعُوۡنِ ③ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَیُؤَخِّرۡکُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ
اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ④

وقف لازم

[1] [القیامۃ: ۳] [2] [الواقعہ: ۶۰۔۶۱] [3] [محمد: ۳۸]

یقیناً ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا دے اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آئے ○ نوح نے کہا اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں ○ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو ○ تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک چھوڑ دے گا ○ یقیناً اللہ کا وعدہ جب آ جاتا ہے تو موقوف نہیں رکھا جاتا کاش کہ تمہیں سمجھ ہوتی ○

نوح علیہ السلام کی قوم کو نصیحت: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو اگر وہ توبہ کر لیں گے اور اللہ کی طرف جھکنے لگیں گے تو اللہ کا عذاب ان سے اٹھ جائے گا' حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا اور صاف کہہ دیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں تمہیں آگاہ کیے دیتا ہوں' میں صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ اللہ کی عبادت' اس کا ڈر اور میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں' جو کام رب نے تم پر حرام کیے ہیں ان سے بچو گناہ کے کاموں سے الگ تھلک رہو جو میں کہوں بجا لاؤ۔ جس سے روکوں رک جاؤ میری رسالت کی تصدیق کرو تو اللہ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا' ﴿یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ﴾ میں لفظ "من" یہاں زائد ہے' اثبات کے موقعہ پر بھی کبھی لفظ "من" زائد آ جاتا ہے جیسے عرب کے مقولے ﴿قَدۡ کَانَ مِنۡ مَّطَرٍ﴾ میں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ معنی میں عن کے ہو بلکہ ابن جریر رحمہ اللہ تو اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہ بھی قول ہے کہ "من" تبعیض کیلئے ہے یعنی تمہارے کچھ گناہ معاف فرما دے گا یعنی وہ گناہ جن گناہ پر سزا کا وعدہ ہے اور وہ بڑے بڑے گناہ ہیں' اگر تم نے یہ تینوں کام کیے تو وہ معاف ہو جائیں گے اور جس کے ذریعے وہ تمہیں اب تمہاری ان خطاؤں اور غلط کاریوں کی وجہ سے برباد کرنے والا ہے اس عذاب کو ہٹا دے گا اور تمہاری عمریں بڑھا دے گا' اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اطاعت اللہ اور نیکی' سلوک اور صلہ رحمی سے حقیقتاً عمر بڑھ جاتی ہے' حدیث میں یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔[1] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ نیک اعمال اس سے پہلے کر لو کہ اللہ کا عذاب آ جائے اس لئے کہ جب وہ آتا ہے پھر نہ اسے کوئی ہٹا سکتا ہے نہ روک سکتا ہے' اس بڑے کی بڑائی نے ہر چیز کو پست کر رکھا ہے اس کی عزت و عظمت کے سامنے تمام مخلوق پست ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَہَارًا ۙ﴿۵﴾ فَلَمۡ یَزِدۡہُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَ اِنِّیۡ کُلَّمَا دَعَوۡتُہُمۡ لِتَغۡفِرَ لَہُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَہُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَ اسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَہُمۡ وَ اَصَرُّوۡا وَ اسۡتَکۡبَرُوا اسۡتِکۡبَارًا ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَہُمۡ وَ اَسۡرَرۡتُ لَہُمۡ اِسۡرَارًا ۙ﴿۹﴾ فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ﴿ۙ۱۰﴾ یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا ﴿ۙ۱۱﴾ وَّ یُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ

---

[1] [طبرانی کبیر (۳۱۲/۸)] امام منذریؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [الترغیب والترھیب (۲۷۹/۱)] امام ہیثمیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱۸/۳)] مزید دیکھئے: السلسلة الصحیحة (۱۹۰۸)]

وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾
اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ
الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا
وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

نوح نے کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ○ مگر میرے بلانے سے یہ بھاگنے میں ہی بڑھتے گئے ○ میں نے جب کبھی انہیں تیری طرف بخشش کیلئے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور سخت سرکشی کی ○ پھر میں نے انہیں با آواز بلند بلایا ○ اور بیشک میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی ○ اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ' وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے ○ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا ○ اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا ○ تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ کی بزرگی کا عقیدہ نہیں رکھتے؟ ○ حالانکہ اس نے تمہیں مختلف طور سے پیدا کیا ہے ○ کیا تم نہیں دیکھتے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کر دیئے ○ اور ان میں چاند کو خوب جگمگا تا بنایا اور سورج کو روشن چراغ بنایا ○ اور تم کو زمین سے ایک خاص طریقے سے پیدا کیا ○ پھر تمہیں اسی میں لوٹا لے جائے گا اور ایک خاص طریقے سے پھر نکالے گا ○ اور تمہارے لئے زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش بنا دیا ○ تا کہ تم اس کی کشادہ راہوں میں چلو پھرو ○

نوسوسال دعوت دینے والا پیغمبر: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ساڑھے نوسوسال تک کی لمبی مدت میں کس کس طرح حضرت نوح علیہ السلام نبی نے اپنی قوم کو رشد وہدایت کی طرف بلایا قوم نے کس کس طرح اعراض کیا' کیسی کیسی تکلیفیں اللہ کے پیارے پیغمبر کو پہنچا ئیں' اور کس طرح اپنی ضد پر اڑ گئے' تو حضرت نوح علیہ السلام بطور شکایت کے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ الٰہی میں نے تیرے حکم کی پوری طرح سرگرمی سے تعمیل کی تیرے فرمان عالیشان کے مطابق نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات' بلکہ مسلسل ہر وقت انہیں راہ راست کی دعوت دیتا رہا لیکن کیا کروں کہ جس دل سوزی سے میں انہیں نیکی کی طرف بلاتا رہا وہ اسی سختی سے مجھ سے بھاگتے رہے' حق سے روگردانی کرتے رہے' یہاں یہ ہوا کہ میں نے ان سے کہا آؤ رب کی سنو تا کہ رب تمہیں بخشے لیکن انہوں نے میرے ان الفاظ کو سننا بھی گوارا نہ کیا' کان بند کر لئے' یہی حال کفار قریش کا تھا کہ کلام اللہ کو سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے جیسے ارشاد ہے ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ [1] یعنی کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ پڑھا جاتا ہو تو شور وغل کرو تا کہ تم غالب رہو' قوم نوح علیہ السلام نے جہاں اپنے کانوں

---

[1] [سورۃ فصلت: آیت ۲۶]

میں انگلیاں ڈالیں وہاں اپنے منہ بھی کپڑے سے چھپا لئے کہ وہ پہچانے بھی نہ جائیں' اور نہ کچھ سنیں' اپنے شرک و کفر ضد کے ساتھ اڑ گئے اور اتباع حق سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس سے بھی بے پرواہی کی اور اسے حقیر جان کر تکبر سے پیٹھ پھیر لی' حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں عام لوگوں کے مجمع میں بھی میں نے انہیں کہا سنایا آواز بلند ان کے کان کھول دیئے اور بسا اقات ایک ایک کو چپکے چپکے بھی سمجھایا غرض تمام جتن کر لئے کہ یوں نہیں یوں سمجھ جائیں اور یوں نہیں تو یوں راہ راست پر آ جائیں' میں نے ان سے کہا کہ کم از کم تم اپنی بدکاریوں سے توبہ ہی کر لو وہ اللہ غفار ہے ہر جھکنے والے کی طرف توجہ فرماتا ہے اور خواہ اس سے کیسے ہی بد سے بدتر اعمال سرزد ہوئے ہوں ایک آن میں معاف فرما دیتا ہے' یہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی وہ تمہیں تمہارے استغفار کی وجہ سے طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور درد دکھ سے بچا لے گا وہ تم پر خوب موسلا دھار بارش برسائے گا۔ یہ یاد رہے کہ قحط سالی کے موقعہ پر جب نماز استقاء کے لئے مسلمان نکلیں تو مستحب ہے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھیں' اس کی ایک دلیل تو یہی آیت ہے دوسرے خلیفۃ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فعل بھی یہی ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ بارش مانگنے کیلئے جب آپ نکلے تو منبر پر چڑھ کر آپ نے خوب استغفار کیا اور استغفار والی آیتوں کی تلاوت کی' جن میں ایک آیت یہ بھی تھی۔ پھر فرمانے لگے بارش کو میں نے بارش کی تمام راہوں سے جو آسمان میں ہیں طلب کر لیا ہے یعنی وہ احکام ادا کئے ہیں' جن سے اللہ بارش نازل فرمایا کرتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اے میری قوم کے لوگو! تم اگر استغفار کرو گے تو بارش کے ساتھ ہی ساتھ رزق کی برکت بھی تمہیں ملے گی' زمین و آسمان کی برکتوں سے تم مالا مال ہو جاؤ گے' کھیتیاں خوب ہوں گی' جانوروں کے تھن دودھ سے پر رہیں گے' مال و اولاد میں ترقی ہو گی' قسم قسم کے پھلوں سے لدے پھندے باغات تمہیں نصیب ہوں گے جن کے درمیان چاروں طرف صاف اور بابرکت پانی کی ریل پیل ہو گی' ہر طرف نہریں اور دریا جاری ہو جائیں گے۔ اس طرح رغبت دلا کر پھر ذرا خوف زدہ بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں تم اللہ کی عظمت کے قائل کیوں نہیں ہوتے؟ اس کے عذاب سے بے باک کیوں ہو گئے ہو؟ دیکھتے نہیں کہ اللہ نے تمہیں کن کن حالات میں کس کس طرح بدل بدل کر پیدا کیا ہے؟ پہلے پانی کی بوند پھر جامد خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اور صورت پھر اور حالت وغیرہ' اسی طرح تم دیکھو تو سہی کہ اسی نے ایک پر ایک آسمان پیدا کئے خواہ وہ صرف سننے سے ہی معلوم ہوئے ہوں یا ان وجوہ سے معلوم ہوئے ہوں جو محسوس ہیں جو ستاروں کی چال اور ان کے کسوف سے سمجھی جا سکتی ہیں جیسے کہ اس علم والوں کا بیان ہے گو اس میں بھی ان کا سخت تر اختلاف ہے کہ کواکب چلنے پھرنے والے بڑے بڑے سات ہیں۔ ایک ایک کو بے نور کر دیتا ہے' سب سے قریب آسمان دنیا میں چاند ہے جو دوسروں کو ماند کئے ہوئے ہے اور دوسرے آسمان پر عطارد ہے' تیسرے میں زہرہ ہے' چوتھے میں سورج ہے' پانچویں میں مریخ ہے' چھٹے میں مشتری' ساتویں میں زحل اور باقی کواکب جو ثوابت رکھتے ہیں وہ آٹھویں میں ہیں جس کا نام یہ لوگ فلک ثوابت رکھتے ہیں اور ان میں سے جو شروع والے ہیں وہ اسے کرسی کہتے ہیں اور نواں فلک ان کے نزدیک اطلس اور اثیر ہے جس کی حرکت ان کے خیال میں افلاک کی حرکت کے خلاف ہے اس لئے کہ در اصل اس کی حرکت اور حرکتوں کو مبداء ہے وہ مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتا ہے اور باقی سب

آسمان مشرق سے مغرب کی طرف اور انہیں کے ساتھ کو اکب بھی گھومتے پھرتے رہتے ہیں، لیکن سیاروں کی حرکت افلاک کی حرکت کے بالکل برعکس ہے وہ سب مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور ان میں کا ہر ایک اپنے آسمان کا پھیرا اپنے مقدور کے مطابق کرتا ہے، چاند تو ہر ماہ میں ایک بار، سورج ہر سال میں ایک بار، زحل ہر تیس سال میں ایک مرتبہ، مدت کی یہ کمی بیشی باعتبار آسمان کی لمبائی چوڑائی کے ہے ورنہ سب کی حرکت سرعت میں بالکل مناسبت رکھتی ہے، یہ خلاصہ ہے ان کی تمام تر باتوں کا جس میں ان میں آپس میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے نہ ہم اسے یہاں وارد کرنا چاہتے ہیں نہ اس کی تحقیق و تفتیش سے اس وقت کوئی غرض ہے، مقصود صرف اس قدر ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سات آسمان بنائے ہیں اور وہ اوپر تلے ہیں، پھر ان میں سورج چاند کو پیدا کیا ہے، دونوں کی چمک دمک اور روشنی اور اجالا الگ الگ ہے جس سے دن رات کی تمیز ہو جاتی ہے، پھر چاند کی مقررہ منزلیں اور بروج ہیں پھر اس کی روشنی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ بالکل چھپ جاتا ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اپنی پوری روشنی کے ساتھ نمودار ہوتا ہے، جس سے مہینے اور سال معلوم ہوتے ہیں، جیسے فرمان ہے ﴿هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً﴾ [1] الخ، اللہ وہ ہے جس نے سورج، چاند خوب روشن چمکدار بنائے اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تمہیں سال اور حساب معلوم ہو جائیں ان کی پیدائش حق کے ساتھ ہے۔ عالموں کے سامنے اللہ کی قدرت کے یہ نمونے الگ الگ موجود ہیں، پھر فرمایا اللہ نے تمہیں زمین سے اگایا اس مصدر نے مضمون کو بے حد لطیف کر دیا پھر تمہیں مار ڈالنے کے بعد اس میں لوٹائے گا، پھر قیامت کے دن اسی سے تمہیں نکالے گا، جیسے اول دفعہ پیدا کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارا فرش بنا دیا اور وہ ہلے جلے نہیں اس لئے اس پر مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے، اسی زمین کے کشادہ راستوں پر تم چلتے پھرتے ہو اسی پر رہتے سہتے ہو ادھر سے ادھر جاتے آتے ہو، غرض حضرت نوح علیہ السلام کی ہر ممکن کوشش یہ ہے کہ عظمت رب اور قدرت اللہ کے نمونے اپنی قوم کے سامنے رکھ کر انہیں سمجھا رہے ہیں کہ زمین و آسمان کی برکتوں کے دینے والے ہر چیز کے پیدا کرنے والے عالیشان قدرت کے رکھنے والے، رزاق خالق اللہ کا کیا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ تم اسے پوجو اس کا لحاظ رکھو اور اس کے کہنے سے اس کے سچے نبی کی راہ اختیار کرو، تمہیں ضرور چاہئے کہ صرف اسی کی عبادت کرو کسی اور کو نہ پوجو، اس جیسا اس کا شریک، اس کا ساجھی، اس کا مثیل کسی کو نہ جانو، اسے بیوی اور ماں سے، بیٹوں پوتوں، وزیر مشیر سے عدیل، نظیر سے پاک مانو، اسی کو بلند و بالا اسی کو عظیم و اعلیٰ جانو۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِىْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۵]

نوح نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور ایسوں کی فرمانبرداری کی جنہیں ان کے مال و اولاد نے نقصان ہی میں بڑھایا ہے ○ اور ان لوگوں نے اپنا سخت فریب کیا ○ اور کہہ دیا کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود و سواع و یغوث و یعوق و نسر کو چھوڑنا ○ اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ اے اللہ تو ان ظالموں کی گمراہی ہی بڑھا ○

بارگاہ الٰہی میں غم کی روداد: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی گزشتہ شکایتوں کے ساتھ ہی جناب باری تعالیٰ میں اپنی قوم کے لوگوں کی اس روش کو بھی بیان کیا کہ میری پکار کو جو ان کیلئے سراسر نفع بخش تھی انہوں نے کان تک نہ لگایا ہاں اپنے مالداروں اور بے فکروں کی مان لی جو تیرے امر سے بالکل غافل تھے اور مال و اولاد کے پیچھے مست تھے' گو فی الواقع وہ مال و اولاد بھی ان کیلئے سراسر وبال جان تھی' ان کی وجہ سے وہ پھولتے تھے اور اللہ کو بھولتے تھے اور زیادہ نقصان میں اترتے تھے ﴿ وَلَدُهٗ ﴾ کی دوسری قرأت ﴿ وَلَدَهٗ ﴾ بھی ہے اور ان رئیسوں نے جو مال و جاہ والے تھے ان سے بڑی مکاری کی۔ ﴿ كُبَّارًا ﴾ اور ﴿ كِبَارًا ﴾ دونوں معنی میں کَبِیْر کے ہیں یعنی بہت بڑا۔ قیامت کے دن بھی یہی لوگ کہیں گے کہ تم دن رات مکاری سے ہمیں کفر و شرک کا حکم کرتے رہے۔ اور انہی بڑوں نے ان چھوٹوں سے کہا کہ اپنے ان بتوں کو جنہیں تم پوجتے رہے ہرگز نہ چھوڑنا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے بتوں کو کفار عرب نے لے لیا' دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب ود کو پوجتے تھے' ہذیل قبیلہ سواع کا پرستار تھا' اور یغوث قبیلہ مراد کا۔ پھر قبیلہ بنو غطیف جو صرف کے رہنے والے تھے یہ شہر سبا بستی کے پاس ہے یغوث کی پوجا کرتا تھا' ھمد ان قبیلہ یعوق کا پجاری تھا' آل ذی کلاع کا قبیلہ حمیر نسر بت کا ماننے والا تھا' یہ سب بت دراصل قوم نوح کے صالح بزرگ اولیاء اللہ لوگ تھے ان کے انتقال کے بعد شیطان نے اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں بات ڈالی کہ ان بزرگوں کی عبادت گاہوں میں ان کی کوئی یادگار قائم کریں' چنانچہ انہوں نے وہاں نشان بنا دیئے اور ہر بزرگ کے نام پر انہیں مشہور کیا جب تک یہ لوگ زندہ رہے تب تک تو اس جگہ کی پرستش نہ ہوئی لیکن ان نشانات اور یادگار قائم کرنے والے لوگوں کو مر جانے کے بعد اور علم کے اٹھ جانے کے بعد جو لوگ آئے جہالت کی وجہ سے انہوں نے باقاعدہ ان جگہوں کی اور ان ناموں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ [1] حضرت عکرمہ' حضرت ضحاک' حضرت قتادہ' حضرت ابن اسحاق رحمہم اللہ بھی فرماتے ہیں۔ حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بزرگ عابد اللہ والے اولیاء اللہ' حضرت آدم اور حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے تابع فرمان صالح لوگ تھے جن کی پیروی اور لوگ بھی کرتے تھے جب یہ مر گئے تو ان کے مقتدیوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو ہمیں عبادت میں خوب دلچسپی رہے گی اور ان بزرگوں کو دیکھ کر شوق عبادت بڑھتا رہے گا چنانچہ ایسا ہی کیا جب یہ لوگ بھی مر کھپ گئے اور ان کی نسلیں آئیں تو شیطان نے انہیں یہ گھٹی پلائی کہ تمہارے بڑے ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے اور انہیں سے بارش وغیرہ مانگتے تھے چنانچہ انہوں نے اب باقاعدہ ان بزرگوں کی تصویروں کی پرستش شروع کر دی' حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ حضرت

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق (۴۹۲۰)]

شیث علیہ السلام کے قصے میں بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے تھے جس میں لڑکے لڑکیاں۔ ان میں جن کی بڑی عمریں ہوئیں ان میں ہابیل، قابیل، صالح اور عبدالرحمن تھے جن کا پہلا نام عبدالحارث تھا اور ودتھا جنہیں شیث اور ھبۃ اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ تمام بھائیوں نے سرداری انہیں کو دے رکھی تھی۔ ان کی اولاد یہ چاروں تھے یعنی سواع، یغوث، یعوق، اور نسر۔ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیماری کے وقت ان کی اولاد وَد، یغوث، یعوق، سواع، اور نسر تھی۔ ود ان سب میں بڑا اور سب سے نیک سلوک کرنے والا تھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابو جعفر رحمہ اللہ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگوں نے یزید بن مہلب کا ذکر کیا آپ نے فارغ ہو کر فرمایا سنو! وہ وہاں قتل کیا گیا جہاں سب سے پہلے غیر اللہ کی پرستش ہوئی واقعہ یہ ہوا کہ ایک دیندار ولی اللہ مسلمان جسے لوگ بہت چاہتے تھے اور بڑے معتقد تھے وہ مر گیا' یہ لوگ مجاور بن کر اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور رونا پیٹنا اور اسے یاد کرنا شروع کیا اور بڑے بے چین اور مصیبت زدہ ہو گئے۔ ابلیس لعین نے یہ دیکھ کر انسانی صورت میں ان کے پاس آکر ان سے کہا کہ اس بزرگ کی یادگار کیوں قائم نہیں کر لیتے ؟ ہر وقت تمہارے سامنے رہے اور تم اسے نہ بھولو سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ ابلیس نے اس بزرگ کی تصویر بنا کر ان کے پاس کھڑی کر دی جسے دیکھ دیکھ کر یہ لوگ اسے یاد کرتے تھے' اور اس کی عبادت کے تذکرے رہتے تھے' جب وہ اس میں مشغول ہو گئے تو ابلیس نے کیا سب کو یہاں آنا پڑتا ہے اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ میں اس کی بہت سی تصویریں بنا دوں تم انہیں اپنے اپنے گھروں میں ہی رکھ لو وہ اس پر بھی راضی ہوئے اور یہ بھی ہو گیا' اب تک صرف یہ تصویریں اور یہ بت بطور یادگار کے ہی تھے مگر ان کی دوسری پشت میں جا کر براہ راست ان ہی کی عبادت ہونے لگی اصل واقعہ سب فراموش کر گئے اور اپنے باپ دادوں کو بھی ان کی عبادت کرنے والا سمجھ کر خود بھی بت پرستی میں مشغول ہو گئے' ان کا نام ودتھا اور یہی وہ پہلا بت ہے جس کی پوجا اللہ کے سوا کی گئی۔ انہوں نے بہت مخلوق کو گمراہ کیا اس وقت سے لے کر اب تک عرب عجم میں اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش شروع ہو گئی اور اللہ کی مخلوق بہک گئی' چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنی دعا میں عرض کرتے ہیں میرے رب مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ [1] یا الٰہی انہوں نے اکثر مخلوق کو بے راہ کر دیا۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کیلئے بددعا کرتے ہیں کیونکہ ان کی سرکشی ضد اور عداوت حق خوب ملاحظہ فرما چکے تھے تو کہتے ہیں کہ الٰہی انہیں گمراہی میں بڑھا دے' جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونیوں کے لئے بددعا کی تھی کہ پروردگار ان کے مال تباہ کر دے اور ان کے دل سخت کر دے' انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں [2] چنانچہ دعائے نوح قبول ہوئی اور قوم نوح بہ سبب اپنی تکذیب کے غرق کر دی جاتی ہے۔

---

[1] [سورۃ ابراھیم: آیت ۳۵-۳۶]

[2] [سورۃ یونس: آیت ۸۸]

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہوں کے ڈبو دیئے گئے اور جہنم میں پہنچا دیئے گئے' اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار انہوں نے نہ پایا ○ اور حضرت نوح نے کہا اے میرے پالنے والے تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ ○ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یقیناً یہ تیرے اور بندوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور ان کے ہاں جو بچے ہوں گے وہ بھی بدکار ناشکرے ہوں گے ○ اے میرے پروردگار تو مجھے میرے ماں باپ کو اور جو بھی ایماندار ہو کر میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور کل ایماندار عورتوں کو بخش دے اور کافروں کو سوا ہلاکت کے اور کچھ نہ بڑھا ○

گناہوں کی وجہ سے ہلاکت: خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ کی دوسری قراءت "خَطَایَاھُمْ" بھی ہے۔ فرماتا ہے کہ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے یہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے ان کی سرکشی' ضد اور ہٹ دھرمی ان کی مخالفت و دشمنی رسول حد سے گزر گئی تو انہیں پانی میں ڈبو دیا گیا' اور یہاں سے آگ کے گڑھے میں دھکیل دیئے گئے اور کوئی نہ کھڑا ہوا جو انہیں ان عذابوں سے بچا سکتا' جیسے فرمان ہے ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾[1] یعنی آج کے دن اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا صرف وہی نجات یافتہ ہوگا جس پر اللہ رحم کرے' حضرت نوح علیہ السلام ان بدنصیبوں کی اپنے قادر ذوالجلال اللہ کی چوکھٹ پر اپنا ماتھا رکھ کر فریاد کرتے ہیں اور اس مالک سے ان پر آفت و عذاب نازل کرنے کی درخواست پیش کرتے ہیں۔ اللہ اب تو ان ناشکروں میں سے ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ' اور یہی ہوا کہ سارے کے سارے غرق کر دیئے گئے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا سگا بیٹا جو باپ سے الگ رہا تھا وہ بھی نہ بچ سکا' سمجھا تو یہ تھا کہ پانی میرا کیا بگاڑ لے گا میں کسی بڑے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا لیکن وہ پانی تو نہ تھا' وہ تو غضب الٰہی تھا' وہ تو بددعا نوح تھا اس سے بھلا کون بچا سکتا تھا؟ پانی نے اسے وہیں جا لیا اور اپنے باپ کے سامنے باتیں کرتے ہوئے ڈوب گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر طوفان نوح میں اللہ تعالیٰ کسی پر رحم کرتا تو اس کے لائق وہ عورت تھی جو پانی کو ابلتے اور برستے دیکھ کر اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پہاڑ پر چڑھ گئی جب پانی وہاں بھی آ گیا تو بچے کو اٹھا کر مونڈھے پر بٹھا لیا جب پانی وہاں پہنچا تو اس نے بچے کو سر پر اٹھا لیا' جب پانی سر تک چڑھا تو اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر سر سے بلند کر لیا لیکن آخر پانی وہاں تک جا پہنچا اور ماں بیٹا ڈوب گئے'[2] اگر اس

---

[1] [سورۃ ھود : آیت ۴۳]

[2] [ضعیف : مستدرك حاکم (۲/۳۴۲) مجمع الزوائد (۸/۳۶۷)] شیخ البانیؒ نے اسے منکر کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (۵۹۸۵)]

دن زمین کے کافروں میں سے کوئی بھی قابل رحم ہوتا تو یہ عورت تھی مگر یہ بھی نہ بچ سکی نہ ہی بیٹے کو بچا سکی۔ یہ حدیث غریب ہے لیکن راوی اس کے ثقہ ہیں۔ الغرض روئے زمین کے کافر غرق کر دیئے گئے۔ صرف وہ باایمان ہستیاں باقی رہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں تھیں اور حضرت نوح نے انہیں اپنے ساتھ اپنی کشتی میں سوار کر لیا تھا، چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو سخت تلخ اور دیرینہ تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اپنی ناامیدی کو ظاہر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا الٰہی میری چاہت ہے کہ تمام کفار کو برباد کر دیا جائے، ان میں سے جو باقی بچ رہا وہ ہی دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے گا اور جو نسل اس کی پھیلے گی وہ بھی اسی جیسی بدکار اور کافر ہوگی، ساتھ ہی اپنے لئے بخشش طلب کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں میرے رب، مجھے بخش دے میرے والدین کو بخش اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں آ جائے اور ہو بھی باایمان، گھر سے مراد مسجد بھی لی ہے لیکن عام مراد یہی ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مومن ہی کے ساتھ اٹھو بیٹھو رہو سہو اور صرف پرہیزگار ہی تیرا کھانا کھائیں، یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف اسی سند سے یہ حدیث معروف ہے، پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہیں اور کہتے ہیں تمام ایماندار مرد و عورت کو بھی بخش خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ، اسی لئے مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی دعا میں دوسرے مومنوں کو بھی شامل رکھے تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی اقتدا بھی ہو اور ان کی احادیث پر بھی عمل ہو جائے جو اس بارے میں ہیں اور وہ دعائیں بھی آ جائیں جو منقول ہیں، پھر دعا کے خاتمے پر کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ ان کافروں کو تو تباہی، بربادی، ہلاکت اور نقصان میں ہی بڑھاتا رہ، دنیا و آخرت میں برباد ہی رہیں۔ الحمدللہ سورۂ نوح علیہ السلام کی تفسیر بھی ختم ہوگئی۔

تفسیر سورة الجن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾
یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّ اَنَّہٗ تَعٰلٰی
جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوۡلُ سَفِیۡہُنَا عَلَی اللّٰہِ
شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ تَقُوۡلَ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّ اَنَّہٗ کَانَ
رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ یَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ فَزَادُوۡہُمۡ رَہَقًا ۙ﴿۶﴾ وَّ اَنَّہُمۡ ظَنُّوۡا
کَمَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ یَّبۡعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾

---

(1) [حسن: ابو داؤد: کتاب الادب: باب من یؤمر ان یجالس (۴۸۳۲) ترمذی: کتاب الزھد: باب ما جاء فی صحبۃ المومن (۲۳۹۵) مسند احمد (۳/۳۸)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود (۴۰۴۵)]

تو کہہ مجھے وحی کی گئی کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا ہم نے عجیب قرآن سنا ہے ○ جو راہ راست سمجھاتا ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے اب ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کے ساتھ شریک نہ بنائیں گے ○ بے شک ہمارے رب کی بڑی بلند شان ہے نہ اس کی بیوی ہے نہ اس کی اولاد ○ یقیناً ہم میں سے بیوقوفوں نے اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگادیں ○ اور ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ ناممکن ہے کہ انسان اور جنات اللہ پر جھوٹی باتیں لگائیں ○ بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے ○ انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا کہ اللہ کسی کو نہ بھیجے گا ○

قرآن سن کر جنات بھی ایمان لے آئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ اپنی قوم کو اس واقعہ کی اطلاع دو کہ جنوں نے قرآن کریم سنا اسے سچا مانا اس پر ایمان لائے اور اس کے مطیع بن گئے' تو فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم کہو میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن کریم سنا اور اپنی قوم میں جا کر خبر دی کہ آج ہم نے عجیب وغریب کتاب سنی جو سچا اور نجات کا راستہ بتاتی ہے ہم تو اسے مان چکے ناممکن ہے کہ اب ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کریں۔ یہی مضمون ان آیتوں میں گزر چکا ہے ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ﴾[1] الخ' یعنی جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف لوٹایا کہ وہ قرآن سنیں۔ اور اس کی تفسیر احادیث سے وہیں ہم بیان کر چکے ہیں یہاں لوٹانے کی ضرورت نہیں' پھر یہ جنات اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کے کام قدرت والے' اس کے احکام بہت بلند وبالا' بڑا ذیشان ذی عزت ہے' اس کی نعمتیں' قدرتیں اور مخلوق پر مہربانیاں بہت باوقعت ہیں۔ اس کی جلالت وعظمت بلند پایہ ہے اس کا جلال واکرام بڑھا چڑھا ہے اس کا ذکر بلند رتبہ ہے اس کی شان اعلیٰ ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جد کہتے ہیں باپ کو اگر جنات کو یہ علم ہوتا کہ انسانوں میں جد ہوتا ہے تو وہ اللہ کی نسبت یہ الفاظ نہ کہتے' یہ قول تو سنداً قوی ہے لیکن کلام بنتا نہیں اور کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا ممکن ہے اس میں کچھ کلام چھوٹ گیا ہو۔ واللہ اعلم' پھر اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اللہ اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو' پھر کہتے ہیں کہ ہمارا بیوقوف یعنی شیطان اللہ پر جھوٹ تہمت رکھتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مراد اس سے عام ہو یعنی اللہ کی اولاد اور بیوی ثابت کرتا ہے بے عقل ہے' جھوٹ بکتا ہے' باطل عقیدہ رکھتا ہے اور ظالمانہ بات منہ سے نکالتا ہے' پھر فرماتے ہیں کہ ہم تو اسی خیال میں تھے کہ جن وانس اللہ پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے لیکن قرآن سن کر معلوم ہوا یہ دونوں جماعتیں رب العالمین پر تہمت رکھتی تھیں دراصل اللہ کی ذات اس عیب سے پاک ہے' پھر کہتے ہیں کہ جنات کے زیادہ بہکنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ دیکھتے تھے کہ انسان جب کبھی جنگل یا ویرانے میں جاتے ہیں تو جنات کی پناہ طلب کیا کرتے ہیں' جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ کے عرب کی عادت تھی کہ جب کبھی کسی پڑاؤ پر اترتے تو کہتے کہ اس جنگل کے بڑے جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اور سمجھتے تھے کہ ایسا کہہ لینے کے بعد تمام جنات کے شر سے ہم محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کسی

---

[1] [سورہ الاحقاف: آیت ۲۹]

شہر میں جاتے تو وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لے لیتے تاکہ شہر کے دشمن لوگ انہیں ایذا نہ پہنچائیں' جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھ گئی اور انہوں نے اور بری طرح انسانوں کو ستانا شروع کیا' اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ جنات نے یہ حالت دیکھ کر انسانوں کو اور خوف زدہ کرنا شروع کیا اور انہیں طرح طرح سے ستانے لگے۔ دراصل جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے جیسے کہ انسان جنوں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ جس جنگل بیابان میں انسان جا پہنچتا تھا وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اس سے کہ ہمیں ہماری اولاد و مال کو کوئی ضرر نہ پہنچے اب جنوں نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرات بڑھ گئی اور اب طرح طرح سے ڈرانا ستانا اور چھیڑنا انہوں نے شروع کیا' وہ گناہ' خوف' طغیانی اور سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ کردم بن ابو سائب انصاری کہتے ہیں میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کیلئے باہر نکلا اس وقت حضور ﷺ کی بعثت ہو چکی تھی اور مکہ شریف میں آپ بحیثیت پیغمبر ظاہر ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھہر گئے آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا' چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور پکار کر کہنے لگا اے اس جنگل کے آباد رکھنے والے تیری پناہ میں آیا ہوا شخص لٹ گیا ساتھ ہی ایک آواز آئی حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا کہ اے بھیڑیئے اس بکری کو چھوڑ دے تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی اسے زخم بھی نہیں لگا تھا یہی بیان اس آیت میں ہے جو اللہ کے رسول ﷺ پر مکہ میں اتری کہ بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے [1] ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا جن ہی ہو اور بکری کے بچے کو پکڑ کر لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر چھوڑ دیا ہو تاکہ چرواہے کو اور پھر اس کی بات سن کر اوروں کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آ جانے سے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور پھر اس عقیدے کے باعث اور گمراہ ہوں اور اللہ کے دین سے خارج ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔

یہ مسلمان جن اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اے جنو! جس طرح تمہارا گمان تھا اسی طرح انسان بھی اسی خیال میں تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾

ہم نے آسمان ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پر پایا○ اس سے پہلے ہم باتیں سننے کیلئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے' لیکن اب جو کان لگائے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے○ ہم نہیں جانتے کہ زمین

---

[1] [ضیف: طبرانی کبیر (۱۹/۱۹۱) العقیلی (۱/۳۵)] اس کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف ہے۔]

والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے ○

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے جنات: آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے کسی جگہ بیٹھتے اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آ کر کاہنوں کو خبر دیتے تھے اور کاہن ان باتوں کو بہت کچھ نمک مرچ لگا کر اپنے ماننے والوں سے کہتے‘ اب جب حضور ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو آسمانوں پر زبردست پہرے بٹھا دیئے گئے اور ان شیاطین کو پہلے کی طرح وہاں جا بیٹھنے اور باتیں اڑالانے کا موقعہ نہ رہا‘ تاکہ قرآن کریم اور کاہنوں کا کلام خلط ملط نہ ہو جائے اور حق کے متلاشی کو دقت واقع نہ ہو۔ یہ مسلمان جنات اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ پہلے تو ہم آسمان پر جا بیٹھتے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تاک لگائے ہوئے ہیں ایسے چھوٹ کر آتے ہیں کہ خطا ہی نہیں کرتے جلا کر بھسم کر دیتے ہیں‘ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے حقیقی مراد کیا ہے؟ اہل زمین کی کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب کا ارادہ نیکی کا ہے‘ خیال کیجئے کہ یہ مسلمان جن کس قدر ادب دان تھے کہ برائی کے اسناد کے لئے کسی فاعل کا ذکر نہیں کیا اور بھلائی کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور کہا کہ دراصل آسمان کی اس نگرانی اس حفاظت سے کیا مطلب ہے‘ اسے ہم نہیں جانتے۔ اسی طرح حدیث میں بھی آیا ہے کہ الٰہی تیری طرف سے شر اور برائی نہیں [1] ستارے اس سے پہلے کبھی کبھی جھڑتے تھے لیکن اس طرح کثرت سے ان کا آگ برسانا قرآن کریم کی حفاظت وصیانت کے باعث ہوا تھا‘ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک ستارہ ٹوٹا اور بڑی روشنی ہوگئی تو آپ نے ہم سے دریافت کیا اسے جھڑتا دیکھ کر تم کیا کہا کرتے تھے؟ ہم نے کہا حضور ﷺ ہمارا خیال تھا کہ یا تو یہ کسی بڑے آدمی کے تولد پر ٹوٹتا ہے یا کسی بڑے کی موت پر‘ آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کام کا آسمان پر فیصلہ کرتا ہے‘ الخ۔ [2] یہ حدیث پورے طور پر سبا کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ دراصل ستاروں کا بکثرت گرنا‘ جنات کا ان سے ہلاک ہونا‘ آسمان کی حفاظت کا بڑھ جانا‘ ان کا آسمانوں کی خبروں سے محروم ہو جانا ہی اس امر کا باعث بنا کہ یہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے چاروں طرف تلاش کر دی کہ کیا وجہ ہوئی‘ ہمارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گزر عرب میں ہوا اور یہاں رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس نبی کی بعثت اور اس کلام کا نزول ہی ہماری بندش کا سبب ہے‘ پس خوش نصیب سمجھدار جن تو مسلمان ہو گئے‘ باقی جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا‘ سورۂ احقاف کی آیت ﴿ وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَيۡكَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ ﴾ [3] میں اس کا پورا بیان گزر چکا ہے‘ ستاروں کا ٹوٹنا آسمان کا محفوظ ہو

---

[1] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب صلاة المسافرين : باب صلاة النبى و دعائه بالليل (٧٧١)]

[2] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب السلام : باب تحريم الكهانة واتيان الكهان (٢٢٢٩) ترمذى : كتاب التفسير (٣٢٢٤)]

[3] [سورة الاحقاف : آيت ٢٩]

جانا جنات ہی کیلئے نہیں بلکہ انسانوں کیلئے بھی ایک خوفناک علامت تھی' وہ گھبرا رہے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور عموماً انبیاء کی تشریف آوری اور دین اللہ کے اظہار کے وقت ایسا ہوتا بھی تھا' حضرت سدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شیاطین اس سے پہلے آسمانی بیٹھکوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی آپس کی باتیں اڑا لایا کرتے تھے جب حضور ﷺ پیغمبر بنائے گئے تو ایک رات ان شیاطین پر بڑی شعلہ باری ہوئی جسے دیکھ کر اہل طائف گھبرا گئے کہ شاید آسمان والے ہلاک ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ تابڑ توڑ ستارے ٹوٹ رہے ہیں' شعلے اڑ رہے ہیں اور دور دور تک تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں انہوں نے اپنے غلام آزاد کرنے' اپنے جانور راہ اللہ چھوڑ نے شروع کر دیئے آخر عبد یا لیل بن عمیر نے ان سے کہا کہ اے طائف والو! تم کیوں اپنے مال برباد کر رہے ہو؟ تم نجوم دیکھو اگر ستاروں کو اپنی جگہ پاؤ تو سمجھ لو کہ آسمان تباہ نہیں ہوئے یہ سب کچھ انتظامات صرف ابن ابی کبشہ کیلئے ہو رہے ہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کیلئے) اور اگر تم دیکھو کہ فی الحقیقت ستارے اپنی مقررہ جگہ پر نہیں تو بیشک اہل آسمان کو ہلاک شدہ مان لو انہوں نے نجوم دیکھا تو ستارے سب اپنی اپنی مقررہ جگہ پر نظر آئے تب انہیں چین آیا' شیاطین میں بھاگ دوڑ مچ گئی یہ ابلیس کے پاس آئے واقعہ کہہ سنایا تو ابلیس نے کہا' میرے پاس ہر ہر علاقے کی مٹی لاؤ' چنانچہ لائی گئی' اس نے سونگھی اور سونگھ کر بتایا کہ اس انقلاب کا سبب مکہ میں ہے' سات جنات نصیبین کے رہنے والے مکہ پہنچے یہاں حضور ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھا رہے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر ان کے دل نرم ہو گئے بہت ہی قریب ہو کر قرآن سنا پھر اس کے اثر سے مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام دی' الحمد للہ ہم نے اس تمام واقعہ کو پورا پورا اپنی کتاب ''السیرۃ'' میں حضور ﷺ کی نبوت کے آغاز کے بیان میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾

اور یہ کہ بیشک بعض تو ہم میں نیک وکار ہیں اور بعض اس کے سوا بھی ہیں۔ ہم مختلف فریق ہیں ○ ہمیں کامل یقین ہو گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہم بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں ○ ہم تو ہدایت سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے اور جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی نقصان کا خدشہ ہے نہ ظلم وستم کا ○ ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں' پس جو مسلمان ہو گئے انہوں نے راہ راست کا قصد کیا ○ اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے ○ اور (اے نبی یہ بھی کہہ دو) کہ اگر لوگ راہ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت کچھ وافر پانی پلاتے ○ تاکہ ہم اس میں

جنات میں نیک بھی اور بد بھی: جنات اپنی قوم کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میں نیک بھی ہیں اور بد بھی ہیں ہم مختلف راہوں میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمہیں کونسا کھانا پسند ہے؟ اس نے کہا چاول۔ میں نے لا کر دیئے تو دیکھا کہ لقمہ برابر اٹھ رہا ہے لیکن کھانیوالا کوئی نظر نہیں آتا۔ میں نے کہا جو خواہشات ہم میں ہیں کیا تم میں بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں، میں نے پھر پوچھا کہ رافضی تم میں کیسے گنے جاتے ہیں؟ کہا بدترین۔ حافظ ابوالحجاج مذنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے، ابن عساکر میں ہے حضرت عباس بن احمد دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے رات کے وقت ایک جن کو اشعار میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں اس کی جڑیں جم گئی ہیں، اور اللہ کی محبت میں حیران و پریشان ادھر ادھر پھر رہے ہیں جو ان کا رب ہے انہوں نے مخلوقات سے تعلقات کاٹ کر اپنے تعلقات اللہ سے وابستہ کر لئے ہیں۔

پھر کہتے ہیں ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کی قدرت ہم پر حاکم ہے، ہم اس سے نہ بھاگ کر بچ سکیں نہ کسی اور طرح اسے عاجز کر سکیں۔ اب فخر یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہدایت نامے کو سنتے ہی ایمان لا چکے ہیں، فی الواقع ہے بھی یہ فخر کا مقام۔ اس سے زیادہ شرف اور فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب کا کلام فوری اثر کرے، پھر کہتے ہیں مومن کے نہ تو عمل نیک ضائع ہوں نہ اس پر خواہ مخواہ کی برائیاں لادی جائیں، جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا﴾ (1) یعنی نیک مومن کو ظلم و نقصان کا ڈر نہیں۔ پھر کہتے ہیں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض حق سے ہٹے ہوئے عدل کو چھوڑے ہوئے ہیں مسلمان تو نجات کے متلاشی ہیں اور ظالم جہنم کی لکڑیاں ہیں۔ اس کے بعد کی آیت ﴿وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا﴾ الخ، کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ اگر تمام لوگ اسلام پر اور راہ راست پر اور اطاعت الٰہی پر جم جاتے تو ہم ان پر بکثرت بارشیں برساتے اور خوب وسعت سے روزیاں دیتے، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ﴾ (2) الخ یعنی اگر یہ توراۃ و انجیل اور آسمانی کتابوں پر سیدھے اترتے تو انہیں آسمان و زمین سے روزیاں ملتیں اور فرمان ہے ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ (3) الخ،

یعنی اگر بستی والے ایمان لاتے متقی بن جاتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے یہ اس لئے کہ ان کی پختہ جانچ ہو جائے کہ ہدایت پر کون جما رہتا ہے اور کون پھر سے گمراہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اتری ہے جبکہ ان پر سات سال کا قحط پڑا تھا، دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ سب کے سب گمراہی پر جم جاتے تو ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے

---

(1) [سورة طه: آيت ١١٢] (2) [سورة المائده: آيت ٦٦]

(3) [الاعراف: ٩٦]

تا کہ یہ خوب مست ہو جائیں اور اللہ کو بالکل بھول جائیں اور بدترین سزاؤں کے قابل ہو جائیں' جیسے فرمان باری ہے ﴿فَلَمَّا نَسُوْا﴾ [1] الخ' یعنی جب وہ نصیحتیں بھلا بیٹھے تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے جس سے وہ مست بن گئے کہ ناگہاں ہم نے انہیں پکڑ لیا اور وہ مایوس ہو گئے۔ اسی طرح کی آیت ﴿اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ﴾ [2] الخ' بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے جو بھی اپنے رب کے ذکر سے بے پرواہی برتے اس کا رب اسے دردناک سخت اور مہلک عذابوں میں مبتلا کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کہ صَعَد جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں جہنم کے ایک کنویں کا نام ہے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ
يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ع قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ
اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ
مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا
رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ کی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو○ اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کیلئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر جھک پڑیں○ تو کہہ دے کہ میں تو صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتا○ تو کہہ دے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں○ کہہ دے کہ مجھے ہرگز ہرگز کوئی اس سے بچا نہیں سکتا اور ہرگز بھی میں اس کے سوائے کوئی جائے پناہ پا نہیں سکتا○ میں تو صرف اللہ کی طرف سے پہنچا دیتا اور اس کا پیغام سنا دیتا ہوں اب جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نہ مانے گا اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا○ (ان کی آنکھ نہ کھلے گی) یہاں تک کہ اسے دیکھ لیں جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں پس عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی جماعت کم ہے○

مساجد میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں' وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں' نہ کسی اور کو اللہ کی عبادت میں شریک کریں' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں اور کنیسوں میں جا کر اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے تو اس امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ نبی بھی اور امت بھی سب توحید والے رہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت کے نزول کے وقت صرف مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام تھی' حضرت اعمش رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہے کہ جنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ آپ کی مسجد میں اور انسانوں کے ساتھ

---

[1] [الانعام: ٤٤] [2] [المومنون: ٥٥-٥٦]

نماز ادا کریں‘ گویا ان سے کہا جا رہا ہے کہ نماز پڑھو لیکن انسانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ ہم تو دور دراز رہتے ہیں نمازوں میں آپ کی مسجد میں کیسے پہنچ سکیں گے؟ تو انہیں کہا جاتا ہے کہ مقصود نماز کا ادا کرنا اور صرف اللہ ہی کی عبادت بجالانا ہے خواہ کہیں ہو[1] حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے اس میں سبھی مساجد شامل ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعضاء سجدہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی جن اعضاء پر تم سجدہ کرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے ہیں پس تم پر ان اعضاء سے دوسرے کیلئے سجدہ کرنا حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم کیا گیا ہے‘ پیشانی اور ہاتھ کے اشارے سے ناک کو بھی اس میں شامل کر لیا اور دونوں ہاتھ‘ دونوں گھٹنے اور دونوں پہنچے۔[2]

آیت ”لَمَّا قَامَ“ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جنات نے جب حضور ﷺ کی زبانی تلاوت قرآن سنی تو اس طرح آگے بڑھ بڑھ کر عقیدت کا اظہار کرنے لگے کہ گویا ایک دوسرے کے سروں پر چڑھے چلے جاتے ہیں‘ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جنات اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی اطاعت وچاہت کی حالت یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور اصحاب رضی اللہ عنہم پیچھے ہوتے ہیں تو برابر اطاعت واقتداء میں آخر تک مشغول رہتے ہیں گویا ایک حلقہ ہے‘ تیسرا قول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اللہ کی توحید کا اعلان لوگوں میں کرتے ہیں تو کافر لوگ دانت چبا چبا کر الجھ جاتے ہیں‘ جنات وانسان مل جاتے ہیں کہ اس امر دین کو مٹا دیں اور اس کی روشنی کو چھپا لیں مگر اللہ کا ارادہ اس کے خلاف ہو چکا ہے‘ یہ تیسرا قول ہی زیادہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد ہے کہ میں تو اپنے رب کا نام ورد زبان رکھتا ہوں اور کسی اور کی عبادت نہیں کرتا‘ یعنی جب دعوتِ حق اور توحید کی آواز ان کے کان میں پڑی جو مدتوں سے غیر مانوس ہو چکی تھی تو ان کفار نے ایذا رسانی مخالفت اور تکذیب پر کمر باندھ لی حق کو مٹا دینا چاہا اور رسول کی عداوت پر سب متحد ہو گئے اس وقت ان سے رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میں تو اپنے پالنے والے وحدہ لاشریك له کی عبادت میں مشغول ہوں میں اس کی پناہ میں ہوں اسی پر میرا توکل ہے وہی میرا اسہارا ہے مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھو کہ میں کسی اور کے سامنے جھکوں یا اس کی پرستش کروں‘ میں تم جیسا انسان ہوں تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں میں تو اللہ کا ایک غلام ہوں اللہ کے بندوں میں سے ایک ہوں‘ تمہاری ہدایت ضلالت کا مختار و مالک میں نہیں سب چیزیں اللہ کے قبضے میں ہیں میں تو صرف پیغام رساں ہوں‘ اگر میں خود بھی اللہ کی معصیت کروں تو یقیناً اللہ مجھے عذاب دے گا اور کسی سے نہ ہو سکے گا کہ مجھے بچا لے‘ مجھے کوئی پناہ کی جگہ اس کے سوا نظر نہیں آتی‘ میری حیثیت صرف مبلغ اور رسول کی ہے‘ بعض تو کہتے ہیں ”اِلَّا“ کا استثنا ”لَا اَمْلِكُ“ سے ہے یعنی میں نفع نقصان‘ ہدایت ضلالت کا مالک نہیں میں تو صرف تبلیغ کرنے والا پیغام پہنچانے والا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ ”لَنْ یُّجِیْرَنِیْ“ سے یہ استثناء ہے یعنی اللہ کے عذابوں سے مجھے صرف میری رسالت کی ادائیگی ہی بچا سکتی ہے‘ جیسے اور

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۱۲۸)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب السجود علی الانف (۸۱۲) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر والثوب (۴۹۰)]

جگہ ہے ﴿یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ﴾ [1] الخ یعنی اے رسول! تیری طرف جو تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دے اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچا لے گا۔ نافرمانوں کیلئے ہمیشہ والی جہنم کی آگ ہے جس میں سے نہ نکل سکیں نہ بھاگ سکیں۔ جب یہ مشرکین جن وانس قیامت والے دن ڈراؤنے عذابوں کو دیکھ لیں گے اس وقت ظاہر ہو جائے گا کہ کمزور مددگاروں اور بے وقعت گنتی والوں میں کون کون شامل تھا؟ یعنی مومن موحد یا یہ مشرک، حقیقت یہ ہے کہ اس دن مشرکوں کو برائے نام بھی کوئی مدد کرنے والا نہیں ہو گا اور اللہ کے لشکروں کے مقابلہ پر ان کی گنتی بھی کچھ نہ ہو گی۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّہِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْہِمْ وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

ع ۲ / ۱۴

کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا میرا رب اس کیلئے دور کی مدت مقرر کر دے ○ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیبوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ○ سوا اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کر لے تو بیشک اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے ○ اس لئے کہ ان کا اپنے رب کے پیغام پہنچا دینے کا علم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے ○

وقوع قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ قیامت کب ہو گی؟ اس کا علم مجھے نہیں، بلکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا وقت قریب ہے یا دور ہے اور لمبی مدت کے بعد آنے والی ہے، اس آیہ کریمہ میں دلیل ہے اس امر کی کہ اکثر جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ حضور ﷺ زمین کے اندر کی چیزوں کا بھی علم رکھتے ہیں وہ بالکل غلط ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں محض جھوٹ ہے اور بالکل بے اصل روایت ہے ہم نے تو اسے کسی کتاب میں نہیں پایا، ہاں اس کے خلاف صاف ثابت ہے حضور ﷺ سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت پوچھا جاتا تھا اور آپ اس کے معین وقت سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تھے، اعرابی کی صورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی آ کر جب قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے صاف فرمایا تھا اس کا علم نہ پوچھنے والے کو ہے نہ اسے جس سے پوچھا جا رہا ہے [2] ایک اور حدیث میں ہے کہ دیہات کے رہنے والے

---

[1] [سورہ المائدہ: آیت ٦٧]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب سوال جبریل النبی عن الایمان (٥٠) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الایمان ما هو وبیان خصاله (٩ـ ١٠) ترمذی: کتاب الایمان: باب ما جآء فی وصف جبریل النبی الایمان والاسلام (٢٦١٠) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی القدر (٤٦٩٥) نسائی: کتاب الایمان: باب نعت الاسلام (٤٩٩٢) ابن ماجه: کتاب السنة: باب فی الایمان (٦٣)]

نے باآواز بلند آپ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا وہ آئے گی ضرور مگر یہ بتا کہ تو نے اس کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا میرے پاس روزے نماز کی کثرت تو نہیں البتہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے آپ نے فرمایا پھر تو اس کے ساتھ ہوگا جس کی تجھے محبت ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمان کسی حدیث سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے [1] اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کا ٹھیک وقت آپ کو معلوم نہ تھا' ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! تم میں علم ہے تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کیا کرو۔ اللہ کی قسم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ایک وقت آنے والی ہے [2]

یہاں بھی آپ کوئی مقررہ وقت نہیں بتاتے' ابوداؤد میں کتاب الملاحم کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو کیا عجب کہ آدھے دن تک کی مہلت دے دے [3] اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ حضرت سعد سے پوچھا گیا کہ آدھے دن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا پانچ سو سال۔ [4]

پھر فرماتا ہے اللہ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر مرسلین میں سے جسے چن لے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ [5] یعنی اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جو اللہ چاہے۔ یعنی رسول خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جسے اللہ جتنا چاہتا ہے بتا دیتا ہے بس وہ اتنا ہی جانتے ہیں۔ پھر اس کی مزید تخصیص یہ ہوتی ہے کہ اس کی حفاظت اور ساتھ ہی اس علم کی اشاعت کیلئے جو اللہ نے اسے دیا ہے اس کے آس پاس ہر وقت نگہبان فرشتے مقرر رہتے ہیں۔ ﴿لِيَعْلَمَ﴾ کی ضمیر بعض نے تو کہا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف ہے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آگے پیچھے چار چار فرشتے ہوتے تھے تاکہ حضور ﷺ کو یقین آ جائے کہ انہوں نے اپنے رب کا پیغام صحیح طور پر مجھے پہنچایا ہے' اور بعض کہتے ہیں مرجع ضمیر کا اہل شرک ہے یعنی باری باری آنے والے فرشتے نبی اللہ ﷺ کی حفاظت بھی کرتے ہیں شیطان سے اور اس کی ذریات سے تاکہ اہل شرک جان لیں کہ رسولوں نے رسالت اللہ ادا کر دی' یعنی رسولوں کے جھٹلانے والے بھی رسولوں کی رسالت کو جان لیں مگر اس میں کچھ اختلاف ہے۔ امام یعقوب کی قراءت پیش کے ساتھ ہے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ما جاء فی قول الرجل ویلك (٦١٦٧) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب المرء مع من احب (٢٦٣٩)]

[2] [ضعیف : ابن ابی الدنیا فی قصر الامل (ص : ٢٨-٢٩) ابو نعیم فی الحلیة (٦/٩١) بیهقی فی شعب الایمان (٧/٣٥٥)] اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [تخریج الاحیاء (٣٩٠٥)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الملاحم : باب قیام الساعة (٤٣٤٩)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، السلسلة الصحیحة (١٦٤٣)]

[4] [صحیح : ابو داؤد: کتاب الملاحم : باب قیامة الساعة (٤٣٥٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود (٣٦٥٦)]

[5] [سورۃ البقرہ : آیت ٢٥٥]

یعنی لوگ جان لیں کہ رسولوں نے تبلیغ کردی، اور ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ جان لے یعنی وہ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتے بھیج کر حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ رسالت ادا کرسکیں اور وحی الٰہی محفوظ رکھ سکیں اور اللہ جان لے کہ انہوں نے رسالت ادا کردی۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا﴾ [1] الخ یعنی جس قبلہ پر تو تھا اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم رسول کے سچے تابعدار اور مرتدوں کو جان لیں اور جگہ ہے ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ [2] الخ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور منافقوں کو جان لے گا اور بھی اس قسم کی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ پہلے ہی سے جانتا ہے لیکن اسے ظاہر کرکے بھی جان لیتا ہے، اسی لئے یہاں اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہر چیز اور سب کی گنتی اللہ کے علم کے احاطہ میں ہے۔ الحمدللہ سورۂ جن کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة المزمل

مزمل کا معنی ومفہوم: بزار میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہوکر آپس میں کہنے لگے کہ آؤ مل کر آنحضرت ﷺ کا ایک ایسا نام تجویز کریں کہ سب کی زبان سے وہی نکلے تاکہ باہر کے لوگ ایک ہی آواز سن کر جائیں، تو بعض نے کہا ان کا نام کاہن رکھو اس پر اوروں نے کہا درحقیقت وہ کاہن تو نہیں، کہا اچھا پھر ان کا نام مجنون رکھو اس پر بھی اوروں نے کہا وہ مجنون بھی نہیں، پھر بعض نے کہا ساحر نام رکھو اس پر اور لوگوں نے کہا وہ ساحر یعنی جادوگر بھی نہیں، غرض وہ کوئی ایسا نام تجویز نہ کرسکے جس پر سب کا اتفاق ہو اور یہ مجمع یوں ہی اٹھ کھڑا ہوا، آنحضرت ﷺ یہ خبر سن کر منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہے جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح یعنی اے منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھنے والے کہہ کر آپ کو مخاطب کیا [3] اس روایت کے ایک راوی معلیٰ بن عبدالرحمٰن سے گو اہل علم کی جماعت روایت لیتی ہے اور اس سے حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن ان کی روایتوں میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر ان کی متابعت نہیں کی جاتی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ﴿٣﴾
أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ﴿٤﴾ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴿٥﴾ إِنَّ
نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ﴿٦﴾ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ﴿٧﴾
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾ رَّبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا
هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾

---

[1] [سورة البقرہ : آیت ۱۴۳]　[2] [سورة العنکبوت : آیت ۱۱]

[3] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۷۶) مجمع الزوائد (۱۱۴۴۳)] اس میں معلیٰ بن عبدالرحمٰن کذاب ہے۔]

اللہ تعالیٰ بہت بڑے بخشنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنیوالے کے نام سے شروع

اے جھرمٹ مار کر کپڑے اوڑھنے والے ○ رات کو تہجد پڑھا کر مگر تھوڑی رات ○ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لے ○ یا اس پر بڑھا دے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھا کر ○ یقیناً ہم تم پر بہت بھاری بات عنقریب نازل کریں گے ○ بیشک رات کا اٹھنا نفس کو خوب کچل دیتا ہے اور بات کو بہت درست کر دیتا ہے ○ یقیناً تجھے دن میں بہت شغل رہتا ہے ○ تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا ○ مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے ○

پیغمبر ﷺ کو نماز تہجد اور تلاوت قرآن کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ راتوں کے وقت کپڑے لپیٹ کر سو رہنے کو چھوڑ دیں اور تہجد کی نماز کے قیام کو اختیار کر لیں، جیسے فرمان ہے ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ [1] الخ، ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور لالچ سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے دیتے رہتے ہیں، حضور ﷺ پوری عمر اس حکم کی بجا آوری کرتے رہے تہجد کی نماز صرف آپ پر واجب تھی یعنی امت پر واجب نہیں ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾ [2] الخ، راتوں کو تہجد پڑھا کر یہ حکم صرف تجھے ہے تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچانے والا ہے، یہاں اس حکم کے ساتھ ہی مقدار بھی بیان فرما دی کہ آدھی رات یا کچھ کم و بیش۔ "مزمل" کے معنی سونے والے اور کپڑا لپیٹنے والے کے ہیں، اس وقت حضور ﷺ اپنی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے قرآن کے مفہوم کو اچھی طرح اخذ کرنے والے تو آدھی رات تک تہجد میں مشغول رہا کر، یا کچھ بڑھا گھٹا دیا کر اور قرآن شریف کو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کر تاکہ خوب سمجھتا جائے، اس حکم کے بھی حضور ﷺ عامل تھے، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی تھی گویا چھوٹی سی سورت بڑی سے بڑی ہو جاتی تھی [3] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کا وصف پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ خوب مد کر کے پڑھا کرتے تھے پھر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر سنائی جس میں لفظ "اللہ" لفظ "رحمن" پر لفظ "رحیم" پر مد کیا [4] ابن جریج کہتے ہے کہ ہر ہر آیت پر آپ پورا پورا وقف کرتے تھے، جیسے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھ کر ٹھہرتے۔ یہ حدیث مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ [5] مسند کی ایک حدیث

---

[1] [سورۃ السجدہ : آیت ١٦] [2] [سورۃ الاسراء : آیت ٧٩]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب جواز النافلة قائما وقاعدا (٧٣٣)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب مد القرآءة (٥٠٤٦)]

[5] [صحیح : مسند احمد (٣٠٢/٦) ابو داؤد : کتاب الحروف والقراءات (٤٠٠١) ترمذی : کتاب القرآءات : باب فی فاتحة الکتاب (٢٩٢٧)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود (٣٣٧٩)]

میں ہے کہ قرآن کے قاری سے قیامت والے دن کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ترتیل سے پڑھ جیسے دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا تیرا درجہ وہ ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہو یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں [1] ہم نے اس تفسیر کے شروع میں وہ احادیث وارد کردی ہیں، جو ترتیل کے مستحب ہونے اور اچھی آواز سے قرآن پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں، جیسے وہ حدیث جس میں ہے قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو [2] اور ہم میں سے وہ نہیں جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے [3] اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اسے آل داؤد کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے [4] اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور اچھے گلے سے زیادہ عمدگی کے ساتھ پڑھتا [5] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ ریت کی طرح قرآن کو نہ پھیلاؤ اور شعروں کی طرح قرآن کو بے ادبی سے نہ پڑھو اس کے عجائب پر غور کرو اور دلوں میں اثر لیتے جاؤ اور اس میں دوڑ نہ لگاؤ کہ جلد سورت ختم ہو (بغوی) ایک شخص آ کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہتا ہے میں نے مفصل کی تمام سورتیں آج کی رات ایک ہی رکعت میں پڑھ ڈالیں آپ نے فرمایا پھر تو تو نے شعروں کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا مجھے وہ برابر برابر سورتیں خوب یاد ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر مفصل کی سورتوں میں سے بیس سورتوں کے نام لئے کہ ان میں سے دو دو سورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ [6] پھر فرماتا ہے ہم تجھ پر عنقریب بھاری بوجھل بات اتاریں گے، یعنی عمل میں ثقیل ہوگی اور اترتے وقت بوجہ اپنی عظمت کے گراں قدر ہوگی، حضرت

---

[1] [حسن صحیح : مسند احمد (۱۹۶/۲) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب کیف الترتیل فی القراءۃ (۱۴۶۴) ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ان الذی لیس فی جوفہ من القرآن (۲۹۱۴) نسائی فی السنن الکبری : کتاب فضائل القرآن : باب الترتیل (۸۰۵۶) صحیح ابن حبان (۷۶۶) ابن ابی شیبہ (۴۹۸/۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[2] [صحیح : مسند احمد (۲۹۶/۴) بخاری معلقا : کتاب التوحید (۷۵۴۴) و مسندا فی خلق افعال العباد (۲۵۰) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب یستحب الترتیل فی القرائۃ (۱۴۶۸) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا : باب فی حسن الصوت بالقرآن (۱۳۴۲) نسائی : کتاب الافتتاح : باب تزیین القرآن بالصوت (۱۰۱۶) عبدالرزاق (۴۱۷۶)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول اللہ تعالی و اسرو قولکم اواجھروا بہ (۷۵۲۷) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب یستحب الترتیل فی القراءۃ (۱۴۶۹) مسند احمد (۱۷۵/۱)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب حسن الصوت بالقراءۃ القرآن (۵۰۴۸) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن (۷۹۳)]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل القرآن : وما یتعلق بہ (۷۹۳) مسند احمد (۳۴۹/۵)]

[6] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الجمع بین السورتین فی رکعۃ (۷۷۵) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب ترتیل القراءۃ واجتناب الھذ (۸۲۲)]

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری اس وقت آپ کا گھٹنہ میرے گھٹنے پر تھا وحی کا اتنا بوجھ پڑا کہ میں تو ڈرنے لگا کہ میری ران کہیں ٹوٹ نہ جائے (1) مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وحی کا احساس بھی آپ کو ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا میں ایسی آواز کو سنتا ہوں جیسے کسی زنجیر کے بجنے کی آواز ہو میں چپکا ہو جاتا ہوں جب بھی وحی نازل ہوتی ہے مجھ پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میری جان نکل جائے گی (2) صحیح بخاری شریف کے شروع میں ہے حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی ہے جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے اور جب وہ گنگناہٹ کی آواز ختم ہو جاتی ہے تو اس میں جو کچھ کہا گیا وہ مجھے خوب محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں یاد کر لیتا ہوں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سخت جاڑے والے دن میں بھی جب آپ پر وحی اتر چکتی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکتے (3) مسند احمد میں ہے کہ کبھی اونٹنی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے اور اسی وقت میں وحی آتی تو اونٹنی جھک جاتی (4) ابن جریر میں یہ بھی ہے کہ پھر جب تک وحی ختم نہ ہولے اونٹنی سے قدم نہ اٹھایا جاتا نہ اس کی گردن اونچی ہوتی۔ (5) مطلب یہ ہے کہ خود وحی کا اترنا بھی اہم اور بوجھل تھا پھر احکام کا بجالانا اور ان کا عامل ہونا بھی اہم اور بوجھل تھا۔ یہی قول حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ کا ہے' حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ ثقیل کام ہے اسی طرح آخرت میں اجر بھی بڑا بھاری ملے گا۔ پھر فرماتا ہے رات کا اٹھنا نفس کو زیر کرنے کیلئے اور زبان کو درست کرنے کیلئے اکسیر ہے"نشاء" کے معنی حبشی زبان میں قیام کرنے کے ہیں' رات بھر میں جب اٹھے اسے "ناشئته الليل" کہتے ہیں' تہجد کی نماز کی خوبی یہ ہے کہ دل اور زبان ایک ہو جاتا ہے اور تلاوت کے جو الفاظ زبان سے نکلتے ہیں دل میں گڑ جاتے ہیں اور بہ نسبت دن کے رات کی تنہائی میں معنی مطلب خوب ذہن نشین ہوتا جاتا ہے کیونکہ دن بھیڑ بھاڑ کا' شوروغل کا' کمائی دھندے کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اَقْوَمُ قِيلًا کو اَصْوَبُ قِيلًا پڑھا تو لوگوں نے کہا ہم تو اَقْوَمُ پڑھتے ہیں۔

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا یستوی القعدون من المومنین (۴۵۹۲) و کتاب الجهاد (۲۸۳۲)]

(2) [ضعیف: مسند احمد (۲/ ۲۲۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۷۰۷۱)] اس کی سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

(3) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف بداء الوحی الی رسول الله (۲) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب عرق النبی فی البرد (۲۳۳۳)]

(4) [صحیح: مسند احمد (۶/ ۱۱۸)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۸/ ۲۶۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۴۸۶۸)]

(5) [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹/ ۱۲۷)]

آپ نے فرمایا ((اَصْوَبُ اَقْوَمُ اَهْيَأُ)) اوران جیسے سب الفاظ ہم معنی ہیں۔ پھر فرماتا ہے دن میں تجھے بہت فراغت ہے، نیند کر سکتے ہو، سو بیٹھ سکتے ہو، راحت حاصل کر سکتے ہو، نوافل بکثرت ادا کر سکتے ہو، اپنے دنیوی کام کاج پورے کر سکتے ہو۔ پھر رات کو آخرت کے کام کیلئے خاص کرلو، اس بناء پر یہ حکم اس وقت تھا جب رات کی نماز فرض تھی پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا اور بطور تخفیف کے اس میں کمی کر دی اور فرمایا تھوڑی سی رات کا قیام کیا کرو، اس فرمان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے ﴿اِنَّ رَبَّكَ﴾ سے ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ تک پڑھا اور آیت ﴿وَمِنَ الَّيْلِ﴾ الخ، کی بھی تلاوت کی، آپ کا یہ قول ہے بھی ٹھیک، مسند احمد میں ہے کہ حضرت سعید بن ہشام رحمہ اللہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مدینہ کی طرف چلے تا کہ وہاں کے اپنے مکانات بیچ ڈالیں اور ان کی قیمت سے ہتھیار وغیرہ خرید کر جہاد میں جائیں اور رومیوں سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ یا تو روم فتح ہو یا شہادت ملے مدینہ شریف میں اپنی قوم والوں سے ملے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے کہا سنو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں آپ ہی کی قوم میں سے چھ شخصوں نے بھی ارادہ کیا تھا کہ عورتوں کو طلاق دے دیں مکانات وغیرہ بیچ ڈالیں اور راہ للہ کھڑے ہو جائیں۔ حضور ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا کیا جس طرح میں کرتا ہوں اس طرح کرنے میں تمہارے لیے اچھائی نہیں ہے؟ خبردار! ایسا نہ کرنا اپنے اس ارادے سے باز آ جاؤ یہ حدیث سن کر حضرت سعید نے بھی اپنا ارادہ ترک کیا اور وہیں اسی جماعت سے کہا کہ تم گواہ رہنا میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا اب حضرت سعید رحمہ اللہ چلے گئے پھر جب اس جماعت سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یہاں سے جانے کے بعد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے آنحضرت ﷺ کے وتر پڑھنے کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا اس مسئلے کو سب سے زیادہ بہتر طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتا سکتی ہیں تم وہیں جاؤ اور ام المومنین رضی اللہ عنہا ہی سے دریافت کرو ام المومنین رضی اللہ عنہا سے جو سنو وہ ذرا مجھ سے کہہ جانا۔ میں حضرت حکیم بن افلح رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے میں نے کہا تم مجھے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لے چلو۔ انہوں نے فرمایا میں وہاں نہیں جاؤں گا اس لئے کہ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپس میں لڑنے والی جماعتوں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مقابلین کے بارے میں آپ دخل نہ دیجئے لیکن انہوں نے نہ مانا اور دخل دیا۔ میں نے انہیں قسم دی اور کہا کہ نہیں آپ مجھے ضرور وہاں لے چلئے خیر بمشکل وہ راضی ہوئے اور میں ان کے ساتھ گیا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا صاحبہ نے حضرت حکیم کی آواز پہچان لی اور کہا کیا حکیم ہے؟ جواب دیا گیا کہ ہاں میں حکیم بن افلح رضی اللہ عنہ ہوں تمہارے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا ہشام پوچھا ہشام کون؟ عامر کے لڑکے؟ کہا عامر رضی اللہ عنہ کے لڑکے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کیلئے دعا رحمت کی اور فرمایا عامر رضی اللہ عنہ بہت اچھا آدمی تھا اللہ اس پر رحم کرے میں نے کہا ام المومنین رضی اللہ عنہا مجھے بتائیے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیا تھے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا بس حضور ﷺ کا خلق قرآن تھا اب میں نے اجازت مانگنے کا قصد کیا لیکن فوراً ہی یاد آ گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کا حال دریافت کرلوں، اس سوال کے جواب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم نے سورۂ مزمل نہیں

پڑھی‘ میں نے کہا ہاں پڑھی ہے‘ فرمایا سنو اس سورت کے اول حصے میں قیام اللیل فرض ہوا اور سال بھر تک حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ قدموں پر ورم آ گیا بارہ ماہ کے بعد اس سورت کے خاتمہ کی آیتیں اتریں اور اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی فرضیت اٹھ گئی اور عملی صورت باقی رہ گئی‘ میں نے پھر اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن خیال آیا کہ وتر کا مسئلہ بھی دریافت کرلوں تو میں نے کہا ام المومنین رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے وتر پڑھنے کی کیفیت سے بھی آگاہ فرمایئے‘ آپ نے فرمایا ہاں سنو! ہم آپ کی مسواک وضو کا پانی وغیرہ تیار کر کے ایک طرف رکھ دیا کرتے تھے جب کبھی اللہ چاہتا اور آپ کی آنکھ کھلتی اٹھتے مسواک کرتے اور آٹھ رکعت پڑھتے بیچ میں تشہد میں بالکل نہ بیٹھتے آٹھویں رکعت پوری کر کے آپ التحیات میں بیٹھتے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرتے دعا کرتے اور زور سے سلام پھیرتے کہ ہم بھی سن لیں پھر بیٹھے بیٹھے ہی دو رکعت اور ادا کرتے (اور ایک وتر پڑھتے) بیٹا یہ سب مل کر گیارہ رکعت ہوئیں‘ اب جبکہ آپ عمر رسیدہ ہوئے اور بدن بھاری ہو گیا تو آپ نے سات وتر پڑھے پھر سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعت ادا کیں بس بیٹا یہ نو رکعت ہوئیں اور حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی نماز کو پڑھتے تو پھر اس پر مداومت کرتے ہاں اگر کسی شغل یا نیند یا دکھ تکلیف اور بیماری کی وجہ سے رات کو نماز نہ پڑھ سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرما لیا کرتے میں نہیں جانتی کہ کسی ایک رات میں رسول اللہ ﷺ نے پورا قرآن صبح تک پڑھا ہو اور نہ رمضان کے سوا کسی اور مہینے کے روزے رکھے‘ اب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا سے رخصت ہو کر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور وہاں کے تمام سوال وجواب دوہرائے آپ نے سب کی تصدیق کی اور فرمایا اگر میری بھی آمد ورفت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتی تو خود اپنے کانوں سے سن آتا‘ یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے [1] ابن جریر میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نبی ﷺ کیلئے بوریا رکھ دیا کرتے تھے جس پر آپ تہجد کی نماز پڑھتے لوگوں نے کہیں یہ خبر سن لی اور رات کی نماز میں حضور ﷺ کی اقتدا کرنے کیلئے وہ بھی آ گئے حضور ﷺ غضبناک ہو کر باہر نکلے چونکہ شفقت ورحمت آپ کو امت پر تھی اور ساتھ ہی ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو یہ نماز فرض ہو جائے آپ ان سے فرمانے لگے لوگو! ان ہی اعمال کی تکلیف اٹھاؤ جن کی تم میں طاقت ہو اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہ تھکے گا البتہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے سب سے بہتر عمل وہ ہے جس پر دوام ہو سکے ادھر قرآن کریم میں یہ آیتیں اتریں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے قیام اللیل شروع کیا یہاں تک کہ رسیاں باندھنے لگے کہ نیند نہ آ جائے آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے ان کی اس کوشش کو جو اللہ کی رضا مندی کی طلب میں کر رہے تھے دیکھ کر اللہ نے بھی ان پر رحم کیا اور اسے فرض عشاء کی طرف لوٹا دیا اور قیام لیل چھوڑ دیا‘ یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی ہے لیکن اس کا راوی موسیٰ بن عبیدہ زبزی ضعیف ہے اصل حدیث بغیر سورۂ مزمل کے نازل ہونے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا : باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ او مرض (۷۴۶) ابو داؤد : کتاب التطوع : باب فی صلاۃ اللیل (۱۳۴۲) نسائی : کتاب قیام اللیل وتطوع النہار : باب قیام اللیل (۱۶۰۲) مسند احمد (۵۳/۶)]

کے ذکر کے صحیح میں بھی ہے اور اس حدیث کے الفاظ کے تسلسل سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی حالانکہ دراصل یہ سورت مکہ شریف میں اتری ہے' اسی طرح اس روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے کے بعد اس کی آخری آیتیں نازل ہوئیں یہ قول بھی غریب ہے' صحیح وہی ہے جو بحوالہ مسند پہلے گزر چکا کہ سال بھر کے بعد آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ابن ابی حاتم میں منقول ہے کہ سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثل رمضان کے قیام کے قیام کرتے رہے اور اس سورت کی اول آخر کی آیتوں کے اترنے میں تقریباً سال بھر کا فاصلہ تھا۔ حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ سے بھی ابن جریر میں اس طرح مروی ہے' حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سال بھر تک قیام کیا یہاں تک کہ قدم اور پنڈلیوں پر ورم آ گیا پھر ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ [1] الخ' نازل ہوئی اور لوگوں نے راحت پائی' حسن بصری رحمہ اللہ اور سدی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ابن ابی حاتم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سولہ مہینے کا فاصلہ مروی ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک سال یا دو سال تک قیام کرتے رہے اور پنڈلیاں اور قدم سوج گئے پھر آخری سورت کی آیتیں اتریں اور تخفیف ہوگئی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ دس سال کا فاصلہ بتاتے ہیں۔ (ابن جریر) [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی آیت کے حکم کے مطابق ایمانداروں نے قیام اللیل شروع کیا لیکن بڑی مشقت پڑتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ﴾ سے ﴿مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ تک آیتیں نازل فرما کر وسعت کر دی اور تنگی نہ رکھی فَلَهُ الْحَمْدُ۔ پھر فرمان ہے اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہ اور اس کی عبادت کیلئے فارغ ہو جا یعنی امور دنیا سے فارغ ہو کر دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ بکثرت اس کی طرف مائل اور سراسر راغب ہو جا' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ [3] الخ'

یعنی جب اپنے شغل سے فارغ ہو تو ہماری عبادت محنت سے بجالاؤ' اخلاص' فارغ البالی' کوشش' محنت' دل لگی اور یکسوئی سے اللہ کی طرف جھک جاؤ' ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبتل سے منع فرمایا [4] یعنی بال بچے اور دنیا کو چھوڑ دینے سے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ علائق دنیوی سے کٹ کر اللہ کی عبادت میں توجہ اور انہماک کا وقت بھی ضرور نکالا کرو۔ وہ مالک ہے وہ متصرف ہے مشرق مغرب سب اس کے قبضہ میں ہے اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں' تو جس طرح صرف اسی اللہ کی عبادت کرتا ہے اسی طرح صرف اسی پر بھروسہ بھی رکھ جیسے اور

---

[1] [سورة المزمل : آیت ٢٠]

[2] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٥١٧٤)] [3] [سورة الانشراح : آیت ٧]

[4] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٣/١٥٨) ابن ماجه : كتاب النكاح : باب النهى عن التبتل (١٨٤٩) نسائی : كتاب النكاح : باب النهى عن التبتل (٣٢١٤) ترمذی : كتاب النكاح : باب ما جآء فی النهى عن التبتل (١٠٨٢)] امام ہیثمیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[مجمع الزوائد (٤/٢٦١)] امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [ابن حبان (٤٠٢٨)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

آیت میں ہے ﴿ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ﴾ [1] اسکی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر' یہی مضمون ﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ [2] میں بھی ہے' اس معنی کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ عبادت' اطاعت' توکل اور بھروسہ کے لائق ایک اسی کی پاک ذات ہے۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝١٠ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۝١١ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ۝١٢ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝١٣ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝١٤ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝١٥ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝١٦ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝١٧ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝١٨

اور جو وہ کہیں سنتا رہ اور انہیں اچھی طرح چھوڑے رکھ ○ اور مجھے اور ان جھٹلانے والے آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں ذرا سی مہلت دے ○ یقیناً ہمارے ہاں سخت بیڑیاں ہیں اور سلگتی ہوئی جہنم ہے ○ اور حلق میں اٹکنے والا کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے ○ جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرا جائیں گے اور پہاڑ مثل بھربھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے ○ ہم نے تو تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا رسول بھیج دیا جیسے کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا ○ فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی جس بنا پر ہم نے اس کو سخت وبال کی پکڑ میں پکڑ لیا۔ تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا ○ جس دن آسمان بھی پھٹ جائے گا' اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہو کر ہی رہنے والا ہے ○

نبی ﷺ کو صبر کی ہدایت: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کو کفار کی طعن آمیز باتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں ان کے حال پر بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ہی چھوڑ دے' میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔ میرے غضب اور غصے کے وقت دیکھ لوں گا کہ کیسے یہ لوگ نجات پاتے ہیں۔ ہاں ان کے مالدار خوش حال لوگوں کو جو بے فکرے ہیں اور تجھے ستانے کیلئے باتیں بنا رہے ہیں جن پر دوہرے حقوق ہیں مال کے اور جان کے اور یہ ان میں سے ایک بھی ادا نہیں کرتے تو ان سے بے تعلق ہو جا پھر دیکھ کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں تھوڑی دیر دنیا میں تو چاہے یہ فائدہ اٹھا لیں مگر انجام کار عذابوں میں پھنسیں گے اور عذاب بھی کونسے؟ سخت قید و بند کے' بدترین بھڑکتی ہوئی نہ بجھنے والی اور نہ کم ہونے والی آگ کے' اور جو ایسا کھانا جو حلق میں جا کر اٹک جائے نہ نگل سکیں نہ اگل سکیں اور بھی طرح طرح کے المناک عذاب ہوں گے' پھر وہ وقت بھی ہوگا جب زمینوں میں اور پہاڑوں میں زلزلہ طاری ہوگا' سخت اور بڑی چٹانوں والے پہاڑ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہو گئے ہوں گے جیسے بھربھری ریت کے بکھرے ہوئے ذرے ہوں جنہیں ہوا ادھر ادھر آ لے جائے گی اور نام ونشان تک مٹا دے گی اور زمین ایک چٹیل صاف

---

[1] [سورۃ هود : آیت ۱۲۳] [2] [سورۃ فاتحہ : آیت ٤]

میدان کی طرح رہ جائے گی جس میں کہیں اونچ نیچ نظر نہ آئے گی پھر فرماتا ہے اے لوگو اور خصوصاً اے کافرو! ہم نے تجھ پر گواہی دینے والا اپنا سچا رسول تم میں بھیج دیا ہے جیسے کہ فرعون کے پاس بھی ہم نے اپنے احکام کے پہنچا دینے کیلئے اپنے ایک رسول کو بھیجا تھا' اس نے جب اس رسول کی نافرمانی کی تو تم جانتے ہو کہ ہم نے اسے بری طرح برباد کیا سختی سے پکڑ لیا' اسی طرح یاد رکھو اگر اس نبی کی تم نے بھی نہ مانی تو تمہاری خیر نہیں اللہ کے عذاب تم پر بھی اتر آئیں گے اور نیست و نابود کر دیئے جاؤ گے کیونکہ یہ رسول ﷺ رسولوں کے سردار ہیں ان کے جھٹلانے کا وبال بھی اور وبالوں سے بڑا ہے۔ اس کے بعد کی آیت کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر تم نے کفر کیا تو بتاؤ تو سہی کہ اس دن کے عذابوں سے کیسے نجات حاصل کرو گے؟ جس دن کی ہیبت' خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور دوسرے معنی یہ کہ اگر تم نے اتنے بڑے ہولناک دن کا بھی کفر کیا اور اس کے بھی منکر رہے تو تمہیں تقویٰ اور اللہ کا ڈر کیسے حاصل ہوگا؟ گو یہ دونوں معنی نہایت عمدہ ہیں لیکن اول اولیٰ ہیں۔ واللہ اعلم۔ طبرانی میں ہے رسول مقبول ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ قیامت کا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اٹھو اور اپنی اولاد میں سے دوزخیوں کو الگ کرو وہ پوچھیں گے اے اللہ کتنی تعداد میں سے کتنے؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے یہ سنتے ہی مسلمانوں کے تو ہوش اڑ گئے اور گھبرا گئے' حضور ﷺ بھی ان کے چہرے دیکھ کر سمجھ گئے اور بطور تشفی کے فرمایا سنو! بنو آدم بہت سے ہیں یاجوج ماجوج بھی اولاد آدم میں سے ہیں جن میں سے ہر ایک نسلی تسلسل میں خاص اپنی صلبی اولاد ایک ایک ہزار چھوڑ کر جاتا ہے پس ان میں اور ان حبشیوں میں مل کر دوزخیوں کی یہ تعداد ہو جائے گی اور جنت تمہارے لئے اور تم جنت کیلئے ہو جاؤ گے [1] یہ حدیث غریب ہے اور سورۂ حج کی تفسیر کے شروع میں اس جیسی احادیث کا تذکرہ گزر چکا ہے اس دن کی ہیبت اور دہشت کے مارے آسمان بھی پھٹ جائے گا' بعض نے ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف کیا ہے لیکن یہ قوی نہیں اس لئے کہ یہاں ذکر ہی نہیں' اس دن کا وعدہ یقیناً سچ ہے اور ہو کے ہی رہے گا اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ڮ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (١٢٠٣٤) مجمع الزوائد (١٦٤٤٦)] اس میں عثمان بن عطا راوی ضعیف ہے۔]

بیشک یہ نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کر لے ○ تیرا رب بخوبی جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دوتہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتے ہیں اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ نبھا سکو گے پس اس نے تم پر مہربانی کی لہذا جتنا قرآن پڑھنا تم پر آسان ہوا تنا ہی پڑھو وہ جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی بھی تلاش کریں گے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے سو تم باآسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیج دو گے اسے اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

اہل عقل کے لیے عبرت ونصیحت: فرماتا ہے کہ یہ سورت عقل مندوں کیلئے سراسر نصیحت وعبرت ہے جو بھی طالب ہدایت ہو وہ مرضی مولا سے ہدایت کا راستہ پالے گا اور اپنے رب کی طرف پہنچ جانے کا ذریعہ حاصل کرلے گا جیسے دوسری سورت میں فرمایا ﴿وَمَا تَشَاۤءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَاۤءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ [1] تمہاری چاہت کام نہیں آتی وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہے۔ صحیح علم والا اور پوری حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ کا اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا کبھی دوتہائی رات تک قیام میں مشغول رہنا کبھی آدھی رات اسی میں گزرنا کبھی تہائی رات تک تہجد پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے گو تمہارا مقصد ٹھیک اس وقت کو پورا کرنا نہیں ہوتا اور ہے بھی وہ مشکل کام کیونکہ رات دن کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو ہے کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں کبھی رات چھوٹی دن بڑا کبھی دن چھوٹا رات بڑی اللہ جانتا ہے کہ اس کو بنانے کی طاقت تم میں نہیں تو اب رات کی نماز اتنی ہی پڑھو جتنی تم باآسانی پڑھ سکو کوئی وقت مقرر نہیں کہ فرضاً اتنا وقت لگانا ہی ہوگا یہاں صلوٰۃ کی تعبیر قراءت سے کی ہے جیسے سورۂ "سبحان" میں ہے ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ [2] یعنی اپنی قراءت نہ تو بہت بلند کر نہ بالکل پست کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کر کے یہ مسئلہ لیا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ ہی کا پڑھنا متعین نہیں اسے پڑھے خواہ اور کہیں سے پڑھ لے گو ایک ہی آیت پڑھے کافی ہے اور پھر اس مسئلہ کی مضبوطی اس حدیث سے کی ہے کہ بہت جلدی جلدی نماز ادا کرنیوالے کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا پھر پڑھ جو آسان ہو تیرے ساتھ قرآن سے۔ (بخاری ومسلم) [3] یہ مذہب جمہور کیخلاف ہے اور جمہور نے انہیں یہ جواب دیا کہ بخاری ومسلم کی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آچکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

---

[1] [سورہ الدھر: آیت ۳۰]

[2] [سورہ بنی اسرائیل: آیت ۱۱۰]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم فی الصلوات کلھا (۷۵۷) صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب وجوب قراءۃ فاتحۃ فی کل رکعتہ (۳۹۷)]

کہ نماز نہیں ہے مگر یہ کہ تو سورۂ فاتحہ پڑھے [1] اور صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ بالکل ادھوری محض ناکارہ ناقص اور ناتمام ہے [2] صحیح ابن خزیمہ میں بھی ان ہی کی روایت سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے [3] (پس ٹھیک قول جمہور کا ہی ہے کہ ہر نماز کی ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا لازمی اور متعین ہے) پھر فرماتا ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ اس امت میں عذر والے لوگ بھی ہیں جو قیام لیل کے ترک پر معذور ہیں' مثلاً بیمار کہ جنہیں اس کی طاقت نہیں' مسافر جو روزی کی تلاش میں ادھر ادھر جا رہے ہیں' مجاہد جو اہم تر شغل میں مشغول ہیں' یہ آیت بلکہ پوری سورت مکی ہے' مکہ شریف میں نازل ہوئی اس وقت جہاد فرض نہیں تھا بلکہ مسلمان نہایت پست حالت میں تھے پھر غیب کی یہ خبر دینا اور اسی طرح ظہور میں بھی آنا کہ مسلمان جہاد میں پوری طرح مشغول ہوئے یہ نبوت کی اعلیٰ اور بہترین دلیل ہے۔ تو ان معذورات کے باعث تمہیں رخصت دی جاتی ہے کہ جتنا قیام تم سے با آسانی کیا جا سکے کر لیا کرو' حضرت ابو رجاء محمد رحمہ اللہ نے حسن رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اے ابو سعید! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو پورے قرآن کا حافظ ہے لیکن تہجد نہیں پڑھتا صرف فرض نماز پڑھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس نے قرآن کو تکیہ بنا لیا اس پر اللہ کی لعنت ہو' اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک غلام کے لئے فرمایا کہ وہ ہمارے علم کو جاننے والا ہے' اور فرمایا تم وہ سکھائے گئے ہو جسے نہ تم جانتے ہو نہ تمہارے باپ دادا' میں نے کہا۔ ابو سعید! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے جو قرآن آسانی سے تم پڑھ سکو پڑھو' فرمایا ہاں ٹھیک تو ہے پانچ آیتیں ہی پڑھ لو' پس بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حافظ قرآن کا رات کی نماز میں کچھ نہ کچھ قیام کرنا امام حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک واجب تھا' ایک حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو صبح سویا رہتا ہے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے [4] اس کا ایک تو یہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات کلها (٧٥٦) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعته (٣٩٥) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء انه لا صلاة الا بفاتحة الکتاب (٢٤٧) ابو داؤد : کتاب الصلوة : باب من ترك القراءة فی صلاته بفاتحة الکتاب (٨٢٢) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة (٨٣٧)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلوة : باب وجوب القراة فی کل رکعته (٣٩٥-٤١) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب من ترك القراءة فی صلوة بفاتحة الکتاب (٨٢١) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب القراءة خلف الامام (٨٣٨) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الفاتحة (٢٩٥٣) نسائی : کتاب الافتتاح : باب ترك قراءة بسم الله الرحمن الرحیم (١٠-٩)]

[3] [صحیح : صحیح ابن خزیمه (٤٩٠) مسند احمد (٤٥٧/٢) ابن حبان (١٧٨٩)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التهجد : باب اذا نام ولم یصل بال الشیطن فی اذنه (١١٤٤)، (٣٢٧٠) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب الحث علی صلاة اللیل وان قلت (٧٧٤)]

مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عشاء کے فرض بھی نہ پڑھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو رات کو نفلی قیام نہ کرے، سنن کی حدیث میں ہے اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو [1] دوسری روایت میں ہے جو وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں [2] حسن بصری رحمہ اللہ کے قول سے بھی زیادہ غریب قول ابوبکر بن عبدالعزیز حنبلی رحمہ اللہ کا ہے جو کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے کا قیام فرض ہے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ تہجد کی نماز نہ تو رمضان میں واجب ہے نہ غیر رمضان میں۔ رمضان کی بابت بھی حدیث شریف میں صاف آ چکا ہے ((وَقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعاً)) (یعنی اللہ نے اس کے قیام کو نفلی قرار دیا ہے' وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

طبرانی کی حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں بہت مرفوعاً مروی ہے کہ گو سو ہی آیتیں ہوں' لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے [3] صرف معجم طبرانی میں ہی میں نے اسے دیکھا ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کی حفاظت کرو اور فرض زکوٰۃ کی ادئیگی کیا کرو' یہ آیت ان حضرات کی دلیل ہے جو فرماتے ہیں کہ فرضیت زکوٰۃ کا حکم مکہ شریف میں ہی نازل ہو چکا تھا ہاں کتنی نکالی جائے؟ نصاب کیا ہے؟ وغیرہ یہ سب مدینہ میں بیان ہوا۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ' مجاہد' حسن' قتادہ رحمہ اللہ علیہم وغیرہ سلف کا بیان ہے کہ اس آیت نے اس سے پہلے کے حکم رات کے قیام کو منسوخ کر دیا ان دونوں حکموں کے درمیان کس قدر مدت تھی؟ اس میں جو اختلاف ہے اس کا بیان اوپر گزر چکا' بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں اس نے پوچھا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا باقی سب نوافل ہیں۔ [4] پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو یعنی راہ للہ صدقہ خیرات کرتے رہو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر اور اعلیٰ اور پورا بدلہ دے گا' جیسے اور جگہ ہے ایسا کون ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے اور اللہ اسے بہت کچھ بڑھائے چڑھائے۔ [5] تم جو بھی نیکیاں کر کے بھیجو گے وہ تمہارے لئے اس چیز سے جسے تم اپنے پیچھے چھوڑ کر جاؤ گے بہت ہی بہتر اور اجر و ثواب

---

[1] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الوتر: باب استحباب الوتر (١٤١٦) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب ما جاء في الوتر (١١٦٩) ترمذی: کتاب الصلاة: باب ما جآء ان الوتر ليس بحتم (٤٥٣) نسائی: کتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب الامر بالوتر (١٦٧٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود (١٢٥٦)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (٤٤٣/٢) ابو داؤد: کتاب الوتر: باب فيمن لم يوتر (١٤١٩) مستدرك حاكم (٣٠٥/١)] امام زیلعیؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔ [نصب الراية (١١٣/٢)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود (٣٠٩) ارواء الغليل (٤١٧)]

[3] [ضعیف: طبرانی کبیر (١٠٩٤٠)] امام ہیثمیؒ کے بیان کے مطابق اس میں عبدالرحمٰن بن طاؤس راوی مجہول ہے۔ [مجمع الزوائد (١٣٣/٧)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب الزكاة من الاسلام (٤٦) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بيان الصلوات التي هي احداد كان الاسلام (١١)]

[5] [سورۃ البقرہ: آیت ٢٤٥]

میں بہت ہی زیادہ ہے' ابویعلی موصلی کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ایک مرتبہ پوچھا تم میں سے ایسا کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ لوگوں نے کہا حضور ﷺ ہم میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں آپ نے فرمایا اور سوچ لو انہوں نے کہا حضور ﷺ یہی بات ہے فرمایا سنو! تمہارا مال وہ ہے جسے تم راہ للہ دے کر اپنے لئے آگے بھیج دو اور جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمہارا مال نہیں وہ تو تمہارے وارثوں کا مال ہے' یہ حدیث بخاری شریف اور نسائی میں بھی مروی ہے۔ [1] پھر فرمان ہے کہ ذکر اللہ بکثرت کیا کرو اور اپنے تمام کاموں میں استغفار کیا کرو جو استغفار کرے وہ مغفرت حاصل کر لیتا ہے کیونکہ اللہ مغفرت کرنے والا ہے اور مہربانیوں والا ہے۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۂ مزمل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ المدثر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرۡ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَکَ فَطَهِّرۡ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ الرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ ۪ۙ﴿۵﴾ وَ لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَکۡثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَ لِرَبِّکَ فَاصۡبِرۡ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِکَ یَوۡمَئِذٍ یَّوۡمٌ عَسِیۡرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ غَیۡرُ یَسِیۡرٍ ﴿۱۰﴾

اللہ تعالیٰ رحم وکرم کرنے والے رحمت کرنے والے کے نام سے شروع

اے کپڑا اوڑھنے والے ○ کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے ○ اور اپنے رب کی ہی بڑائیاں بیان کر ○ اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر ○ ناپاکی کو چھوڑ دے ○ اور احسان کر کے زیادتی کی خواہش نہ کر ○ اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر ○ پس جبکہ صور پھونکا جائے گا ○ اس دن کا یہ وقت سخت دن ہوگا ○ جو کافروں پر آسان نہ ہوگا ○

پہلی وحی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن کی یہی آیت ﴿یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ﴾ نازل ہوئی [2] لیکن جمہور کا یہ قول ہے کہ سب سے پہلے وحی ﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ﴾ [3] کی آیتیں ہیں جیسے اسی سورت کی تفسیر کے موقعہ پر آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یحییٰ بن ابو کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کونسی آیتیں نازل ہوئیں؟ تو فرمایا ﴿یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ﴾ میں نے کہا لوگ تو ﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ﴾ بتاتے ہیں فرمایا میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا انہوں نے وہی جواب دیا جو میں نے تمہیں دیا اور میں نے بھی وہی کہا جو تم نے مجھے کہا اس کے جواب میں حضرت

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب ما قدم من ماله فهو له (٦٤٤٢) نسائی: کتاب الوصايا: باب باب الكراهية فی تاخير الوصية (٣٦٤٢) مسند احمد (١/٣٨٢)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسير: سورة المدثر (٤٩٢٢) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب بدء الوحی الی رسول الله (١٦١)]

[3] [سورۃ العلق: آیت ١]

جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو تم سے وہی کہتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حرا میں اللہ کی یاد سے جب فارغ ہوا اور اترا تو میں نے سنا کہ گویا مجھے کوئی آواز دے رہا ہے میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا تو میں نے سر اٹھا کر اوپر کو دیکھا تو آواز دینے والا نظر آیا۔ میں خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آیا اور کہا مجھے چادر اڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو انہوں نے ایسا ہی کیا اور ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ کی آیتیں اتریں (بخاری) [1] صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کی حدیث بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں چلا جا رہا تھا کہ ناگہاں آسمان کی طرف سے مجھے آواز سنائی دی۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا جو فرشتہ میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں مارے ڈر اور گھبراہٹ کے زمین کی طرف جھک گیا اور گھر آتے ہی کہا کہ مجھے کپڑوں سے ڈھانک دو چنانچہ گھر والوں نے مجھے کپڑے اوڑھا دیئے اور سورۂ مدثر کی ﴿فَاهْجُرْ﴾ تک کی آیتیں اتریں ابوسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "رجز" سے مراد بت ہیں۔ پھر وحی برابر تابڑ توڑ گرماگرمی سے آنے لگی [2] یہ لفظ بخاری کے ہیں اور یہی سیاق محفوظ ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی وحی آئی تھی کیونکہ آپ کا فرمان موجود ہے یہ وہی تھا جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام جبکہ غار میں سورۂ ﴿اِقْرَاْ﴾ کی آیتیں ﴿مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ تک پڑھا گئے تھے پھر اس کے بعد وحی کچھ زمانہ تک نہ آئی پھر جو اس کی آمد شروع ہوئی اس میں سب سے پہلے وحی سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتیں تھیں اور اس طرح ان دونوں احادیث میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے دراصل سب سے پہلے وحی تو اقرأ کی آیتیں ہیں پھر وحی کے رک جانے کے بعد کی سب سے پہلی وحی اس سورت کی آیتیں ہیں اس کی تائید مسند احمد وغیرہ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ وحی رک جانے کے بعد کی پہلی وحی اس کی ابتدائی آیتیں ہیں [3] طبرانی میں اس سورت کا شان نزول یہ مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریشیوں کی دعوت کی جب سب کھا پی چکے تو کہنے لگا تم اس شخص کی بابت کیا کہتے ہو؟ تو بعض نے کہا جادوگر ہے بعض نے کہا نہیں ہے بعض نے کہا کاہن ہے کسی نے کہا کاہن نہیں ہے بعض نے کہا شاعر ہے بعض نے کہا شاعر نہیں ہے بعض نے کہا اس کا یہ کلام یعنی قرآن منقول جادو ہے چنانچہ اس پر اجماع ہو گیا کہ اسے منقول جادو کہا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع پہنچی تو غمگین ہوئے اور سر پر کپڑا ڈال لیا اور کپڑا اوڑھ لیا جس پر یہ آیتیں فَاصْبِرْ تک اتریں۔ [4] پھر فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ یعنی عزم

---

[1] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التفسير : سورة المدثر (٤٩٢٢) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب بدء الوحی (١٦١)]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التفسير : باب والرجز فاهجر (٤٩٢٦)]

[3] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب بدء الخلق : باب اذا قال احدكم آمين والملائكة فى السماء (٣٢٣٨) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب بدء الوحی الی رسول الله (١٦١)]

[4] [ضعيف : طبرانی (١١٢٥٠) مجمع الزوائد (١١٤٤٨)] اس کی سند میں ابراہیم بن یزید راوی ضعیف ہے۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اسے متروک کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

اور قوی ارادے کے ساتھ کمر بستہ اور تیار ہو جاؤ اور لوگوں کو ہماری ذات سے‘ جہنم سے‘ اور ان کی بداعمال کی سزا سے ڈراؤ۔ ان کو آگاہ کر دو ان سے غفلت کو دور کر دو‘ پہلی وحی سے نبوت کے ساتھ حضور ﷺ کو ممتاز کیا گیا اور اس وحی سے آپ رسول بنائے گئے۔ اور اپنے رب ہی کی تعظیم کرو۔ اور کپڑوں کو پاک رکھو یعنی معصیت‘ بدعہدی‘ وعدہ شکنی وغیرہ سے بچتے رہو‘ جیسے شاعر کے شعر میں ہے کہ بحمد للہ میں فسق و فجور کے لباس سے اور غدر کے رومال سے عاری ہوں‘ عربی محاورے میں یہ برابر آتا ہے کہ کپڑے پاک صاف رکھو یعنی گناہ چھوڑ دو‘ اعمال صالح کر لو‘ یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ دراصل آپ نہ تو کاہن ہیں نہ جادوگر ہیں یہ لوگ کچھ ہی کہا کریں آپ پرواہ بھی نہ کریں‘ عربی محاورے میں جو معصیت آلود‘ بدعہد ہو اسے میلے اور گندے کپڑے والا اور جو عصمت مآب‘ پابند وعدہ ہو اسے پاک کپڑوں والا کہتے ہیں‘ شاعر کہتا ہے ؎

اِذَا الْمَرْءُ لَمْ يُدَنَّسْ مِنَ اللُّؤْمِ عِرْضُهٗ　　فَكُلُّ رِدَآءٍ يَّرْتَدِيْهِ جَمِيْلٌ

یعنی انسان جبکہ سیاہ کاریوں سے الگ ہے تو ہر کپڑے میں وہ حسین ہے اور یہ مطلب بھی ہے کہ غیر ضروری لباس نہ پہنو اپنے کپڑوں کو معصیت آلود نہ کرو۔ کپڑے پاک صاف رکھو‘ میلوں کو دھوڈالا کرو‘ مشرکوں کی طرح اپنا لباس ناپاک نہ رکھو۔ دراصل یہ سب مطلب ٹھیک ہیں یہ بھی ہو وہ بھی ہو۔ ساتھ ہی دل بھی پاک ہو دل پر بھی کپڑے کا اطلاق کلام عرب میں پایا جاتا ہے جیسے امرؤ القیس کے شعر میں ہے‘ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اپنے دل کو اور اپنی نیت کو صاف رکھو‘ محمد بن کعب قرظی اور حسن رحمہما اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھا رکھو۔ گندگی کو چھوڑ دو یعنی بتوں کو اور اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو‘ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ﴾ [1] اے نبی! اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی نہ مانو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا اے ہارون! میرے بعد میری قوم میں تم میری جانشینی کرو اصلاح کے درپے رہو اور مفسدوں کی راہ اختیار نہ کرو۔ [2] پھر فرماتا ہے عطیہ دے کر زیادتی کے خواہاں نہ رہو‘ ابن مسعود کی قراءت میں ﴿اَنْ تَسْتَكْثِرَ﴾ ہے‘ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اپنے نیک اعمال کا احسان اللہ پر رکھتے ہوئے حد سے زیادہ تنگ نہ کرو‘ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طلب خیر میں غفلت نہ برتو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنی نبوت کا بار احسان لوگوں پر رکھ کر اس کے عوض دنیا طلب نہ کرو‘ یہ چار قول ہوئے‘ لیکن اول اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے ان کی ایذا پر جو راہ اللہ میں تجھے پہنچے تو رب کی رضامندی کی خاطر صبر و ضبط کر‘ اللہ تعالیٰ نے جو تجھے منصب دیا ہے اس پر لگا رہ اور جما رہ۔ ناقور سے مراد صور ہے۔ مسند احمد‘ ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیسے راحت سے رہوں؟ حالانکہ صور والے فرشتے نے اپنے منہ میں صور لے رکھا ہے اور پیشانی جھکائے ہوئے حکم اللہ کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے‘ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر ہمیں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا کہو ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

---

[1] [سورۃ الاحزاب : آیت ۱]　[2] [سورۃ الاعراف : آیت ۱۴۲]

﴿عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ① پس صور کے پھونکے جانے کا ذکر کر کے یہ فرما کر جب صور پھونکا جائے گا پھر فرماتا ہے کہ وہ دن اور وہ وقت کافروں پر بڑا سخت ہوگا جو کسی طرح آسان نہ ہوگا' جیسے اور جگہ خود کفار کا قول مروی ہے کہ ﴿يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ ② یہ آج کا دن تو بے حد گراں اور سخت مشکل کا دن ہے' حضرت زرارہ بن اوفی رحمہ اللہ جو بصرے کے قاضی تھے وہ ایک مرتبہ اپنے مقتدیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اسی سورت کی تلاوت تھی جب اس آیت کو پہنچے تو بے ساختہ زوردار ایک چیخ منہ سے نکل گئی اور گر پڑے لوگوں نے دیکھا کہ روح پرواز ہو چکی ہے' اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ﴿١٢﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾

مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے یکتا پیدا کیا ہے ○ اور اسے بہت سا مال دے رکھا ہے ○ اور حاضر باش فرزند بھی ○ اور میں نے اسے بہت کچھ کشادگی دے رکھی ہے ○ پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ○ نہیں نہیں وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے ○ میں تو اسے مشقت والی تکلیف پہنچاؤں گا ○ اس نے غور کر کے تجویز کی ○ اسے ہلاکت ہو کیسی سوچی ○ وہ پھر غارت ہو کس طرح اندازہ کیا ○ اس نے پھر دیکھا ○ اور ترش رو ہو کر منہ بنا لیا ○ پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا ○ اور کہنے لگا یہ تو صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے ○ یہ سوائے انسانی قول کے کچھ نہیں ○ میں اسے عنقریب دوزخ میں ڈالوں گا ○ اور تمہیں کیا خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے۔ نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے ○ کھال کو جھلسا دیتی ہے ○ اور اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں ○

قرآن کو انسانی قول کہنے والا ولید بن مغیرہ: جس خبیث شخص نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور قرآن کو انسانی قول کہا اس کی سزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے' پہلے جو نعمتیں اس پر انعام ہوئی ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ تن تنہا خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا مال اولاد دیا اور کچھ اس کے پاس نہ تھا پھر اللہ نے اسے مالدار بنا دیا' ہزاروں لاکھوں دینار' زر' زمین

---

① [صحیح : مسند احمد (١/٣٢٦) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ الزمر (٣٢٤٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی، السلسلة الصحيحة (١٠٧٨ - ١٠٧٩)]

② [سورۃ القمر : آیت ٨]

وغیرہ عنایت فرمائی' اور باعتبار بعض اقوال کے تیرہ اور بعض اور اقوال کے دس لڑکے دیئے جو سب کے سب اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے' نوکر چاکر لونڈی غلام کام کاج کرتے رہتے اور یہ مزے سے اپنی زندگی اپنی اولاد کے ساتھ گزارتا' غرض دھن دولت' لونڈی غلام' بال بچے' آرام و آسائش ہر طرح کی مہیا تھی' پھر بھی خواہش نفس پوری نہ ہوتی تھی اور چاہتا تھا کہ اللہ اور بڑھا دے' حالانکہ ایسا اب نہ ہوگا' یہ ہمارے احکام کے علم کے بعد بھی کفر اور سرکشی کرتا ہے اسے صعود پر چڑھایا جائے گا' مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کافر گرایا جائے گا چالیس سال تک اندر ہی اندر جاتا رہے گا لیکن پھر بھی تہہ تک نہ پہنچے گا' اور "صعود" جہنم کی ایک ناری پہاڑی کا نام ہے جس پر کافر کو چڑھایا جائے گا ستر سال تک تو چڑھتا ہی رہے گا پھر وہاں سے نیچے گرا دیا جائے گا ستر سال تک نیچے لڑھکتا رہے گا اور اسی ابدی سزا میں گرفتار رہے گا [1] یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب کہتے ہیں' ساتھ ہی یہ حدیث منکر ہے'

ابن ابی حاتم میں ہے کہ "صعود" جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو آگ کا ہے اسے مجبور کیا جائے گا کہ اس پر چڑھے ہاتھ رکھتے ہی راکھ ہو جائے گا اور اٹھاتے ہی بدستور ویسا ہو جائے گا اسی طرح پاؤں بھی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا' سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ پتھر بڑا پھسلنا ہے' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم اسے مشقت والا عذاب دیں گے' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسا عذاب جس میں اور جس سے کبھی بھی راحت نہ ہو' امام جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس تکلیف دہ عذاب سے اس لئے قریب کر دیا کہ وہ ایمان سے بہت دور تھا وہ سوچ سوچ کر خود ساختہ دنیا میں رہتا تھا کہ وہ قران کی مانند کہے اور بات بنائے افسوس کیا جاتا ہے اور محاورہ عرب کے مطابق اس کی ہلاکت کے کلمے کہے جاتے ہیں کہ یہ غارت کر دیا جائے یہ برباد کر دیا جائے کتنا بدکلام بری سوچ' کتنی بے حیائی سے جھوٹ بات گھڑ لی' اور بار بار غور و فکر کے بعد پیشانی پر بل ڈال کر' منہ بگاڑ کر' حق سے ہٹ کر' بھلائی سے منہ توڑ کر' اطاعت اللہ سے سر پھیر کر' دل کڑا کر کے کہہ دیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سے پہلے لوگوں کا جادو کا منتر نقل کر لیا کرتے ہیں اور اسی کو سنا رہے ہیں یہ کلام اللہ کا نہیں بلکہ انسانی قول ہے اور جادو نقل کیا جاتا ہے' اس ملعون کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا' قریش کا سردار تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ ولید پلید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ قرآن سنائیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چند آیتیں پڑھ سنائیں جو اس کے دل میں گھر کر گئیں جب یہاں سے نکلا اور کفار قریش کے مجمع میں پہنچا تو کہنے لگا لوگو! تعجب کی بات ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن پڑھتے ہیں اللہ کی قسم نہ تو وہ شعر ہے نہ جادو کا منتر ہے نہ مجنونانہ بڑ

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الانبیاء (٣١٦٤) مستدرك حاكم (٥٠٧/٢) صحيح ابن حبان (٦٤٦٧) مسند احمد (٧٥/٣) مسند ابویعلی (١٣٨٣)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (٢٢٩/٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

ہے بلکہ واللہ ! وہ تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں' قریشیوں نے یہ سن کر سر پکڑ لئے اور کہنے لگے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو بس پھر قریش میں سے ایک بھی بغیر اسلام لائے باقی نہ رہے گا' ابوجہل کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا گھبراؤ نہیں دیکھو میں ایک ترکیب سے اسے اسلام سے پھیر دوں گا یہ کہتے ہی ذہن میں ایک ترکیب سوچ کر یہ ولید کے گھر پہنچا اور کہنے لگا آپ کی قوم نے آپ کیلئے چندہ کر کے بہت سا مال جمع کر لیا اور وہ آپ کو صدقہ میں دینے والے ہیں' اس نے کہا واہ ! کیا مزے کی بات ہے مجھے ان کے چندوں اور صدقوں کی کیا ضرورت ہے دنیا جانتی ہے کہ ان سب میں مجھ سے زیادہ مال واولاد والا کوئی نہیں ابوجہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن لوگوں میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں کہ آپ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان سے کچھ حاصل وصول ہو' ولید کہنے لگا اوہو! میرے خاندان میں میری نسبت یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مجھے مطلق معلوم نہ تھا اب اللہ کی قسم نہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں نہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یعنی ﴿ ذَرْنِي ﴾ سے ﴿ لَا تَذَرْ ﴾ تک ۔[1] حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے کہا تھا قرآن کے بارے میں بہت کچھ غور و حوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شعر تو نہیں اس میں حلاوت ہے' اس میں چمک ہے' یہ غالب ہے مغلوب نہیں لیکن ہے یقیناً جادو۔ اس پر یہ آیتیں اتریں ۔ ابن جریر میں ہے کہ ولید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور قرآن سن کر اس کا دل نرم پڑ گیا تھا اور پورا اثر ہو چکا تھا جب ابوجہل کو یہ معلوم ہوا تو دوڑا بھاگا آیا اور اس ڈر سے کہیں یہ کھلم کھلا مسلمان ہو جائے اسے بھڑکانے کیلئے جھوٹ موٹ کہنے لگا کہ چچا آپ کی قوم آپ کیلئے مال جمع کرنا چاہتی ہے پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ کو دین اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آپ کا جانا چھڑوائیں کیونکہ آپ وہاں مال حاصل کرنے کی غرض سے ہی جاتے آتے ہیں اس نے غصہ میں آ کر کہا میری قوم کو معلوم نہیں کہ میں ان سے زیادہ مالدار ہوں؟ ابوجہل نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت لوگوں کا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مال حاصل کرنے کی غرض سے آپ اسی کے ہو گئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں سے یہ بات اٹھ جائے تو آپ اس کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہیں تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ اس کے مخالف ہیں اور آپ کو اس سے کوئی طمع نہیں' اس نے کہا بھئی بات تو یہ ہے کہ اس نے جو قرآن مجھے سنایا ہے قسم ہے اللہ کی نہ وہ شعر ہے نہ وہ قصیدہ ہے اور نہ رجز ہے' نہ جنات کا قول ہے اور نہ ان کے اشعار ہیں ۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ جنات اور انسان کا کلام مجھے خوب یاد ہے میں خود نامی گرامی شاعر ہوں' کلام کے حسن و قبح سے خوب واقف ہوں لیکن اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اس میں سے کچھ بھی نہیں اللہ جانتا ہے اس میں عجیب حلاوت' مٹھاس' لذت' شیفتگی اور دلیری ہے وہ تمام کلاموں کا سردار ہے اس کے سامنے اور کوئی کلام جچتا نہیں وہ سب پر چھا جاتا ہے اس میں کشش بلندی اور جذب ہے ۔ اب تم ہی کہو کہ میں اس کلام کی نسبت کیا کہوں؟ ابوجہل نے کہا سنو ! جب تک تم اسے برائی کے ساتھ یاد نہ کرو گے تمہاری قوم خیالات

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۴۲۰)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے ۔]

تمہاری نسبت صاف نہیں ہوں گے اس نے کہا اچھا تو مجھے مہلت دو میں سوچ کر اس کی نسبت کوئی ایسا کلمہ کہہ دوں گا چنانچہ سوچ سوچ کر قومی حمیت اور ناک رکھنے کی خاطر اس نے کہدیا کہ یہ تو جادو ہے جسے وہ نقل کرتا ہے اس پر "ذَرْنِیْ" سے "تِسْعَةَ عَشَرَ" تک کی آیتیں اتریں۔ [1] سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دارالندوہ میں بیٹھ کر ان سب لوگوں نے مشورہ کیا کہ موسم حج پر چاروں طرف سے لوگ آئیں گے تو بتاؤ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کہیں؟ کوئی ایسی تجویز کرو سب یہ یک زبان وہی بات کہیں تا کہ عرب بھر میں اور پھر ہر جگہ بھی وہی مشورہ ہو جائے تو اب کسی نے شاعر کہا، کسی نے جادوگر کہا، کسی نے کاہن اور نجومی کہا کسی نے مجنون اور دیوانہ کہا ولید بیٹھا سوچتا رہا اور غور و فکر کر کے دیکھ بھال کر تیوری چڑھا کر منہ بنا کر کہنے لگا جادوگر کا قول ہے جسے یہ نقل کر رہا ہے، قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ [2] یعنی ذرا دیکھو تو سہی تیری کیسی کیسی مثالیں گھڑتے ہیں لیکن بہک بہک کر رہ جاتے ہیں اور کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اب اس کی سزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں انہیں جہنم کی آگ میں غرق کر دوں گا۔ جو زبردست خوفناک عذاب کی آگ ہے۔ جو گوشت پوست کے رگ پٹھوں کو کھا جاتی ہے پھر یہ سب تازہ پیدا کئے جاتے ہیں اور پھر زندہ کئے جاتے ہیں نہ موت آئے نہ راحت والی زندگی ملے، کھال ادھیڑ دینے والی وہ آگ ہے ایک ہی لپک میں جسم کو رات سے زیادہ سیاہ کر دیتی ہے جسم و جلد کو بھون بھلس دیتی ہے، انیس انیس داروغے اس پر مقرر ہیں جو نہ تھکیں نہ رحم کریں، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند یہودیوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا بتاؤ تو جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، پھر کسی شخص نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ دریافت کیا اسی وقت آیت ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ نازل ہوئی آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنا دی اور کہا ذرا انہیں میرے پاس تو لاؤ میں بھی ان سے پوچھوں کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ سنو! وہ سفید میدہ کی طرح ہے، پھر یہودی آپ کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دو دفعہ جھکائیں دوسری دفعہ میں انگوٹھا روک لیا یعنی انیس۔ پھر فرمایا تم بتلاؤ کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ انہوں نے ابن سلام سے کہا آپ ہی کہئے ابن سلام نے کہا گویا وہ سفید روٹی ہے آپ نے فرمایا یاد رکھو یہ سفید روٹی وہ جو خالص میدے کی ہو (ابن ابی حاتم) [3] مسند بزار میں ہے کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے لاجواب ہونے کی خبر دی اس نے آ کر کہا کہ آج تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہار گئے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا ان سے جواب نہ بن پڑا اور کہنا پڑا کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں آپ نے فرمایا بھلا وہ ہارے ہوئے کیسے کہے جا سکتے ہیں؟ جن سے جو بات پوچھی جاتی ہے اگر وہ نہیں جانتے تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر جواب دیں گے۔ ان یہودیوں کو دشمنان الٰہی کو میرے پاس تو لاؤ ہاں انہوں نے اپنے نبی سے اللہ کو دیکھنے کا سوال کیا تھا اور ان پر عذاب بھیجا گیا تھا۔ اب یہودی بلوائے

---

[1] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (٣٥٤١٩)] [2] [سورة بنی اسرائیل: آیت ٤٨]

[3] [ضعیف: بیهقی فی البعث والنشور (٥٠٩)] اس میں حریث بن ابی مطر راوی ضعیف ہے۔]

گئے اور جواب دیا گیا اور حضور ﷺ کے سوال پر یہ بڑے چکرائے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ [1]

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝

ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتوں کو کیا ہے اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کیلئے مقرر کی ہے۔ تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں اور ایماندار ایمان میں اور بڑھ جائیں اور اہل کتاب اور مسلمان شک نہ کریں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کافر کہیں کہ اس بیان سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے' تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ تو کل بنی آدم کیلئے سراسر پند و نصیحت ہے ○ سچ کہتا ہوں قسم ہے چاند کی ○ اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے ○ اور صبح کی جبکہ روشن ہو جائے ○ کہ یقیناً جہنم بری چیزوں میں سے ایک ہے ○ بنی آدم کو ڈرانے والی ○ یعنی اسے جو تم سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا ○

جہنم کے داروغوں کی تعداد اور ابوجہل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عذاب دینے پر اور جہنم کی نگہبانی پر ہم نے فرشتے ہی مقرر کئے ہیں جو سخت بے رحم اور سخت کلامی کرنے والے ہیں اس میں مشرکین قریش کی تردید ہے انہیں جس وقت جہنم کے داروغوں کی گنتی بتلائی گئی تو ابوجہل نے کہا اے قریشیو! یہ اگر انیس ہیں تو زیادہ سے زیادہ ایک سو نوے ہم مل کر انہیں ہرا دیں گے اس پر کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتے ہیں انسان نہیں نہ تم ہرا سکو نہ تھکا سکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالاشدین جس کا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا اس نے اس گنتی کو سن کر کہا قریشیو! تم سب مل کر ان میں سے دو کو روک لینا باقی سترہ کو میں کافی ہوں' یہ بڑا مغرور شخص تھا اور ساتھ ہی بڑا قوی تھا یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا پھر دس طاقتور شخص مل کر اسے اس کے پیروں تلے سے نکالنا چاہتے تو کھال کے ٹکڑے اڑ جاتے لیکن اس کے قدم جنبش بھی نہ کھاتے' یہی شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آکر کہا تھا کہ آپ مجھ سے کشتی لڑیں اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کی نبوت کو مان لوں گا' چنانچہ حضور ﷺ نے اس سے کشتی کی اور کئی بار گرایا لیکن اسے ایمان نصیب نہ ہوا' امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے کشتی والا واقعہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب کا بتایا

---

[1] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ المدثر (۳۳۲۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلۃ الضعیفہ (۳۳۴۸)] اس میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

ہے' میں کہتا ہوں ان دونوں میں کچھ تفاوت نہیں (ممکن ہے اس سے اور اس سے دونوں سے کشتی ہوئی ہو) واللہ اعلم۔ پھر فرمایا اس گنتی کا ذکر تھا ہی امتحان کیلئے' ایک طرف کافروں کا کفر کھل گیا' دوسری جانب اہل کتاب کا یقین کامل ہو گیا' کہ اس رسول ﷺ کی رسالت حق ہے کیونکہ خود ان کی کتاب میں بھی یہی گنتی ہے' تیسری طرف ایماندار اپنے ایمان میں مزید توانا ہو گئے۔ حضور ﷺ کی بات کی تصدیق کی اور ایمان بڑھایا' اہل کتاب اور مسلمانوں کو کوئی شک وشبہ نہ رہا' بیمار دل اور منافق چیخ اٹھے کہ بھلا بتاؤ کہ اسے یہاں ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی ہی باتیں بہت سے لوگوں کے ایمان کی مضبوطی کا سبب بن جاتی ہیں اور بہت سے لوگوں کے شبہ والے دل اور ڈانواں ڈول ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے یہ سب کام حکمت سے اور اسرار سے پُر ہیں' تیرے رب کے لشکروں کی گنتی اور ان کی صحیح تعداد اور ان کی کثرت کا کسی کو علم نہیں وہی خوب جانتا ہے یہ نہ سمجھو کہ بس انیس ہی ہیں' جیسے یونانی فلسفیوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے سمجھ لیا کہ اس سے مراد عقول عشرہ اور نفوس تسعہ ہیں حالانکہ یہ مجرد ان کا دعویٰ ہے جس پر دلیل قائم کرنے سے وہ بالکل عاجز ہیں افسوس کہ آیت کے اول پر تو ان کی نظریں ہیں لیکن آخری حصہ کے ساتھ وہ کفر کر رہے ہیں جہاں صاف الفاظ موجود ہیں کہ تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر صرف انیس کے کیا معنی؟ بخاری ومسلم کی معراج والی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیت المعمور کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اسی طرح دوسرے روز دوسرے ستر ہزار فرشتے اسی طرح ہمیشہ تک لیکن فرشتوں کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آئے گی [1] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چر چرا رہے ہیں اور انہیں چر چرانے کا حق ہے۔ ایک انگلی ٹکانے کی جگہ ایسی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہو۔ اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تب کم ہنستے' بہت زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت نہ پا سکتے بلکہ فریاد وزاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ یہ نکل جاتا ہے کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا' یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے [2] اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتاتے ہیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی گئی ہے' طبرانی میں ہے ساتوں آسمانوں میں قدم رکھنے کی بالشت بھر یا ہتھیلی جتنی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام یا رکوع یا سجدے کی حالت میں نہ ہو پھر بھی یہ سب کل قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ تو پاک

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم (۳۲۰۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الاسراء برسول اللہ (۱٦٤) مسند احمد (٤/۲۰۷)]

(2) [حسن: مسند احمد (٥/۱۷۳) ترمذی: کتاب الزھد: باب فی قول النبی لو تعلمون ما اعلم (۲۳۱۲) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب الحزن والبکاء (٤۱۹۰)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن ہے سوائے ان الفاظ ﴿لوددت﴾ کے۔ [صحیح ترمذی]

ہے ہمیں جس قدر تیری عبادت کرنی چاہئے تھی اس قدر ہم سے ادا نہیں ہو سکی' البتہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا [1] امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دیتا' آپ نے فرمایا آسمانوں کا چرچر بولنا میں سن رہا ہوں اور وہ اس چرچراہٹ پر ملامت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس پر اس قدر فرشتے ہیں کہ ایک بالشت بھی جگہ خالی نہیں کہیں کوئی رکوع میں ہے اور کہیں کوئی سجدے میں ہے [2] دوسری روایت میں ہے آسمانِ دنیا میں ایک قدم رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں سجدے میں یا قیام میں کوئی فرشتہ نہ ہو' اسی لئے فرشتوں کا یہ قول قرآن کریم میں موجود ہے ﴿وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ [3] یعنی ہم میں سے ہر ایک کیلئے مقرر جگہ ہے' اور ہم صفیں باندھنے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں' اس حدیث کا مرفوع ہونا بہت ہی غریب ہے' دوسری روایت میں ہے یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان کیا گیا ہے' ایک اور سند سے یہ روایت حضرت علاء بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے یہ صحابی مکہ میں اور اس کے بعد کے جہادوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' لیکن سنداً یہ بھی غریب ہے اور ایک بہت ہی غریب بلکہ سخت منکر حدیث میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے نماز کھڑی ہوئی تھی اور تین شخص بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایک ابو جحش لیثی تھا آپ نے فرمایا اٹھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤ تو دو شخص تو کھڑے ہو گئے لیکن ابو جحش کہنے لگا اگر کوئی ایسا شخص آئے جو طاقت وقوت میں مجھ سے زیادہ ہو اور مجھ سے کشتی لڑے اور مجھے گرا دے پھر میرا منہ مٹی میں گرا دے تو میں اٹھوں گا ورنہ بس اٹھ چکا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور کون آئے گا آ جا میں تیار ہوں چنانچہ کشتی ہونے لگی اور میں نے اسے پچھاڑا پھر اس کے منہ کو مٹی میں ملا دیا اور اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آ گئے اور اسے میرے ہاتھ سے چھڑا دیا' میں بڑا بگڑا اور اسی غصہ کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ابو حفص رضی اللہ عنہ آج کیا بات ہے؟ میں نے کل واقعہ کہہ سنایا آپ نے فرمایا اگر عمر رضی اللہ عنہ اس سے خوش ہوتا تو اس پر رحم کرتا اللہ کی قسم میرے نزدیک تو اس خبیث کا سر اتار لیتا تو اچھا تھا' یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ یونہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف لپکے۔ خاصی دور نکل چکے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دی اور فرمایا بیٹھو سن تو لو کہ اللہ ابو جحش کی نماز سے بالکل بے نیاز ہے۔ آسمان دنیا میں خشوع وخضوع والے بے شمار فرشتے اللہ کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں جو قیامت کو سجدے سے سر اٹھائیں گے اور یہ کہتے ہوئے حاضر ہوں گے کہ اب بھی ہمارے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا'

---

[1] [ضعیف : طبرانی اوسط (۳۵۹۲) مجمع الزوائد (۱۸۴۳۷)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس میں عروہ بن مروان راوی کمزور ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے : المیزان (۵۶۱۰)]

[2] [صحیح : تعظیم قدر الصلاۃ (۲۵۰)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلۃ الصحیحۃ (۱۰۶۰)]

[3] [سورۃ الصافات : آیت ۱۶۴۔۱۶۶]

اسی طرح دوسرے آسمان میں بھی یہی حال ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسبیح کیا ہے؟ فرمایا آسمان دنیا کے فرشتے تو کہتے ہیں ﴿سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ﴾ اور دوسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں ﴿سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ﴾ اور تیسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں ﴿سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ﴾ عمر تم بھی اپنی نماز میں اسے کہا کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے جو پڑھنا آپ نے سکھایا ہے اور جس کے پڑھنے کو فرمایا ہے اس کا کیا ہوگا کہا کبھی یہ کہو کبھی وہ پڑھو پہلے جو پڑھنے کو آپ نے فرمایا تھا وہ یہ تھا ﴿اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ﴾ یعنی اللہ! تیرے عذابوں سے میں تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضا مندی کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ پکڑتا ہوں اور تیرا چہرہ جلال والا ہے[1] اسحاق مروزی جو راوی حدیث ہے اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ بھی انہیں ثقہ راویوں میں گنتے ہیں' لیکن امام ابوداؤد' امام نسائی' امام عقیلی اور امام دارقطنی رحمہم اللہ انہیں ضعیف کہتے ہیں' امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تھے تو یہ سچے مگر نابینا ہو گئے تھے اور کبھی کبھی تلقین قبول کر لیا کرتے تھے ہاں ان کی کتابوں کی مرویات صحیح ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ مضطرب ہیں اور ان کے استاد عبدالملک بن قدامہ ابوقتادہ جمحی میں بھی کلام ہے' تعجب ہے کہ امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے ان کی اس حدیث کو کیسے روایت کر دیا؟ اور نہ تو اس پر کلام کیا نہ اس کے حال کو معلوم کرایا' اس کے بعض راویوں کے ضعف کو بیان کیا۔ ہاں اتنا تو کیا ہے کہ اسے دوسری سند سے مرسلاً روایت کر دیا ہے اور مرسل کی دو سندیں لائے ہیں ایک حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے دوسری حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے' پھر ایک اور روایت لائے ہیں کہ حضرت عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ نے مدائن کی جامع مسجد میں اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک صحابی سے سنا ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو ہر وقت خوف اللہ سے کپکپاتے رہتے ہیں ان کے آنسو گرتے رہتے ہیں' اور وہ ان فرشتوں پر ٹپکتے ہیں جو نماز میں مشغول ہیں اور ان میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں جو ابتداءِ دنیا سے رکوع میں ہی ہیں اور بعض سجدے میں ہی ہیں قیامت کے دن اپنی پیٹھ اور اپنا سر اٹھائیں گے اور نہایت عاجزی سے جناب باری تعالیٰ میں عرض کریں گے کہ اللہ تو پاک ہے ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا۔[2] اس حدیث کی اسناد میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ آگ جس کا وصف تم سن چکے یہ لوگوں کیلئے سراسر باعث عبرت و نصیحت ہے۔ پھر چاند کی رات کے جانے کی صبح کے روشن ہونے کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ وہ آگ ایک زبردست اور بہت بڑی چیز ہے' جو اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کی راہ لگنا چاہے لگ جائے۔ جو چاہے اس کے باوجود حق کو پیٹھ ہی دکھاتا رہے' اس سے دور بھاگتا رہے' یا اسے رد کرتا رہے۔

---

[1] [ضعیف : تعظیم قدر الصلاۃ (٢٥٦)]

[2] [ضعیف : تعظیم قدر الصلاۃ (٢٦٠)] اس میں عباد بن منصور ضعیف ہے۔ [المیزان (٤١٤١)]

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

ہر ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس اور مبتلا ہے ○ مگر دائیں ہاتھ والے ○ کہ وہ بہشتوں میں بیٹھے سوال کرتے ہوں گے ○ گنہگاروں سے ○ کہ تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا؟ ○ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے ○ نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے ○ اور ہم بحث کرنے والے انکاریوں کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے ○ اور جزا سزا کے دن کو بھی ہم سچا نہیں جانتے تھے ○ یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی ○ پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی ○ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں ○ گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں ○ جو شیر سے بھاگے ہوں ○ بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی ہوئی کتابیں دکھائیں ○ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ قیامت سے بے خوف ہیں ○ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے ○ اب جو چاہے اسے یاد کرلے ○ اور وہ جبھی بات کریں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے، وہ ہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈریں، اور اس لائق بھی کہ وہ بخشے ○

جنتیوں اور دوزخیوں کے مابین گفتگو: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال میں قیامت کے دن جکڑا بندھا ہوگا لیکن جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ آیا ہے وہ جنت کے بالا خانوں میں چین سے بیٹھے ہوئے جہنمیوں کو بدترین عذابوں میں دیکھ کر ان سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے نہ تو رب کی عبادت کی نہ مخلوق کے ساتھ احسان کیا بغیر علم کے جو زبان پر آیا وہ بکتے رہے جہاں کسی کو اعتراض کرتے سنا ہم بھی ساتھ ہو گئے اور باتیں بنانے لگ گئے اور قیامت کے دن کی تکذیب ہی کرتے رہے، یہاں تک کہ موت آ گئی، یقین کے معنی موت کے اس آیت میں بھی ہیں ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [1] یعنی موت کے وقت تک اللہ کی عبادت میں لگا رہ، اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کی نسبت حدیث میں بھی یقین کا لفظ آیا ہے [2] اب اللہ مالک الملک فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی کی سفارش اور شفاعت نفع نہ دے گی اس لئے کہ

---

[1] [سورہ الحجر: آیت ۹۹]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب مقدم النبی واصحابہ المدینۃ (۳۹۲۹)]

شفاعت وہاں نافع ہو جاتی ہے جہاں محل شفاعت ہو لیکن جس کا دم ہی کفر پر نکلا ہو ان کیلئے شفاعت کہاں؟ وہ ہمیشہ کیلئے "ھاویہ" میں گئے۔ پھر فرمایا: کیا بات ہے کونسی وجہ ہے کہ یہ کافر تیری نصیحت اور دعوت سے منہ پھیر رہے ہیں اور قرآن وحدیث سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شکاری شیر سے' فارسی زبان میں جسے 'شیر' کہتے ہیں اسے عربی میں 'اسد' کہتے ہیں' اور حبشی زبان میں '**قَسْوَرَة**' کہتے ہیں نبطی زبان میں 'رویا'۔ پھر فرماتا ہے یہ مشرکین تو چاہتے ہیں کہ ان میں کے ہر شخص پر علیحدہ علیحدہ کتاب اترے جیسے اور جگہ ان کا مقولہ ہے ﴿حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ [1] الخ' یعنی جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ وہ نہ دیئے جائیں جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ رسالت کے قابل کون ہے؟ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ ہم بغیر عمل کے چھٹکارہ دے دیئے جائیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل وجہ یہ ہے کہ انہیں آخرت کا خوف ہی نہیں کیونکہ انہیں اس کا یقین نہیں اس پر ایمان نہیں بلکہ اسے جھٹلاتے ہیں تو پھر ڈرتے کیوں؟ پھر فرمایا سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن محض نصیحت وموعظت ہے جو چاہے عبرت حاصل کرلے اور نصیحت پکڑ لے جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ [2] یعنی تمہاری چاہتیں اللہ کی چاہت کے تابع ہیں۔ پھر فرمایا اس کی ذات اس قابل ہے کہ اس سے خوف کھایا جائے اور وہی ایسا ہے کہ ہر رجوع کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرایا جائے جو میرے ساتھ شریک بنانے سے بچ گیا تو وہ میری بخشش کا مستحق ہوگیا' ابن ماجہ اور نسائی اور ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے [3] اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں' سہیل اس کا راوی قوی نہیں' اللہ تعالیٰ کے احسان سے سورۂ مدثر کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ القیامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ
اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ
لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝

[1] [سورة الانعام: آیت ۱۲٤]　　[2] [سورة الدهر: آیت ۳۰]

[3] **ضعیف**: مسند احمد (۲٤۳/۳) ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة المدثر (۳۳۲۸) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب ما یرجی من رحمة الله عزو جل یوم القیامة (٤۲۹۹) نسائی فی التفسیر (٦٥۰) دارمی (۳۰۲/۲) مستدرك حاكم (٥۰۸/۲) مسند ابو یعلی (۳۳۱۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه، ضعیف ترمذی]

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿٩﴾ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾
إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿١٣﴾
بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿١٤﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿١٥﴾

معبود برحق رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ○ اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنیوالا ہو ○ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں؟ ○ ہاں کریں گے ہم تو قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پور تک کو درست کر دیں ○ بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ آگے آگے نافرمانیاں کرتا رہے ○ پوچھتا رہتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ ○ پس جس وقت کہ نگاہ پتھرا جائے ○ اور چاند بے نور ہو جائے ○ اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں ○ اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے ○ نہیں نہیں کوئی پناہ نہیں ○ آج تو تیرے پروردگار کی طرف ہی قرارگاہ ہے ○ آج انسان کو اس کے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سے آگاہ کیا جائے گا ○ بلکہ انسان خود اپنے اوپر آپ حجت ہے ○ گو اپنے تمام تر عذر اپنے سامنے ڈال دے ○

انسان تو خود اپنے اوپر حجت ہے: یہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جائے اگر وہ رد کرنے کی چیز ہو تو قسم سے پہلے ’’لا‘‘ کا کلمہ نفی کی تائید کیلئے لانا جائز ہوتا ہے یہاں قیامت کے ہونے پر اور جاہلوں کے اس قول کی تردید پر کہ قیامت نہ ہو گی قسم کھائی جا رہی ہے تو فرماتا ہے قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے ملامت کرنے والی جان کی‘ حضرت حسن رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں قیامت کی قسم ہے ملامت کرنے والے نفس کی قسم نہیں ہے‘ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دونوں کی قسم ہے‘ حسن اور اعرج رحمہما اللہ کی قراءت ﴿لَأُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ہے اس سے بھی حضرت حسن رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک پہلے کی قسم ہے اور دوسرے کی نہیں‘ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ دونوں کی قسم کھائی ہے جیسے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار قول بھی یہی ہے۔ یوم قیامت کو تو ہر شخص جانتا ہی ہے ’’نفس لوامہ‘‘ کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومن کا نفس ہے وہ ہر وقت اپنے آپ کو ملامت ہی کرتا رہتا ہے کہ یوں کیوں کہہ دیا؟ یہ کیوں کھا لیا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟ ہاں فاسق فاجر غافل ہوتا ہے اسے کیا پڑی جو اپنے نفس کو روکے‘ یہ بھی مروی ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق قیامت کے دن اپنے آپ کو ملامت کرے گی‘ خیر والے خیر کی کمی پر اور شر والے شر کے سرزد ہونے پر‘ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مذموم نفس ہے جو نافرمان ہو‘ فوت شدہ پر نادم ہونے والا اور اس پر ملامت کرنے والا‘ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب اقوال قریب قریب ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ وہ نفس والا ہے جو نیکی کی کمی پر برائی کے ہو جانے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے۔ اور فوت شدہ پر ندامت کرتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کیا انسان یہ سوچے ہوئے ہے کہ ہم قیامت کے دن اس کی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قادر نہ ہوں

گے یہ تو نہایت غلط خیال ہے ہم اسے متفرق جگہ سے جمع کر کے دوبارہ کھڑا کر دیں گے اس کی بالشت بالشت بنا دیں گے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یعنی ہم قادر ہیں کہ اسے اونٹ یا گھوڑے کے تلوے کی طرح بنا دیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی دنیا میں بھی اگر ہم چاہتے اسے ایسا کر دیتے' آیت کے لفظوں سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قَادِرِيْنَ حال ہے نَجْمَعُ سے یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ہاں ہاں ہم عنقریب جمع کریں گے درآنحالیکہ ہمیں ان کے جمع کرنے کی قدرت ہے بلکہ اگر ہم چاہیں تو جتنا یہ تھا اس سے بھی کچھ زیادہ بنا کر اٹھائیں اس کی انگلیوں کے سرے تک برابر کر کے پیدا کریں ۔ ابن قتیبہ اور زجاج کے قول کے یہی معنی ہیں ۔

پھر فرماتا ہے کہ انسان اپنے آگے فسق و فجور کرنا چاہتا ہے' یعنی قدم بقدم بڑھ رہا ہے' امیدیں باندھے ہوئے ہے' کہتا جاتا ہے گناہ کر تو لوں توبہ بھی ہو جائے گی' قیامت کے دن سے جو اس کے آگے ہے کفر کرتا ہے' وہ گویا اپنے سر پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہا ہے' ہر وقت یہی پایا جاتا ہے کہ ایک ایک قدم اپنے نفس کو اللہ کی معصیت کی طرف بڑھاتا جاتا ہے مگر جن پر رب کا رحم ہے' اکثر سلف کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ گناہوں میں جلدی کرتا ہے' اور توبہ میں تاخیر کرتا ہے ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو یوم حساب کا منکر ہے' ابن زید رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ظاہر مراد ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ وہ پوچھتا ہے قیامت کب ہو گی' اس کا یہ سوال بھی بطور انکار کے ہے یہ تو جانتا ہے کہ قیامت کا آنا محال ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ﴾ [1] الخ' کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتا دو کہ قیامت کب آئے گی؟ ان سے کہہ دے کہ اس کا ایک دن مقرر ہے جس سے نہ تم ایک ساعت آگے بڑھ سکو گے نہ پیچھے ہٹ سکو گے ۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھرا جائیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ﴾ [2] الخ' یعنی پلکیں جھپکیں گی نہیں بلکہ رعب و دہشت' خوف و وحشت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے رہیں گے' بَرِقَ کی دوسری قراءت بَرَقَ بھی ہے' معنی قریب قریب ہیں اور چاند کی روشنی بالکل جاتی رہے گی اور سورج چاند جمع کر دیئے جائیں گے' یعنی دونوں کو بے نور کر کے لپیٹ دیا جائے گا' جیسے فرمایا: ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ [3] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿وَجُمِعَ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ﴾ ہے' انسان جب یہ پریشانی' شدت' ہول' گھبراہٹ' اور انتظام عالم کی یہ خطرناک حالت دیکھے گا تو بھاگتا جائے گا' اور کہے گا کہ جائے پناہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ کوئی پناہ نہیں رب کے سامنے' اور اس کے پاس ٹھہرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ [4] یعنی آج نہ تو کوئی جائے پناہ ہے نہ ایسی جگہ کہ وہاں جا کر تم انجان اور بے پہچان بن جاؤ' آج ہر شخص کو اس کے اگلے

---

[1] [سورۃ سبا : آیت ۲۹ ۔ ۳۰]
[2] [ابراھیم : ۴۳]
[3] [التکویر : ۱ ۔ ۲]
[4] [الشوری : ۴۷]

پچھلے، نئے پرانے چھوٹے بڑے اعمال سے مطلع کیا جائے گا، جیسے فرمان ہے ﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾ [1] الخ، جو کیا تھا موجود پالیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے اپنے اعمال کا خود آئینہ ہے گو انکار کرے، اور عذر معذرت پیش کرتا پھرے، جیسے فرمان ہے ﴿اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ [2] اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور اپنے آپ کی آپ ہی جانچ لے اس کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء ہی اس پر شہادت دینے کو کافی ہیں، لیکن افسوس! کہ یہ دوسروں کے عیبوں اور نقصانوں کو دیکھتا ہے اور اپنے کپڑے چھننے سے غافل ہے، کہا جاتا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! تو دوسروں کی آنکھوں کا تو تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تجھے دکھائی نہیں دیتا؟ قیامت کے دن چاہے گو انسان فضول بہانے بنائے گا اور جھوٹی دلیلیں دے گا اور بے کار عذر پیش کرے گا، ایک بھی قبول نہ کیا جائے گا۔ اس آیت کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ پردے ڈالے۔ اہل یمن پردے کو عذر کہتے ہیں، لیکن صحیح معنی اوپر والے ہیں جیسے اور جگہ ہے کہ کوئی معقول عذر نہ پا کر اپنے شرک کا سرے سے انکار ہی کر دیں گے کہ اللہ کی قسم ہم مشرک تھے ہی نہیں۔ اور جگہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے قسمیں کھا کھا کر سچا ہونا چاہیں گے [3] جیسے دنیا میں تمہارے سامنے ان کی حالت ہے لیکن اللہ پر تو ان کا جھوٹ ظاہر ہے گو وہ چاہے کتنا ہی اپنے تئیں کچھ بھی سمجھتے رہیں [4] غرض عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کچھ کار آمد نہ ہوگی، جیسے اور جگہ فرماتا ہے ﴿لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ﴾ [5] ظالموں کو ان کی معذرت کچھ کام نہ آئے گی، یہ تو اپنے شرک کے ساتھ اپنی تمام بداعمالیوں کا بھی انکار کر دیں گے لیکن بے سود ہوگا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝١٦ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝١٧ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ
قُرْاٰنَهٗ ۝١٨ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝١٩ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝٢٠ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝٢١
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝٢٢ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝٢٣ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝٢٤
تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝٢٥

اے نبی! تم قرآن کو جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو ○ اس کا جمع کرنا، اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ○ ہم جب اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کے درپے رہ ○ پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے ○ نہیں نہیں تم تو دنیا کی محبت رکھتے ہو ○ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو ○ اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے ○ اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ○ اور کتنے ایک چہرے اس دن بدرونق ہوں گے ○ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا ○

حفظ، تلاوت اور تفسیر القرآن کی تفہیم سب اللہ کے ذمہ: یہاں اللہ عزوجل اپنے نبی ﷺ کو تعلیم دیتا ہے کہ

---

[1] [الکہف : ٤٩] [2] [بنی اسرائیل : ١٤] [3] [الانعام : ٢٣]
[4] [مجادلہ : ١٨] [5] [غافر : ٥٢]

فرشتے سے وحی کس طرح حاصل کریں، آنحضور ﷺ اس کو اخذ کرنے میں بہت جلدی کرتے تھے اور قراءت میں فرشتے کے بالکل ساتھ ساتھ رہتے تھے، پس اللہ عزوجل حکم فرماتا ہے کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے آپ سنتے رہیں، پھر جس ڈر سے آپ ایسا کرتے تھے اس کی بابت تسلی دیتا ہے کہ آپ کے سینے میں اسے جمع کر دینا اور بروقت آپ کی زبان سے اس کا پڑھا جانا ہمارے ذمہ ہے، اسی طرح اس کا واضح کرنا، اور تفسیر اور بیان آپ سے کرانے کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں، پس پہلی حالت یاد کرانا، دوسری تلاوت کرانا، تیسری تفسیر، مضمون اور توضیح مطلب کرانا تینوں کی کفالت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً ﴾ [1] یعنی جب تک تیرے پاس وحی پوری نہ آئے تو پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر ہم سے دعا مانگ کہ میرے رب میرے علم کو زیادہ کرتا رہ، پھر فرماتا ہے اسے تیرے سینے میں جمع کرنا اور اسے تجھ سے پڑھوانا ہمارا ذمہ ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں یعنی ہمارا نازل کردہ فرشتہ جب اسے تلاوت کرے تو تو سن لے جب وہ پڑھ چکے تب تو پڑھ ہماری مہربانی سے تجھے پورا یاد ہوگا اتنا ہی نہیں بلکہ حفظ کرانے، تلاوت کرانے کے بعد ہم اس کے معنی مطالب تبیین وتوضیح کے ساتھ سمجھا دیں گے تاکہ ہماری اصلی مراد اور صاف شریعت سے تو پوری طرح آگاہ ہو جائے، مسند میں ہے حضور ﷺ کو اس سے پہلے وحی کو دل میں اتارنے کیلئے بہت تکلیف ہوتی تھی اس ڈر کے مارے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں فرشتے کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے، اور آپ کے ہونٹ ہلتے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی حدیث نے اپنے ہونٹ ہلا کر دکھایا کہ اس طرح ان کے شاگرد سعید رحمہ اللہ نے بھی اپنے استاد کی طرح ہلا کر اپنے شاگردوں کو دکھائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اتنی جلدی نہ کرو اور ہونٹ نہ ہلاؤ اسے آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے اس کی تلاوت کرانا ہمارے سپرد ہے جب ہم اسے پڑھیں تو آپ سنئے اور چپ رہئے جبرائیل علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد انہی کی طرح ان کا پڑھایا ہوا پڑھانا بھی ہمارے سپرد ہے، بخاری ومسلم میں بھی یہ روایت ہے [2] بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ پھر جب وحی اترتی آپ نظریں نیچی کر لیتے اور جب وحی چلی جاتی آپ پڑھتے [3] ابن ابی حاتم میں بھی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ حدیث مروی ہے اور بہت سے مفسرین سلف صالحین نے یہی فرمایا ہے یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ ہر وقت تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو میں بھول جاؤں اس پر یہ آیتیں اتریں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطیہ عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا بیان ہم پر ہے یعنی حرام وحلال کا واضح کرنا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

---

[1] [سورة طه: آیت ١١٤]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب بدء الوحی : باب كيف كان بدء الوحی (٥٠) صحيح مسلم : كتاب الصلاة : باب الاستماع للقراءة (٤٤٨) مسند احمد (٣٤٣/١)]

[3] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التفسير : سورة القيامة (٤٩٢٧-٤٩٢٨) صحيح مسلم : كتاب الصلوة : باب الاستماع للقراءة (٤٤٨)]

پھر فرمان ہوتا ہے کہ ان کافروں کو قیامت کے انکار، اللہ کی پاک کتاب کو نہ ماننے اور اللہ کے عظیم الشان رسول ﷺ کی اطاعت نہ کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز حب دنیا اور غفلت آخرت ہے، حالانکہ آخرت کا دن بڑی اہمیت والا دن ہے، اس دن بہت سے لوگ تو وہ ہوں گے جن کے چہرے ہشاش بشاش، تروتازہ، خوش و خرم ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے، جیسے صحیح بخاری شریف میں ہے کہ عنقریب تم اپنے رب کو صاف صاف، کھلم کھلا اپنے سامنے دیکھو گے [1] بہت سی صحیح احادیث سے متواتر سندوں سے جو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں وارد کی ہیں ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان والے اپنے رب کے دیدار سے قیامت کے دن مشرف ہوں گے ان احادیث کو نہ تو کوئی ہٹا سکے نہ ان کا کوئی انکار کر سکے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا سورج اور چاند کو جبکہ آسمان صاف بے ابر ہو دیکھنے میں تمہیں کوئی مزاحمت یا رکاوٹ ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے [2] بخاری و مسلم میں ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا چودھویں رات کے چاند کو دیکھ رہے ہو، اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی نماز (یعنی صبح کی نماز) اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز (یعنی عصر کی نماز) میں کسی طرح کی سستی نہ کرو [3] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے انہی دو متبرک کتابوں میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو جنتیں سونے کی ہیں وہاں کے برتن اور ہر چیز سونے کی ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں اور ان کے برتن ہر چیز چاندی کی ہے سوائے کبریائی کی چادروں کے اور کوئی آڑ نہیں۔ یہ جنت عدن کا ذکر ہے [4] صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ ان سے دریافت فرمائے گا کچھ چاہتے ہو کہ بڑھا دوں؟ وہ کہیں گے الٰہی! تو نے ہمارے چہرے سفید نورانی کر دیئے، ہمیں جنت میں پہنچا دیا جہنم سے بچا لیا اب ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ اسی وقت حجاب ہٹا دیئے جائیں گے اور اہل جنت کی نگاہیں جمال باری سے منور ہوں گی اس میں انہیں جو سرور و لذت حاصل ہو گی وہ کسی چیز میں نہ حاصل ہو گی سب سے زیادہ محبوب انہیں دیدار باری ہو گا اسی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قولہ تعالی وجوہ یومئذ ناظرہ الی ربها ناظرة (٧٤٣٤) صحيح مسلم: كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب فضل صلاتی الصبح والعصر (٦٣٣) ابن ماجه: كتاب السنه: باب فيما انكرت الجهمية (١٧٧) ابو داؤد: كتاب السنة: باب فی الروية (٤٧٢٩) ترمذی: كتاب صفة الجنة: باب ما جاء فی رؤية الرب (٢٥٥١) مسند احمد (٤/ ٣٦٠)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول الله تعالی وجوه یومئذ ناظر الی ربها ناظرة (٧٤٣٧) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب معرفة طريق الروية (١٨٢)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مواقيت الصلوة: باب فضل صلوة الفجر (٥٧٣)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسير: باب ومن دونهما جنتان (٤٨٧٨)، (٧٤٤٤) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب اثبات روية المومنين فی الاخرة (١٨٠) ترمذی: كتاب صفة الجنة (٢٥٢٨) ابن ماجه: كتاب السنه (١٨٦) مسند احمد (٤/ ٤١١)]

کو اس آیت میں لفظ زِيَادَةٌ سے تعبیر کیا گیا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿لِلَّذِينَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ [1] یعنی احسان کرنیوالوں کو جنت بھی ملے گی اور دیدار رب بھی [2] صحیح مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر قیامت کے میدان میں مسکراتا ہوا تجلی فرمائے گا [3] پس معلوم ہوا کہ ایماندار قیامت کے عرصات میں اور جنتوں میں دیدار الٰہی سے مشرف کئے جائیں گے' مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے ہلکے درجہ کا جنتی اپنے ملک اور اپنی ملکیت کو دو ہزار سال دیکھتا رہے گا دور اور نزدیک کی چیزیں یکساں نگاہ میں ہوں گی ہر طرف اور ہر جگہ اس کی بیویاں اور خادم نظر آئیں گے اور اعلیٰ درجہ کے جنتی ایک ایک دن میں دو دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ چہرے کو دیکھیں گے' ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث ہے [4] یہ حدیث بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً مروی ہے' ہمیں ڈر ہے کہ اگر اس قسم کی تمام حدیثیں اور روایتیں اور ان کی سندیں اور ان کے مختلف الفاظ یہاں جمع کریں گے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا بہت ہی صحیح اور حسن حدیثیں بہت سی مسند اور سنن کی کتابوں میں مروی ہیں جن میں اکثر ہماری اس تفسیر میں متفرق مقامات پر آ بھی گئی ہیں' ہاں توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے' اللہ کا شکر ہے کہ اس مسئلہ میں یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار مومنوں کو قیامت کے دن ہونے میں صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور سلف امت کا اتفاق اور اجماع ہے' ائمہ اسلام اور ہداۃ انام سب اس پر متفق ہیں' جو لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھنا ہے جیسے مجاہد رحمہ اللہ اور ابو صالح رحمہ اللہ سے تفسیر ابن جریر میں مروی ہے ان کا قول حق سے دور اور سراسر تکلف سے معمور ہے' ان کے پاس اس آیت کا کیا جواب ہے جہاں بدکاروں کی نسبت فرمایا گیا ہے ﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ [5] یعنی فاجر قیامت کی دن اپنے پروردگار سے پردے میں کر دیئے جائیں گے' حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فاجروں کے دیدار الٰہی سے محروم رہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابرار یعنی نیک کار لوگ دیدار الٰہی سے مشرف کئے جائیں گے اور متواتر احادیث سے ثابت ہو چکا ہے اور اسی پر اس آیت کی روانگی الفاظ صاف دلالت کرتی ہے کہ ایماندار دیدار باری سے محظوظ ہوں گے' حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ چہرے حسن و خوبی والے ہوں گے کیونکہ دیدار رب پر ان کی نگاہیں پڑتی ہوں گی' پھر بھلا یہ منور و حسین کیوں نہ ہوں۔

---

[1] [سورة یونس: آیت ۲۶]

[2] [صحیح: صحیح مسلم : کتا ب الایمان : باب اثبات رویة المومنین فی الاخرة (۱۸۱)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة نزلة فیها (۱۹۱)]

[4] [ضعیف: ترمذی : کتا ب التفسیر : باب ومن سورة القیامه (۳۳۳۰) مسند احمد (۶۴/۲) مجمع الزوائد (۴۰۱/۱۰) مسند ابو یعلی (۵۷۱۲) بیهقی فی البعث والنشور (۴۷۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ثویر بن ابی فاختہ راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : التقریب (۵۴)]

[5] [سورة المطففین: آیت ۱۵]

اور بہت سے منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے بدشکل ہو رہے ہوں گے بے رونق اور اداس ہوں گے' انہیں یقین ہوگا کہ ہم پر اب کوئی ہلاکت اور اللہ کی پکڑ آئی' ابھی ہمیں جہنم میں جانے کا حکم ہوا جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ [1] یعنی اس دن بعض چہرے گورے چٹے خوبصورت اور حسین ہوں گے اور بعض کالے منہ والے ہوں گے۔ اور جگہ ہے ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ [2] الخ' یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے خوف زدہ' دہشت اور ڈر والے بدرونق اور ذلیل ہوں گے جو عمل کرتے رہے تکلیف اٹھاتے رہے لیکن آج بھڑکتی ہوئی آگ میں جا گھسے پھر فرمایا ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ﴾ الخ' یعنی بعض چہرے اس دن نعمتوں والے' خوش وخرم چمکیلے اور شادان وفرحان بھی ہوں گے' جو اپنے گزشتہ اعمال سے خوش ہوں گے اور بلند وبالا جنتوں میں اقامت رکھتے ہوں گے' اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾
وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا
صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ اَوْلٰى
لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾
اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

نہیں نہیں جب روح ہنسلی تک پہنچے گی ○ اور کہا جائے گا کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ ○ اور یقین ہو جائے گا کہ یہ وقت جدائی ہے ○ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی ○ آج تیرے پروردگار کی طرف ہی چلنا ہے ○ اس نے نہ تو تصدیق کی نہ نماز ادا کی ○ بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی ○ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتراتا ہوا گیا ○ افسوس ہے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر ○ وائے اور خرابی ہے تیرے لئے ○ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا ○ کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا جاتا ہے ○ پھر وہ لہو کی پھٹکی ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا ○ پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے ○ کیا یہ اللہ اس امر پر قادر نہیں؟ کہ مردے کو زندہ کر دے ○

موت کی کیفیت: یہاں پر موت کا اور سکرات کی کیفیت کا بیان ہو رہا ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت حق پر ثابت قدم رکھے۔ ﴿كَلَّا﴾ کو اگر یہاں ڈانٹ کے معنی میں لیا جائے' تو یہ معنی ہوں گے کہ "اے ابن آدم! تو جو میری خبروں کو جھٹلاتا ہے یہ درست نہیں بلکہ ان کے مقدمات تو تو روز مرہ کھلم کھلا دیکھ رہا ہے" اور اگر اس لفظ کے ﴿حَقًّا﴾ کے معنی میں لیں تو مطلب اور زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ بات یقینی ہے کہ جب تیری روح تیرے جسم سے نکلنے لگے اور تیرے نرخرے تک پہنچ جائے ﴿تَرَاقِيْ﴾ جمع ہے ﴿تَرْقُوَةٌ﴾ کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو سینے پر

---

[1] [سورة آل عمران: آیت ١٠٦] [2] [سورة الغاشية: آیت ٢-١٠]

اور مونڈھوں کے درمیان میں ہیں جسے ہانس کی ہڈی کہتے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَوۡلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ﴾ سے ﴿صٰدِقِیۡنَ﴾ [1] تک فرمایا ہے یعنی جبکہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم دیکھ رہے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے پس اگر تم حکم الٰہی کے ماتحت نہیں ہو اور اپنے اس قول میں سچے ہو تو اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لاتے؟ اس مقام پر اس حدیث پر بھی نظر ڈال لی جائے جو بسر بن حجاش کی روایت سے سورۂ یٰسین کی تفسیر میں گزر چکی ہے' تراقی' جو جمع ہے ترقوہ' کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو حلقوم کے قریب ہیں اس وقت ہائی دہائی ہوتی ہے کہ کوئی ہے جو جھاڑ پھونک کرے یعنی کسی طبیب وغیرہ کے ذریعہ شفا ہو سکتی ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے یعنی اس روح کو لے کر کون چڑھے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے؟ اور پنڈلی سے پنڈلی کے رگڑ اکھانے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ دنیا اور آخرت اس پر جمع ہو جاتی ہے دنیا کا آخری دن ہوتا ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے جس سے سختی پر سختی ہو جاتی ہے مگر جس پر رب رحیم کا رحم وکرم ہو' دوسرا مطلب حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ مروی ہے کہ ایک بہت بڑا امر دوسرے بہت بڑے امر سے مل جاتا ہے بلا پر بلا آ جاتی ہے' تیسرا مطلب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے کہ خود مرنے والے کی بے قراری' شدت درد سے پاؤں پر پاؤں کا چڑھ جانا مراد ہے۔ پہلے تو جن پیروں پر چلتا پھرتا تھا اب ان میں جان کہاں؟ اور یہ بھی مروی ہے کہ کفن کے وقت پنڈلی سے پنڈلی کا مل جانا مراد ہے' چوتھا مطلب حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ دو کام دو طرف جمع ہو جاتے ہیں ادھر تو لوگ اس کے جسم کو نہلا دھلا کر سپرد خاک کرنے کو تیار ہیں ادھر فرشتے اس کی روح لے جانے میں مشغول ہیں اگر نیک ہے تو عمدہ تیاری اور دھوم کے ساتھ اگر بد ہے تو نہایت ہی برائی اور بدتر حالت کے ساتھ۔

اب لوٹنے' قرار پانے' رہنے سہنے' پہنچ جانے' کھچ کر اور چل کر پہنچنے کی جگہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ روح آسمان کی جانب چڑھائی جاتی ہے پھر وہاں حکم ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ میں نے ان سب کو اسی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا لے جاؤں گا اور پھر اسی سے انہیں دوبارہ نکالوں گا' جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مطول حدیث میں آیا ہے' یہی مضمون اور جگہ بیان ہوا ہے ﴿وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ﴾ [2] الخ' وہی اپنے بندوں پر غالب ہے وہی تمہاری حفاظت کیلئے تمہارے پاس فرشتے بھیجتا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے تو ہمارے فرشتے اسے فوت کر لیتے ہیں اور وہ کوئی قصور نہیں کرتے پھر سب کے سب اپنے سچے مولا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں یقین مانو کہ حکم اسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔

پھر اس کافر کا حال بیان ہو رہا ہے وہ اپنے دل اور اپنے عقیدے سے حق کا جھٹلانے والا اور اپنے بدن اور عمل سے حق سے روگردانی کرنے والا تھا جس کا ظاہر باطن برباد ہو چکا تھا اور کوئی بھلائی اس میں باقی نہیں رہی تھی' نہ وہ اللہ کی باتوں کی دل سے تصدیق کرتا تھا نہ جسم سے عبادت اللہ بجا لاتا تھا یہاں تک کہ نماز کا بھی چور تھا' ہاں جھٹلانے

---

[1] [سورۃ الواقعہ: آیت ۸۳۔۸۷] [2] [الانعام: ٦١۔٦٢]

اور منہ موڑنے میں بے باک تھا اور اپنے اس ناکارہ عمل پر اتراتا اور پھولتا ہوا بے ہمتی اور بدعملی کے ساتھ اپنے والوں میں جاملتا تھا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ﴾ (1) یعنی جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے ہیں تو خوب باتیں بناتے ہوئے مزے کرتے ہوئے خوش خوش جاتے ہیں اور جگہ ہے ﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾ (2) الخ یعنی یہ اپنے گھرانے والوں میں شادمان تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اللہ کی طرف اسے لوٹنا ہی نہیں۔ اس کا یہ خیال محض غلط تھا اس کے رب کی نگاہیں اس پر تھیں' پھر اسے اللہ تبارک وتعالیٰ دھمکاتا ہے اور ڈرسناتا ہے اور فرماتا ہے خرابی ہو تجھے اللہ کے ساتھ کفر کرکے پھر اتراتا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ (3) یعنی قیامت کے دن کافر سے بطور ڈانٹ اور حقارت کے کہا جائے گا کہ لے اب مزہ چکھ تو تو بڑی عزت والا بزرگی والا تھا' اور فرمان ہے ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾ (4) کچھ کھا پی لو آخر تو بدکار گنہگار رہو۔ اور جگہ ہے ﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ (5) جاؤ اللہ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ ہے کہ ان تمام جگہوں میں یہ احکام بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے جب یہ آیت ﴿اَوْلٰى لَكَ﴾ الخ' کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا رسول مقبول ﷺ نے یہ ابوجہل کو فرمایا تھا پھر قرآن میں بھی یہی الفاظ نازل ہوئے (6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے قریب قریب نسائی میں موجود ہے (7) ابن ابی حاتم میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کے اس فرمان پر اس دشمن رب نے کہا کہ کیا تو مجھے دھمکاتا ہے؟ اللہ کی قسم تو اور تیرا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلنے والوں میں سب سے زیادہ ذی عزت میں ہوں۔ (8)

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ یعنی موت کے بعد زندہ نہ کیا جائے گا؟ اسے کوئی حکم اور کسی چیز کی ممانعت نہ کی جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں اسے حکم وممانعت اور آخرت میں اپنے اپنے اعمال کے بموجب جزاء وسزا ضرور ملے گی' مقصود یہاں پر قیامت کا اثبات اور منکر قیامت کا رد ہے' اسی لئے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان دراصل نطفہ کی شکل میں بے جان وبے بنیاد تھا پانی کا ذلیل قطرہ تھا جو پیٹھ سے رحم میں آیا پھر خون کی پھٹکی بنی' پھر گوشت کا لوتھڑا' پھر اللہ تعالیٰ نے شکل وصورت دے کر روح پھونکی اور سالم اعضاء والا انسان بنا کر مرد یا عورت کی صورت میں پیدا کیا۔ کیا اللہ نے نطفہ ضعیف کو ایسا صحیح القامت قوی انسان بنا دیا وہ اس

---

(1) [المطففین : ۳۱]
(2) [الانشقاق : ۱۳۔۱۵]
(3) [الدخان : ٤۹]
(4) [المرسلات: ٤٦]
(5) [الزمر : ۱۵]
(6) [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۷۳٤)]
(7) [صحیح : نسائی فی التفسیر (٦۵۸) وفی السنن الکبری فی کتاب التفسیر (۱۱٦۳۸) طبرانی (۱۲۲۹۸) مستدرك حاکم (۲/ ۵۱۰)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]
(8) [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۷۳۱)]

بات پر قادر نہیں کہ اسے فنا کر کے دوبارہ پیدا کر دے؟ یقیناً پہلی مرتبہ کا پیدا کرنے والا دوبارہ بنانے پر بہت زیادہ اور بطور اولیٰ قادر ہے' یا کم از کم اتنا ہی پہلی مرتبہ تھا۔ جیسے فرمایا ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَاُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ [1] اس نے ابتداءً پیدا کیا وہی پھر لوٹائے گا اور وہ اس پر بہت زیادہ آسان ہے۔ اس آیت کے مطلب میں بھی دو قول ہیں' لیکن پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے جیسے کہ سورۂ روم کی تفسیر میں اس کا بیان اور تقریر گزر چکی ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ اپنی چھت پر با آواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب اس سورت کی آخری آیت کی تلاوت کی تو فرمایا ﴿ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ فَبَلٰى ﴾ یعنی اے اللہ! تو پاک ہے اور بیشک قادر ہے' لوگوں نے اس کہنے کا باعث پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کا یہی جواب دیتے ہوئے سنا ہے [2] ابوداؤد میں بھی یہ حدیث ہے' لیکن دونوں کتابوں میں اس صحابی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں گو یہ نام نہ ہونا مضر نہیں' ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے سورۂ ﴿ وَالتِّيْنِ ﴾ کی آخری آیت ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ ﴾ پڑھے وہ ﴿ بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ﴾ کہے یعنی ہاں اور میں بھی اس پر گواہ ہوں اور جو شخص سورۂ قیامہ کی آخری آیت ﴿ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ﴾ پڑھے تو وہ کہے "بَلٰى" اور جو سورت والمرسلات کی آخری آیت ﴿ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ پڑھے وہ "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ" کہے یہ حدیث مسند احمد اور ترمذی میں بھی ہے [3] ابن جریر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آخری آیت کے بعد فرماتے ﴿ سُبْحَانَكَ وَبَلٰى ﴾ [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے جواب میں یہ کہنا ابن ابی حاتم میں مروی ہے۔ سورۂ قیامہ کی تفسیر الحمدللہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الدھر

صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ

---

[1] [سورۃ الروم : آیت ۲۷]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الصلاۃ : باب الدعآء فی الصلوۃ (۸۸٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۷۷/۹) ابو داؤد : کتاب الصلوۃ : باب مقدار الرکوع والسجود (۸۸۷) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ التین (۳۳٤۷) السنن الصغیر للبیهقی (۳۲٤) وفی شعیب الایمان (۲۰۹۷) شرح السنة للبغوی (٤٥۲/۱) مسند ابو عوانة (۸۰/۱) مسند حمیدی (۹۹٥)] حافظ بوصیری ؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں تابعی مجہول ہے۔ [اتحاف الخیرة المهرة (۲۹٦/٦)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود (۱۸۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۷۳۹۱)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳٥۷۳۸)]

﴿ الٓمٓ تَنۡزِیۡلُ ﴾ (یعنی سورۂ السجدہ) اورسورۂ ﴿ ھَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ ﴾ الخ' پڑھا کرتے تھے[1] ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری اور حضور ﷺ نے اس کی تلاوت کی اس وقت آپ کے پاس ایک سانولے رنگ کے صحابی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے جب جنت کی صفتوں کا ذکر آیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی اور ساتھ ہی روح پرواز کر گئی جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھی اور تمہارے بھائی کی جان جنت کے شوق میں نکل گئی۔[2]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ھَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّھۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡئًا مَّذۡکُوۡرًا ① اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اَمۡشَاجٍ ٭ۖ نَّبۡتَلِیۡہِ فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ② اِنَّا ھَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا ③

بہت بڑی بخششوں اور بہت بڑے رحم والے اللہ کے نام سے شروع

یقیناً انسان پر زمانہ کا وہ وقت بھی گزر چکا ہے جب یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا○ بیشک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کیلئے پیدا کیا اور اسے سنتا دیکھتا بنایا○ ہم نے اسے راہ دکھا دی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا○

انسان کا اختیار ہے، شکر کرے یا کفر: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنی حقارت اور ضعف کی وجہ سے ایسی چیز نہ تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے' اسے مرد وعورت کے ملے جلے پانی سے پیدا کیا اور عجب عجب تبدیلیوں کے بعد یہ موجودہ شکل وصورت اور ہیئت پر آیا' اسے ہم آزما رہے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴾[3] تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والے کون ہیں؟ پس اس نے تمہیں کان اور آنکھیں عطا فرمائیں تا کہ اطاعت اور معصیت میں تمیز کر سکو۔

ہم نے اسے راہ دکھا دی خوب واضح' اور صاف کر کے اپنا سیدھا راستہ اس پر کھول دیا' جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَھَدَیۡنٰھُمۡ فَاسۡتَحَبُّوا الۡعَمٰی عَلَی الۡھُدٰی ﴾[4] یعنی ثمودیوں کو ہم نے ہدایت کی لیکن انہوں نے اندھے پن کو ہدایت پر ترجیح دی اور جگہ ہے ﴿ وَھَدَیۡنٰہُ النَّجۡدَیۡنِ ﴾[5] ہم نے انسانوں کو دونوں راہیں دکھا دیں' یعنی بھلائی برائی کی' اس آیت کی تفسیر میں مجاہد ابو صالح' ضحاک' اور سدی رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ اسے ہم نے راہ دکھائی یعنی ماں کے پیٹ سے باہر آنے کی' لیکن یہ قول غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے اور جمہور سے یہی منقول ہے "شَاکِرًا" اور "کَفُوۡرًا" کا نصب حال کی وجہ سے ذوالحال ہٗ کی ضمیر ہے جو "اِنَّا ھَدَیۡنٰہُ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجمعۃ: باب ما یقراء فی صلوۃ الفجر یوم الجمعۃ (۸۹۱) صحیح مسلم: کتاب الجمعۃ: باب ما یقراء فی یوم الجمعۃ (۸۸۰)]

[2] [ضعیف: اللآلی المصنوعۃ للسیوطی (۴۱۰/۱)]

[3] [الملک: ۲]

[4] [فصلت: ۱۷]

[5] [البلد: ۱۰]

السَّبِيْلَ " میں ہے یعنی وہ اس حالت میں یا توشقی ہے یا سعید ہے جیسے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید وفروخت کرتا ہے یا تو اسے ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کرالیتا ہے [1] مسند احمد میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا اللہ تجھے بیوقوفوں کی سرداری سے بچائے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ میرے بعد کے سردار ہوں گے جو میری سنتوں پر عمل نہ کریں گے نہ میرے طریقوں پر چلیں گے پس جولوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں اور ان کے ظلم کی امداد کریں وہ نہ میرے ہیں اور نہ میں ان کا ہوں۔ یاد رکھو وہ میرے حوض کوثر پر بھی نہیں آسکتے اور جو ان کے جھوٹ کو سچا نہ کرے اور ان کے ظلموں میں ان کی مددگار نہ بنے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں یہ لوگ میرے حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔ اے کعب رضی اللہ عنہ! روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور نماز قرب اللہ کا سبب ہے یا فرمایا کہ دلیل نجات ہے۔ اے کعب !وہ گوشت پوست جنت میں نہیں جاسکتا جو حرام سے پلا ہو وہ تو جہنم میں ہی جانے کے قابل ہے اے کعب !لوگ ہر صبح اپنے نفس کی خرید وفروخت کرتے ہیں کوئی تو اسے آزاد کرالیتا ہے اور کوئی ہلاک کر گزرتا ہے [2] سورۂ روم کی آیت ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ کی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی گزر چکا ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ زبان چلنے لگتی ہے پھر یا تو شکر گزار بنتا ہے یا ناشکرا [3] مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ جو نکلنے والا نکلتا ہے اس کے دروازے پر دو جھنڈے ہوتے ہیں ایک فرشتے کے ہاتھ میں دوسرا شیطان کے ہاتھ میں پس اگر وہ اس کام کیلئے نکلا جو اللہ کی مرضی کا ہے تو فرشتہ اپنا جھنڈا لئے اس کے ساتھ ہولیتا ہے اور یہ واپسی تک فرشتے کے جھنڈے کے تلے ہی رہتا ہے اور اگر اللہ کی ناراضگی کے کام کیلئے نکلا ہے تو شیطان اپنا جھنڈا لگائے اس کے ساتھ ہولیتا ہے اور واپسی تک یہ شیطانی جھنڈے تلے رہتا ہے۔ [4]

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الطهارة : باب فضل الوضوء (۲۲۳) ترمذی : کتاب الدعوات : باب فی فضل الوضوء (۳۵۱۷) مسند احمد (۳۴۲/۵)]

[2] [اسنادہ قوی : مسند احمد (۳۲۱/۳) مسند عبد بن حمید (۱۱۳۸) مصنف عبد الرزاق (۲۰۷۱۹) مجمع الزوائد (۲۴۶/۵) المسند الجامع (۲۸۶/۹) مستدرك حاکم (۸۳۰۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر قوی ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۵۲۸۴)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[صحیح الترغیب (۲۲۴۲)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [سورۃ روم : آیت ۳۰]

[4] [ضعیف : مسند احمد (۳۲۳/۲) ابن حبان (۱۶۵۸) بیهقی (۱۳۰/۹) طبرانی اوسط (۴۷۸۳)] اس کی سند میں عثمان بن محمد راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴿٨﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿٩﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿١٠﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿١١﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿١٢﴾

یقیناً ہم نے کافروں کیلئے زنجیریں اور طوق اور شعلوں والی آگ تیار کر رکھی ہے ○ بیشک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی ملونی کافور کی ہے۔ جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کی نہریں نکال لی جائیں گی (جدھر چاہیں) ○ جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چوطرف پھیل جانے والی ہے ○ اور اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں، مسکین، یتیم اور قیدیوں کو ○ ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری ○ بے شک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو تنگی ترشی اور سختی والا ہوگا ○ پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچا لیا، اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی ○ اور انہیں اپنے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے ○

کفار کے لیے طوق اور مومنوں کے لیے جام: یہاں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کیلئے زنجیریں طوق اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی تیز آگ تیار ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ○ فِی الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾ [1] جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں ہوں گی اور یہ حمیم میں گھسیٹے جائیں گے پھر جہنم میں جلائے جائیں گے، ان بدنصیبوں کی سزا کا ذکر کر کے اب نیک کاروں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں وہ جام پلائے جائیں گے جن کا مشروب کافور نامی نہر کے پانی کا ہوگا، ذائقہ بھی اعلیٰ، خوشبو بھی عمدہ اور فائدہ بھی بہتر، کافور کی سی ٹھنڈک اور سونٹھ کی سی خوشبو، کافور ایک نہر کا نام ہے جس سے اللہ کے خاص بندے پانی پیتے ہیں اور صرف اسی سے آسودگی حاصل کرتے ہیں اسی لئے یہاں اسے "ب" سے متعدی کیا اور تمیز کی بنا پر "عَيْنًا" پر نصب دیا، یہ پانی اپنی خوشبو میں مثل کافور کے ہے یا ٹھیک کافور ہی ہے اور "عَيْنًا" کا زبر "يَشْرَبُ" کی وجہ سے ہے، پھر اس نہر تک انہیں آنے کی ضرورت نہیں یہ اپنے باغات میں، مکانات، مجلسوں اور بیٹھکوں میں جہاں بھی جائیں گے اسے لے جائیں گے اور وہیں پہنچ جائے گی "تَفْجِيْر" کے معنی روانگی اور اجرا کے ہیں، جیسے آیت ﴿حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا﴾ [2] میں اور ﴿فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا﴾ [3] میں۔ پھر ان لوگوں کی نیکیاں بیان ہو رہی ہیں کہ جو عبادت اللہ کی طرف سے ان کے ذمہ تھی وہ بجا ہی لاتے تھے بلکہ جو چیز یہ اپنے اوپر کر لیتے اسے بھی بجا لاتے یعنی نذر بھی پوری کرتے۔ حدیث

---

[1] [سورۃ الغافر: آیت ۷۱-۷۲]

[2] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۹۰]

[3] [سورۃ الکھف: آیت ۳۳]

میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے وہ پوری کرے اور جو نافرمانی کی نذر مانے اسے پوری نہ کرے [1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے امام مالک کی روایت سے بیان فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بھاگتے رہتے ہیں، کیونکہ قیامت کے دن کا ڈر ہے جس کی گھبراہٹ عام طور پر سب کو گھیر لے گی اور ہر ایک الجھن میں پڑ جائے گا مگر جس پر اللہ کا رحم و کرم ہو زمین و آسمان تک ہول رہے ہوں گے، استطار کے معنی پھیل جانے والی اور اطراف کو گھیر لینے والی کے ہیں، یہ نیکو کار اللہ کی محبت میں مستحق لوگوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ بھی کرتے رہتے تھے اور ہ کی ضمیر کا مرجع بعض لوگوں نے طعام کو بھی کہا ہے لفظاً زیادہ ظاہر بھی یہی ہے، یعنی طعام کی محبت اور خواہش و ضرورت کے باوجود راہ للہ غرباء اور حاجت مندوں کو دے دیتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ﴾ [2] یعنی مال کی چاہت کے باوجود اسے راہ للہ دیتے رہتے ہیں، اور فرمان ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [3] یعنی تم ہرگز بھلائی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی چاہت کی چیزیں راہ للہ خرچ نہ کرو، حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے آپ کی بیماری میں انگور کا موسم آیا جب انگور بکنے لگے تو آپ کا دل بھی چاہا کہ میں انگور کھاؤں، آپ کی بیوی صاحبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کے انگور منگائے، آدمی لے کر آیا اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک سائل بھی آ گیا اور اس نے آواز دی میں سائل ہوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب اسی کو دے دو، چنانچہ دے دیئے گئے پھر دوبارہ آدمی گیا اور انگور خرید لایا اب کی مرتبہ بھی سائل آ گیا اور اس کے سوال پر اسی کو سب انگور دے دیئے گئے، لیکن اب کی مرتبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو کہلوا بھیجا کہ اگر اب آئے تو تمہیں کچھ نہ ملے گا تیسری مرتبہ ایک درہم کے انگور منگوائے گئے (بیہقی) اور صحیح حدیث میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو تو اپنی صحت کی حالت میں مال کی محبت، امیری کی چاہت اور افلاس کے خوف کے باوجود راہ للہ دے [4] یعنی مال کی حرص، حب بھی اور چاہت و ضرورت بھی ہو پھر بھی راہ للہ اسے قربان کر دے۔

یتیم اور مسکین کسے کہتے ہیں؟ اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے، قیدی کی نسبت حضرت سعید رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں مسلمان اہل قبلہ قیدی مراد ہے، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا فرمان ہے اس وقت قیدیوں میں سوائے مشرکین کے اور کوئی مسلم نہ تھا، اور اسی کی تائید اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان والنذور: باب النذر فی الطاعۃ (٦٦٩٦) ابوداؤد: کتاب الایمان والنذور: باب ما جآء فی النذر فی المعصیۃ (٣٢٨٩) ترمذی: کتاب النذور والایمان: باب من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ (١٥٢٦) نسائی: کتاب الایمان والنذور: باب النذر فی طاعۃ (٣٨٣٧) ابن ماجہ: کتاب الکفارات: باب النذر فی معصیۃ (٢١٢٦) مسند احمد (٣٦/٦)]

[2] [سورۃ البقرہ: آیت ١٧٧]

[3] [سورۃ آل عمران: آیت ٩٢]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ: باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح (١٤١٩) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب بیان ان افضل الصدقۃ صدقۃ الصحیح الشحیح (١٠٣٢) ابو داؤد: کتاب الوصایا: باب ما جآء فی کراھیۃ الاضرار فی الوصیۃ (٢٨٦٥) نسائی: کتاب الزکاۃ (٢٥٤٣)]

بدری قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو فرمایا تھا کہ ان کا اکرام کرو چنانچہ کھانے پینے میں صحابہ رضی اللہ عنہم خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد غلام ہیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ بسبب آیت کے عام ہونے کے اسی کو پسند کرتے ہیں اور مسلم مشرک سب کو شامل کرتے ہیں' غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کی تائید بہت سی احادیث میں آئی ہے' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اپنی امت کو یہی ہے کہ نمازوں کی نگہبانی کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کا پورا خیال رکھو۔ [1]

یہ اس نیک سلوک کا نہ تو ان لوگوں سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ' بلکہ اپنے حال سے گویا اعلان کر دیتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف راہ للہ دیتے ہیں اس میں ہماری ہی بہتری ہے کہ اس سے رضائے رب اور مرضی مولا ہمیں حاصل ہو جائے' ہم ثواب اور اجر کے مستحق ہو جائیں' حضرت سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم یہ بات وہ لوگ منہ سے نہیں نکالتے یہ دلی ارادہ ہوتا ہے جس کا علم اللہ کو ہے تو اللہ نے اسے ظاہر فرما دیا کہ اور لوگوں کی رغبت کا باعث بنے' یہ پاک باز جماعت خیرات وصدقات کر کے اس دن کے عذاب اور ہولناکیوں سے بچنا چاہتی ہے جو ترش رو' تنگ وتاریک اور طویل طویل ہے' ان کا عقیدہ ہے کہ اس بنا پر اللہ ان پر رحم کرے گا اور اسی محتاجی اور بے کسی والے دن ہماری نیکیاں ہمارے کام آئیں گی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ”عَبُوْس“ کے معنی تنگی والا اور ”قَمْطَرِيْر“ کے معنی طویل طویل مروی ہے' عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کافر کا منہ اس دن بگڑ جائے گا اس کی تیوری چڑھ جائے گی اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے عرق بہنے لگے گا جو مثل روغن گندھک کے ہوگا' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہونٹ چڑھ جائیں گے اور چہرہ سمٹ جائے گا' حضرت سعید رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بوجہ گھبراہٹ اور ہولناکیوں کے صورت بگڑ جائے گی پیشانی تنگ ہو جائے گی' ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں برائی اور سختی والا دن ہوگا' لیکن سب سے واضح بہتر نہایت ٹھیک قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے' قمطریر کے لغوی معنی امام ابن جریر رحمہ اللہ نے شدید کے کئے ہیں یعنی بہت سختی والا۔

ان کی اس نیک نیتی اور پاک عمل کی وجہ سے اللہ نے انہیں اس دن کی برائی سے بال بال بچا لیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں بجائے ترش روئی کے خندہ پیشانی اور بجائے دل کی ہولناکی کے اطمینان وسرور قلب عطا فرمایا' خیال کیجئے کہ یہاں عبادت میں کس قدر بلیغ تجانس کا استعمال کیا گیا ہے' اور جگہ ہے ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ○ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾ [2] اس دن بہت سے چہرے چمکدار ہوں گے' جو ہنستے ہوئے خوشیاں مناتے ہوئے ہوں گے' یہ ظاہر ہے کہ جب دل مسرور ہوگا تو چہرہ کھلا ہوا ہوگا' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں ہے کہ

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۳/۱۱۷) ابن ماجہ : کتاب الجنائز : باب ما جآء فی ذکر مرض رسول اللہ (۱۶۲۵) نسائی فی السنن الکبری (۷۱۰۰)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ]

[2] [سورة عبس : آیت ۳۸-۳۹]

نبی ﷺ کو جب کبھی کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ چمکنے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لمبی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس آئے چہرہ خوشی سے منور ہو رہا تھا اور مکھڑے مبارک کی رگیں چمک رہی تھیں' الخ۔[2] پھر فرماتا ہے ان کے صبر کے اجر میں انہیں رہنے سہنے کو وسیع جنت پاک زندگی اور پہننے اوڑھنے کو ریشمی لباس ملا' ابن عساکر میں ہے کہ ابو سلیمان درّانی کے سامنے اس سورت کی تلاوت ہوئی جب قاری نے اس آیت کو پڑھا تو آپ نے فرمایا انہوں نے دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ رکھا تھا پھر یہ اشعار پڑھے:

كَــمْ قَتِيْلٍ بِشَهْــوَةٍ وَاَسِــيْرٍ ۔۔۔ اُفٍّ مِّنْ مُّشْتَهٰى خِلَافَ الْجَمِيْلِ

شَهَــوَاتُ الاِنْسَــانِ تُــوْرِثُــهُ الــذُّلَّ ۔۔۔ وَتُــلْــقِيْــهِ فِــىْ الْبَلَاۤءِ الطَّــوِيْلِ

افسوس! شہوت نفس نے اور بھلائیوں کے خلاف برائیوں کی چاہت نے بہت سے گواہوں کا گلا گھونٹ دیا اور کئی ایک کو پابجولاں کر دیا' نفسانی خواہشیں ہی ہیں جو انسان کو بدترین ذلت و رسوائی اور بلا و مصیبت میں ڈال دیتی ہیں۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَاۤىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاۤءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں گے' نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں نہ جاڑے کی سختی ○ ان جنتوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے میوے دار گچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے ○ اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے ○ شیشے بھی چاندی کے جن کو ساقی نے اندازے سے ناپ رکھا ہے ○ اور انہیں وہاں جام پلائے جائیں گے جن کی ملونی زنجبیل کی ہوگی ○ جو جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام سلسبیل ہے ○ اور ان

---

[1] [صحیح: صحيح بخاری: كتاب المغازی: باب حديث كعب بن مالك (٤٤١٨) صحيح مسلم: كتاب التوبة: باب حديث توبة كعب بن مالك (٢٧٦٩) ترمذی (٣١٠٢)]

[2] [صحیح: صحيح بخاری: كتاب المناقب: باب صفة النبی (٣٥٥٥) صحيح مسلم: كتاب الرضاع: باب العمل بالحاق القائف الولد (١٤٥٩)]

کے اردگرد گھومتے پھرتے ہیں وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں' جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں ○ تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈال سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا ○ ان کے جسموں پر سبز مہین اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے' اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا' اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا ○ یہ ہے تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری کوششوں کی قدردانی ○

جنتیوں پر انعامات کا ذکر: اہل جنت کی نعمت' راحت' ان کے ملک ومال اور جاہ ومنال کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ بہ آرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع' مزین' جڑاؤ تختوں پر بے فکری سے تکئے لگائے سرور وراحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے ہوں گے' سورۂ "والصفات" کی تفسیر میں اس کی پوری شرح گزر چکی ہے' وہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ "اِتّکَآ" سے مراد لیٹنا ہے یا کہنیاں ٹکانا ہے یا چارزانوں بیٹھنا ہے یا کمر لگا کر ٹیک لگانا ہے' اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اَرَآئِك چھپر کھٹوں کو کہتے ہیں' پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاعوں سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گذریں بلکہ بہار کا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہتا ہے گرمی سردی کے جھمیلوں سے الگ ہیں' جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے چاہے لیٹے لیٹے توڑ کر کھالیں چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں چاہے کھڑے ہو کر لے لیں درختوں پر چڑھنے اور تکلیف کی کوئی حاجت نہیں سروں پر میوے دار گچھے اور لدے ہوئے لچھے لٹک رہے ہیں توڑا اور کھالیا اگر کھڑے ہیں تو میوے اتنے اونچے ہیں بیٹھے ہیں تو قدرے جھک گئے لیٹے تو اور قریب آ گئے' نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ نہ دوری کی سردردی ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے اس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں ڈالیاں لؤلؤ زبرجد اور یاقوت کی ہیں' ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں' جن کے توڑنے میں کوئی اور مشکل نہیں چاہو بیٹھے بیٹھے توڑ لو چاہو کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے۔

ایک طرف خوش خرام' خوش دل' خوبصورت' باادب' سلیقہ شعار' فرمانبردار خادم قسم قسم کے کھانے چاندی کی کشتیوں میں لگائے لئے کھڑے ہیں۔ دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لئے ساقیان مہوش اشارے کے منتظر ہیں' یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے' دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے' جنت کی تمام چیزوں کی یونہی سی برائے نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کے بلوریں گلاسوں کی کوئی نظیر نہیں ملتی' ہاں یہ یاد رہے کہ پہلے کے لفظ 'قَوَارِیْرَ' پر زبر تو اس لئے ہے کہ وہ کَانَ کی خبر ہے اور دوسرے پر زبر یا تو بدلیت کی بنا پر ہے یا تمیز کی بنا پر' پھر یہ جام نپے تلے ہوئے ہیں ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں اور ان کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں اور اپنے پینے والوں کے حسب خواہش طہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے۔

ان نایاب گلاسوں میں جو پاک خوش ذائقہ اور سرور والی ہے بے نشے کی شراب انہیں ملے گی وہ جنت کی نہر "سلسبیل" کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی' اوپر گزر چکا ہے کہ نہر کافور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے

گی تو مطلب یہ ہے کبھی اسی ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج پانی سے تاکہ اعتدال قائم رہے' یہ ابرار لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقربین خالص اس نہر کا شربت پئیں گے"سلسبیل"بقول عکرمہ رحمہ اللہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانگی سے لہریا چال بہہ رہا ہے' اس کا پانی بڑا ہلکا ہے' نہایت شیریں' خوش ذائقہ اور خوش بو ہے جو آسانی سے پیا جائے اور ہضم اور جزو بدن ہوتا رہے۔

ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نوخیز کم عمر لڑکے ان کی خدمت کیلئے کمر بستہ ہوں گے' یہ غلمان جنتی جس سن وسال میں ہوں گے اسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے' یہ نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جڑاؤ زیور پہنے بہ تعداد کثیر ادھر ادھر مختلف کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے جنہیں دوڑ بھاگ کر مستعدی اور چالاکی سے انجام دے رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا گویا سفید آب دار موتی ادھر ادھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں۔ حقیقت میں اس سے زیادہ اچھی تشبیہ ان کیلئے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال' خوش خصال بوٹے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف سجی پوشاکیں پہنے زیور میں لدے اپنے مالک کی فرمانبرداری میں دوڑتے بھاگتے ادھر ادھر پھرتے ایسے بھلے معلوم ہوں گے جیسے سجے سجائے پر تکلف فرش پر سفید چمکیلے سچے موتی ادھر ادھر لڑھک رہے ہوں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر ہر ایک جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو مختلف کام کاج میں لگے ہوئے ہوں گے۔

پھر فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی تم دیکھو گے کہ راحت وسرور' نعمت ونور سے چپہ چپہ معمور ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم میں سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جناب باری تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے' بلکہ اس سے بھی دس گنا زیادہ دیا[1] اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے وہ حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت وملک دو ہزار سال تک کا ہوگا ہر قریب وبعید چیز پر اس کی یکساں نظر یکساں نگاہیں ہوں گی[2] یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا پھر سمجھ لو کہ اولیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا؟ اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی (اے اللہ اے بغیر ہماری دعا اور عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے ہم بہ عاجزی والحاح تیری پاک جناب میں عرض گزار ہیں کہ تو ہمارے مشتاق دل کے ارمان پورے کر اور ہمیں بھی جنت الفردوس عنایت فرما۔ گو ایسے اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے کہ تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں' آمین۔ مترجم)

طبرانی میں ایک بہت ہی غریب حدیث میں وارد ہے کہ ایک حبشی دربار رسالت میں حاضر ہوا' آپ نے اسے فرمایا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٧١) صحیح مسلم : باب آخر اهل النار خروجا (١٨٦)]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة القیامه (٣٣٣٠) مسند احمد (٦٤/٢) مجمع الزوائد (٤٠١/١٠) مسند ابو یعلی (٥٧١٢) بیهقی فی البعث والنشور (٤٧٧)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ثویر بن ابی فاختہ راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : التقریب (٥٤)]

تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو جس بات کو سمجھنا ہو پوچھ لو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ صورت شکل رنگ روپ نبوۃ و رسالت میں آپ کو ہم پر فضلیت دی گئی ہے اب یہ تو فرمایئے کہ اگر میں بھی ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپ عمل کرتے ہیں اگر میں بھی اسی پر عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا کہ ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا پھر حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کیلئے اللہ کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص "سبحان الله وبحمده" کہے اس کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں تو ایک شخص نے کہا پھر یا رسول اللہ ﷺ ہم کیسے ہلاک ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ایک شخص اتنی نیکیاں لائے گا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو اس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو اللہ کی نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمت رب توجہ فرمائے اس وقت یہ سورت "(مُلْكًا كَبِيرًا)" تک اتری اسی حبشی نے کہا اے حضور ﷺ جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھیں کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں پس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے دفن کیا۔ [1]

پھر اہل جنت کے لباس کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ سبز ہرے رنگ کا مہین اور چمکدار ریشم ہوگا سندس اعلیٰ درجہ کا خالص نرم ریشم جو بدن سے لگا ہوا ہوگا اور ﴿إِسْتَبْرَقٌ﴾ عمدہ بیش بہا گراں قدر ریشم جس میں چمک دمک ہوگی جو اوپر پہنایا جائے گا ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھوں میں ہوں گے یہ لباس ابرار کا ہے اور مقربین خاص کے بارے میں اور جگہ ہے ﴿يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ [2] انہیں سونے کے کنگن ہیرے جڑے ہوئے پہنائے جائیں گے اور خالص نرم ریشمی لباس ہوگا ان ظاہری جسمانی استعمالی نعمتوں کے ساتھ ہی انہیں پر کیف بالذت سرور والی پاک اور پاک کرنے والی شراب پلائے جائے گی جو تمام ظاہری باطنی برائی دور کر دے حسد کینہ بد خلقی غصہ وغیرہ سب دور کر دے جیسے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اہل جنت جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو انہیں دو نہریں نظر آئیں گی اور انہیں از خود خیال پیدا ہوگا ایک کا وہ پانی پئیں گے تو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب دور ہو جائے گا دوسری میں غسل کریں گے جس سے چہرے ترو تازہ ہشاش بشاش ہو جائیں گے ظاہری اور باطنی خوبی دونوں انہیں بدرجہ کمال حاصل ہوں گی جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔

پھر ان سے ان کے دل خوش کرنے کو اور ان کی خوشی دو بالا کرنے کو بار بار کہا جائے گا تمہارے نیک اعمال کا

---

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (١٣٥٩٥) مجمع الزوائد (١٠/٣٥٦)] اس کی سند میں ایوب بن عتبہ راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [الحج : ٢٣]

بدلہ اور تمہاری بھلی کوششوں کی قدر دانی ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ [1] دنیا میں جو اعمال تم نے کئے ان کی نیک جزاء میں آج تم خوب لطیف ولذیذ و آرام واطمینان سے کھاتے پیتے رہو اور فرمان ہے: ﴿وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [2] یعنی منادی کئے جائیں گے کہ ان جنتوں کا وارث تمہیں تمہاری نیک کرداریوں کی بنا پر بنایا گیا ہے، یہاں بھی فرمایا ہے تمہاری سعی مشکور ہے تھوڑے عمل پر بہت اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کر دے۔ آمین۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَّحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

تحقیق ہم نے تجھ پر بتدریج قرآن نازل کیا○ پس تو اپنے رب کے حکم پر قائم رہ اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا کہا نہ مان○ اور اپنے رب کے نام کا صبح شام ذکر کیا کر○ اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدے کر اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کر○ بیشک یہ لوگ دنیا کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کو چھوڑے دیتے ہیں○ ہم نے ہی انہیں پیدا کیا اور ہم نے ان کے بندھن مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان کے عوض ان جیسے اوروں کو بدل لائیں○ یقیناً یہ تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی راہ لے لے○ اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے بیشک اللہ تعالیٰ دانا اور با حکمت ہے○ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے، اور دردناک عذاب کی تیاری تو صرف گنہگاروں کیلئے ہے○

محمد ﷺ کو انعام کی یاد دہانی اور صبر کی تلقین: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر جو خاص کرم کیا ہے اسے یاد دلاتا ہے کہ ہم نے تجھ پر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے یہ قرآن نازل فرمایا اب اس اکرام کے مقابلہ میں تمہیں بھی چاہئے کہ میری راہ میں صبر وضبط سے کام لو میری قضاء وقدر پر صابر شاکر رہو دیکھو تو سہی کہ میں اپنے حسن وتدبیر سے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں۔ ان کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا گو یہ تبلیغ سے روکیں لیکن تم نہ رکنا بلا روک و رعایت بغیر مایوسی اور تکان کے ہر وقت وعظ، نصیحت، ارشاد و تلقین سے غرض رکھو میری ذات پر بھروسہ رکھو میں تمہیں لوگوں کی ایذاء سے بچاؤں گا، تمہاری عصمت کا ذمہ دار میں ہوں، فاجر کہتے ہیں، بداعمال عاصی کو اور کفور کہتے ہیں

---

[1] [الحاقہ : ۲۴]　[2] [الاعراف : ۴۳]

دل کے منکر کو دن کے اول آخر کے حصے میں رب کا نام لیا کرو، راتوں کو تہجد کی نماز پڑھو اور دیر تک اللہ کی تسبیح کرو، جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ﴾ [1] الخ، رات کو تہجد پڑھو عنقریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود میں پہنچائے گا، سورۂ مزمل کے شروع میں فرمایا اے لحاف اوڑھنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑی رات، آدھی یا اس سے کچھ کم یا زیادہ اور قرآن کو ترتیل سے پڑھ۔ پھر کفار کو روکتا ہے کہ حُبِ دنیا میں پھنس کر آخرت کو ترک نہ کرو وہ بڑا بھاری دن ہے، اس فانی دنیا کے پیچھے پڑ کر اس خوفناک دن کی دشواریوں سے غافل ہو جانا عقلمندی کا نام نہیں، پھر فرماتا ہے سب کے خالق ہم ہیں۔ اور سب کی مضبوط پیدائش اور قوی اعضاء ہم نے ہی بنائے ہیں اور ہم بالکل ہی قادر ہیں کہ قیامت کے دن انہیں بدل کر نئی پیدائش میں پیدا کر دیں، یہاں ابتداء آفرینش کو اعادہ کی دلیل بنایا ہے، اور اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر ہم چاہیں اور جب چاہیں ہمیں قدرت حاصل ہے کہ انہیں فنا کر دیں انہیں مٹا دیں، اور ان جیسے دوسرے انسانوں کو ان کے قائم مقام کر دیں۔ جیسے اور جگہ ہے۔ ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ﴾ [2] الخ، اگر اللہ چاہے تو اے لوگو تم سب کو برباد کر دے اور دوسرے لے آئے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ہر آن قادر ہے، اور جگہ فرمایا اگر چاہے تمہیں فنا کر دے، اور نئی مخلوق لائے اللہ پر یہ گراں نہیں، پھر فرماتا ہے یہ سورت سراسر عبرت و نصیحت ہے، جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے اللہ سے ملنے کی راہ پر گامزن ہو جائے، جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَمَاذَا عَلَيْهِمْ﴾ [3] الخ، ان پر کیا بوجھ پڑ جاتا اگر یہ اللہ کو، قیامت کو مان لیتے۔

پھر فرمایا بات یہ ہے کہ جب تک اللہ نہ چاہے تمہیں ہدایت کی چاہت نصیب نہیں ہو سکتی، اللہ علیم و حکیم ہے مستحقین ہدایت کے لئے وہ ہدایت کی راہیں آسان کر دیتا ہے، اور ہدایت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے، اور جو اپنے آپ کو مستحق ضلالت بنا لیتا ہے اسے وہ ہدایت سے ہٹا دیتا ہے ہر کام میں اس کی حکمت بالغہ اور حجت تامہ ہے۔

جسے چاہے اپنی رحمت تلے لے لے اور راہ راست پر کھڑا کر دے، اور جسے چاہے بے راہ چلنے دے اور راہ راست نہ سمجھائے، اس کی ہدایت نہ تو کوئی کھو سکے نہ اس کی گمراہی کو کوئی راستی سے بدل سکے، اس کے عذاب ظالموں اور ناانصافوں سے ہی مخصوص ہیں۔

الحمد للہ سورۂ انسان کی تفسیر بھی ختم ہوئی، اللہ کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ المرسلات

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ کے ایک غار میں تھے جب یہ سورت اتری حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں آپ سے سن کر یاد کر رہا تھا کہ ناگہاں ہم پر ایک سانپ کودا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مارو، ہم گو جھپٹے لیکن وہ نکل گیا تو آپ نے فرمایا تمہاری سزا سے وہ بچ گیا جیسے تم اس کی برائی سے محفوظ رہے (بخاری و مسلم) [4] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ صاحبہ ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] [بنی اسرائیل : ۷۹] [2] [النسآء : ۱۳۳] [3] [النسآء : ۳۹]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب جزاء الصید : باب ما یقتل المحرم من الدواب (۱۸۳۰) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب قتل الحیات و غیرھا (۲۲۳۴) مسند احمد (۱/۴۲۸)]

مغرب کی نماز میں اس سورت کی قراءت کرتے ہوئے سنا ہے [1] دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے سن کر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا پیارے بچے! آج تو تم نے یاد دلا دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوئے آخری مرتبہ سنا ہے۔ (بخاری و مسلم و مسند احمد) [2]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ‏ ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ‏ ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ‏ ﴿۳﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ
فَرۡقًا ۙ‏ ﴿۴﴾ فَالۡمُلۡقِيٰتِ ذِكۡرًا ۙ‏ ﴿۵﴾ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ‏ ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ
لَوَاقِعٌ ؕ‏ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ۙ‏ ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ۙ‏ ﴿۹﴾ وَاِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ ۙ‏ ﴿۱۰﴾
وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ؕ‏ ﴿۱۱﴾ لِاَىِّ يَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ؕ‏ ﴿۱۲﴾ لِيَوۡمِ الۡفَصۡلِ ۚ‏ ﴿۱۳﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰكَ
مَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ؕ‏ ﴿۱۴﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ‏ ﴿۱۵﴾

معافی دینے والے اللہ کے نام سے شروع

دل خوش کن ہلکی ہواؤں کی قسم ○ پھر زور سے جھونکا دینے والیوں کی قسم ○ پھر ابر کو ابھار کر پراگندہ کرنیوالیوں کی قسم ○ پھر حق و باطل کو جدا جدا کر دینے والے ○ اور وحی لانے والے فرشتوں کی قسم ○ جو الزام اتارنے یا آگاہ کر دینے کو ہوتی ہے ○ کہ تم جس چیز کا وعدہ دیئے جاتے ہو وہ یقیناً ہونے والی ہے ○ پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں ○ اور جب آسمان توڑ پھوڑ دیا جائے گا ○ اور جب پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیئے جائیں ○ اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر لایا جائے گا ○ اس دن کیلئے (انہیں) ٹھہرایا گیا ہے؟ ○ فیصلے کے دن کیلئے ○ اور تجھے کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ ○ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ○

فرشتوں اور ہواؤں کی قسمیں: بعض بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ وغیرہ سے تو مروی ہے کہ مذکورہ بالا قسمیں ان اوصاف والے فرشتوں کی کھائی ہیں، بعض کہتے ہیں پہلے کی چار قسمیں تو ہواؤں کی ہیں اور پانچویں قسم

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۳۳۸/٦) نسائی : کتاب الافتتاح : باب القراءۃ فی المغرب بالمرسلات (۹۸۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲٦۸٦۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح نسائی] شیخ حسین سلیم اسد بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [التعلیق علی سنن الدارمی (۱۲۹٤)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب القراءۃ فی المغرب (۷٦۳) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب القراءۃ فی الصبح (٤٦۲) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ما جآء فی القراءۃ فی المغرب (۳۰۸) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا : باب القراءۃ فی صلاۃ المغرب (۸۳۱) نسائی : کتاب الافتتاح : باب القراءۃ فی المغرب بالمرسلات (۹۸٦) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب قدر القراءۃ فی المغرب (۸۱۰)]

فرشتوں کی ہے، بعض نے توقف کیا ہے کہ ﴿ وَالْمُرْسَلَاتِ ﴾ سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا ہوائیں ہیں' ہاں ﴿ وَالْعَاصِفَاتِ ﴾ میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد تو ہوائیں ہی ہیں' بعض ﴿ عَاصِفَاتِ ﴾ میں یہ فرماتے ہیں اور ﴿ نَاشِرَاتِ ﴾ میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے' یہ بھی مروی ہے کہ ﴿ نَاشِرَاتِ ﴾ سے مراد بارش ہے' بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ﴿ وَالْمُرْسَلَاتِ ﴾ سے مراد ہوائیں ہے' جیسے اور جگہ فرمان باری ہے ﴿ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ ﴾ [1] الخ' یعنی ہم نے ہوائیں چلائیں جو ابر کو بوجھل کرنے والی ہیں۔ اور جگہ ہے ﴿ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا ﴾ [2] الخ' اپنی رحمت سے بیشتر اس کی خوشخبری دینے والی ٹھنڈی ہوائیں وہ چلاتا ہے' ﴿ وَالْعَاصِفَاتِ ﴾ سے مراد ہوائیں ہیں' وہ نرم ہلکی اور بھینی بھینی ہوائیں تھیں یہ ذرا تیز جھونکوں والی اور آواز دینے والی ہوائیں ہیں ﴿ نَاشِرَاتِ ﴾ سے مراد بھی مراد ہوائیں ہیں جو بادلوں کو آسمان میں ہر چار سو پھیلا دیتی ہیں اور جدھر اللہ کا حکم ہوتا ہے انہیں لے جاتی ہیں' ﴿ فَارِقَاتِ ﴾ اور ﴿ مُلْقِيٰتِ ﴾ سے مراد البتہ فرشتے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسولوں پر وحی لے کر آتے ہیں جس سے حق و باطل' حلال و حرام میں' ضلالت و ہدایت میں امتیاز اور فرق ہو جاتا ہے تاکہ لوگوں کے عذر ختم ہو جائیں اور منکرین کو تنبیہ ہو جائے' ان قسموں کے بعد فرمان ہے کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جس دن تم سب کے سب اول آخر والے اپنی اپنی قبروں سے دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اپنے کرتوت کا پھل پاؤ گے نیکی کی جزا اور بدی کی سزا پاؤ گے' صور پھونک دیا جائے گا اور ایک چٹیل میدان میں تم سب جمع کر دیئے جاؤ گے یہ وعدہ یقیناً حق ہے اور ہو کر رہنے والا اور لازمی طور پر آنے والا ہے' اس دن ستاروں کا نور اور ان کی چمک دمک ماند پڑ جائے گی' جیسے فرمایا ﴿ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ﴾ [3] اور جگہ فرمایا ﴿ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴾ [4] ستارے بے نور ہو کر گر جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے یہاں تک کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ ﴾ [5] الخ' اور فرمایا ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ ﴾ [6] الخ' یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے' اور اس دن وہ چلنے لگیں گے بالکل نام و نشان مٹ جائے گا اور زمین ہموار بغیر اونچ نیچ کے رہ جائے گی' اور رسولوں کو جمع کیا جائے گا اس وقت مقررہ پر انہیں لایا جائے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ ﴾ [7] الخ' اس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے شہادتیں لے گا اور جگہ ہے ﴿ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ ﴾ [8] الخ' زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی نامہ اعمال دے دیئے جائیں گے نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کئے جائیں گے اور کسی پر ظلم نہ ہو گا' پھر فرماتا ہے کہ رسولوں کو ٹھہرایا گیا تھا اس لئے کہ قیامت کے دن فیصلے ہوں گے' جیسے فرمایا ﴿ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ ﴾ [9] الخ' یہ خیال نہ کر کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی

---

[1] [الحجر : ۲۲]　[2] [الاعراف : ۵۷]　[3] [التکویر : ۲]

[4] [الانفطار : ۲]　[5] [طہ : ۱۰۵۔۱۰۷]　[6] [الکہف : ۴۷]

[7] [المائدہ : ۱۰۹]　[8] [الزمر : ۶۹]　[9] [ابراھیم : ۴۷۔۴۸]

کرے گا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ بڑے غلبہ والا اور انتقام والا ہے' جس دن یہ زمین بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد وقہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے' اسی کو یہاں فیصلے کا دن کہا گیا' پھر اس دن کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے فرمایا میرے معلوم کرائے بغیر اے نبی ﷺ تم بھی اس دن کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے' اس دن ان جھٹلانے والوں کی سخت خرابی ہے' ایک غیر صحیح حدیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ [1]

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ
بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴿۲۰﴾
فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۙ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً
وَّاَمْوَاتًا ۙ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ؕ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾

کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ ○ پھر ہم ان کے بعد پچھلوں کو لائے ○ ہم گنہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں ○ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ویل ہے ○ کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے پیدا نہیں کیا؟ ○ پھر ہم نے مضبوط و محفوظ جگہ میں رکھا ○ ایک مقررہ وقت تک ○ پھر ہم نے اندازہ کیا اور ہم کتنا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے ○ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنائی؟ ○ زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی ○ اور ہم نے اس میں بلند و بھاری پہاڑ بنا دیئے اور تمہیں سیراب کرنے والا میٹھا پانی پلایا ○ اس روز جھوٹ جاننے والوں پر وائے اور افسوس ہے ○

پیغمبروں کی تکذیب کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوئے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے میرے رسولوں کی رسالت کو جھٹلایا میں نے انہیں نیست و نابود کر دیا پھر ان کے بعد اور بزرگ آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ہم نے بھی انہیں اسی طرح غارت کر دیا ہم مجرموں کی غفلت کا یہی بدلہ دیتے چلے آئے ہیں' اس دن ان جھٹلانے والوں کی درگت ہو گی' پھر اپنی مخلوق کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل پیش کرتا ہے کہ ہم نے اسے حقیر اور ذلیل قطرے سے پیدا کیا جو خالق کائنات کی قدرت کے سامنے ناچیز محض تھا' جیسے سورۂ یٰسین کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ اے ابن آدم! بھلا تو مجھے کیا عاجز کر سکے گا میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الانبیاء (٣١٦٤) مستدرك حاکم (٥٠٧/٢) صحیح ابن حبان (٦٤٦٧) مسند احمد (٧٥/٣) مسند ابویعلی (١٣٨٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (٢٢٩/٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

پیدا کیا ہے [1] پھر اس قطرے کو ہم نے رحم میں جمع کیا جو اس پانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اسے بڑھاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے مدت مقررہ تک وہ وہیں رہا یعنی چھ مہینے یا نو مہینے' ہمارے اس اندازے کو دیکھو کہ کس قدر صحیح اور بہترین ہے' پھر بھی اگر تم اس آنے والے دن کو نہ مانو گے تو یقین جانو کہ تمہیں قیامت کے دن بڑی حسرت اور سخت افسوس ہوگا۔

پھر فرمایا کیا ہم نے زمین کو یہ خدمت سپرد نہیں کی ؟ کہ وہ تمہیں زندگی میں بھی اپنی پیٹھ پر چلاتی رہے اور موت کے بعد بھی تمہیں اپنے پیٹ میں چھپا رکھے' پھر زمین کے نہ ہلنے جلنے کیلئے ہم نے مضبوط وزنی بلند پہاڑ اس میں گاڑ دیئے اور بادلوں سے برستا ہوا اور چشموں سے رستا ہوا ہلکا' زود ہضم' خوش گوار پانی ہم نے تمہیں پلایا' ان نعمتوں کے باوجود بھی اگر تم میری باتوں کو جھٹلاتے ہی رہے تو یاد رکھو وہ وقت آ رہا ہے جب حسرت و افسوس کرو گے اور کچھ کام نہ آئے۔

انْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع

اس دوزخ کی طرف جاؤ جسے تم جھٹلاتے رہے تھے ○ چلو تین شاخوں والے سائے کی طرف ○ جو دراصل نہ سایہ دینے والا ہے اور نہ شعلے سے بچا سکتا ہے ○ یقیناً دوزخ چنگاریاں پھینکتی ہے جو مثل قلعہ کے ہیں ○ گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں ○ آج ان جھوٹ جاننے والوں کی درگت ہے ○ آج کا دن وہ دن ہے کہ یہ بول بھی نہ سکیں گے ○ نہ انہیں عذر معذرت کی اجازت دی جائے گی ○ آج جھوٹا جاننے والوں کی خرابی ہے ○ یہ ہے فیصلے کا دن ہم نے تمہیں اور اگلوں کو سب کو جمع کر لیا ہے ○ پس اگر تم مجھ سے کوئی چال چل سکتے ہو تو چل لو ○ وائے ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے ○

جہنم کے شعلوں کی کیفیت: جو کفار قیامت کے دن' جزا سزا اور جنت دوزخ کو جھٹلاتے تھے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ لو جسے سچا نہ جانتے تھے وہ سزا اور وہ دوزخ یہ موجود ہے اس میں جاؤ' اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اونچے ہو ہو کر ان میں تین پھانکیں کھل جاتی ہیں' تین حصے ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی دھواں بھی اوپر کو چڑھتا ہے جس سے نیچے کی طرف چھاؤں پڑتی ہے' اور سایہ معلوم ہوتا ہے' لیکن فی الواقع نہ تو وہ سایہ ہے نہ آگ کی حرارت کو کم کرتا ہے یہ جہنم اتنی تیز و تند سخت اور بکثرت آگ والی ہے کہ اس کی چنگاریاں جو اڑتی ہیں وہ بھی مثل قلعہ کے اور تناور درخت

---

[1] [حسن: مسند احمد (٤/ ٢١٠) ابن ماجه: كتاب الوصايا: باب النهى عن الامساك فى الحياة و تبذير عند الموت (٢٧٠٧) تفسير ابن جرير الطبرى (١٢/ ٣٨٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

کے مضبوط لمبے چوڑے تنے کے ہیں' دیکھنے والے کو یہ لگتا ہے کہ گویا وہ سیاہ رنگ اونٹ ہیں یا کشتیوں کے رسے ہیں یا تانبے کے ٹکڑے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم جاڑے کے موسم میں تین تین ہاتھ کی یا کچھ زیادہ لمبی لکڑیاں لے کر انہیں بلند کر لیتے اسے ہم قصر کہا کرتے تھے' کشتی کی رسیاں جب اکٹھی ہو جاتی ہیں تو خاصی اونچی قد آدم کے برابر ہو جاتی ہیں' اسی کو یہاں مراد لیا گیا ہے' ان جھٹلانے والوں پر حسرت و افسوس ہے' آج نہ یہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر معذرت کرنے کی اجازت ملے گی کیونکہ ان پر حجت قائم ہو چکی اور ظالموں کی بات ثابت ہو گئی اب انہیں بولنے کی اجازت نہیں' یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں ان کا بولنا مکرنا چھپانا عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے' تو مطلب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے سے پہلے عذر معذرت وغیرہ پیش کریں گے جب سب توڑ دیا جائے گا اور دلیلیں پیش ہو جائیں گی تو اب بول چال عذر معذرت ختم ہو جائے گی' غرض میدان محشر کے مختلف مواقع اور لوگوں کی مختلف حالتیں ہیں کسی وقت یہ کسی وقت وہ' اسی لئے یہاں ہر کلام کے خاتمہ پر جھٹلانے والوں کی خرابی کی خبر دی جاتی ہے۔

پھر فرماتا ہے یہ فیصلے کا دن ہے اگلے پچھلے سب یہاں جمع ہیں اگر تم کسی چالاکی' مکاری' ہوشیاری اور فریب دہی سے میرے قبضے سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ پوری کوشش کر لو۔ یہ خیال فرمایئے کہ کس قدر دل ہلا دینے والا فقرہ ہے' پروردگار عالم خود قیامت کے دن ان منکروں سے فرمائے گا کہ اب خاموش کیوں ہو؟ وہ عیاری' چالاکی اور بے باکی کیا ہوئی؟ دیکھو میں نے تم سب کو ایک میدان میں حسب وعدہ جمع کر دیا آج اگر کسی حکمت سے مجھ سے چھوٹ سکتے ہو تو کمی نہ کرو' جیسے اور جگہ ہے ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [1] الخ' یعنی اے جن وانس کے گروہ! اگر تم زمین وآسمان کے کناروں سے باہر چلے جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ مگر اتنا سمجھ لو کہ بغیر قوت کے تم باہر نہیں جا سکتے اور وہ تم میں نہیں اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا﴾ [2] یعنی تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! نہ تو تمہیں نفع پہنچانے کا اختیار ہے نہ نقصان پہنچانے کا' نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو [3] حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس گیا دیکھا کہ وہاں حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں میں بھی بیٹھ گیا' میں نے سنا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک چٹیل میدان مین جمع کرے گا آواز دینے والا آواز دے کر سب کو ہوشیار کر دے گا' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کا دن فیصلوں کا دن ہے تم سب اگلے پچھلوں کو میں نے جمع کر دیا ہے' اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ کوئی دغا فریب مکر حیلہ کر سکتے ہو تو کر لو سنو! متکبر سرکش منکر اور جھٹلانے والا آج میری پکڑ سے بچ نہیں سکتا اور نہ کوئی نافرمان شیطان میرے عذابوں سے نجات پا سکتا ہے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لو! ایک حدیث میں بھی سنا دوں' اس دن جہنم اپنی گردن دراز

---

[1] [سورة الرحمن: آیت ۳۳]   [2] [سورة هود : آيت ٥٧]

[3] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب البر و والصلة : باب تحريم الظلم (٢٥٧٧)]

کر کے لوگوں کے بیچوں بیچ پہنچا کر بہ آواز بلند کہے گی اے لوگو! تین قسم کے لوگوں کو ابھی ہی پکڑ لینے کا مجھے حکم مل چکا ہے، میں انہیں خوب پہچانتی ہوں کوئی باپ اپنی اولاد کو اور کوئی بھائی اپنے بھائی کو اتنا نہ جانتا ہوگا جتنا میں انہیں پہچانتی ہوں، آج نہ تو وہ مجھ سے کہیں چھپ سکتے ہیں نہ کوئی انہیں چھپا سکتا ہے۔ ایک تو وہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو، دوسرے وہ جو منکر اور متکبر ہو اور تیسرے وہ جو نافرمان شیطان ہو، پھر وہ مڑ مڑ کر چن چن کر ان اوصاف کے لوگوں کو میدان محشر میں چھانٹ لے گی اور ایک ایک کو پکڑ کر نگل جائے گی اور حساب سے چالیس سال پہلے ہی یہ جہنم واصل ہو جائیں گے۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَىِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

بے شک پرہیز گار لوگ سایوں میں ہیں اور بہتے چشموں میں ○ اور ان میووں میں جن کی وہ خواہش کریں ○ کھاؤ پیو سہتا پچتا اپنے کیئے ہوئے اعمال کے بدلے ○ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ○ اس دن سچا نہ جاننے والوں کیلئے ویل ہے ○ (اے جھٹلانے والو تم دنیا میں) تھوڑا سا کھا لو برت لو بے شک تم گنہگار ہو ○ قیامت کے دن جھٹلانے والوں کیلئے سخت ہلاکت ہے ○ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ رکوع کر لو تو نہیں کرتے ○ اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے ○ اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ○

پرہیزگاروں کے لیے جنت کی نعمتیں: اوپر چونکہ بدکاروں کی سزاؤں کا بیان ہوا تھا یہاں نیک کاروں کی جزا کا بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ متقی پرہیزگار تھے اللہ کے عبادت گزار تھے فرائض اور واجبات کے پابند تھے۔ اللہ کی نافرمانیوں سے، حرام کاریوں سے بچتے تھے وہ قیامت کے دن جنتوں میں ہوں گے، جہاں قسم قسم کی نہریں چل رہی ہیں۔ گنہگار سیاہ بدبودار دھوئیں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔ اور یہ نیک کردار جنتوں کے گھنے ٹھنڈے اور کیف سایوں میں بآرام تمام لیٹے بیٹھے ہوں گے۔ سامنے صاف شفاف چشمے اپنی پوری روانی سے جاری ہیں۔ قسم قسم کے پھل میوے اور ترکاریاں موجود ہیں، جسے جب جی چاہے کھائیں، نہ روک ٹوک ہے نہ کمی اور نقصان کا اندیشہ ہے، نہ فنا ہونے اور ختم ہونے کا خدشہ ہے، پھر حوصلہ بڑھانے اور دل میں خوشی دوبالا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار فرمایا جاتا ہے کہ اے میرے پیارے بندو! تم بخوشی بافراغت لذیذ پرکیف طعام کھاؤ پیو، ہم ہر نیک کار، پرہیزگار، مخلص انسان کو اسی طرح بھلا بدلہ اور نیک جزا دیتے ہیں۔ ہاں جھٹلانے والوں کی تو آج بڑی خرابی ہے ان جھٹلانے والوں کو دھمکایا جاتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو تم کچھ کھا پی لو، برت لو، فائدہ اٹھا لو عنقریب یہ فنا ہو جائیں گی اور تم

بھی موت کے گھاٹ اترو گے۔ پھر تمہارا نتیجہ جہنم ہی ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا۔ تمہاری بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی سزا ہمارے پاس تیار ہے کوئی مجرم ہماری نگاہ سے باہر نہیں، قیامت کو ہمارے نبی ﷺ کو ہماری وحی کو نہ ماننے والا اسے جھوٹا جاننے والا قیامت کے دن سخت نقصان میں اور پورے خسارے میں ہوگا۔ اس کی سخت خرابی ہے۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ (١) دنیا میں ہم انہیں تھوڑا سا فائدہ پہنچا دیں گے پھر تو ہم انہیں سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے اور جگہ فرمان ہے ﴿قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ○ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ (٢) یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ دنیا میں یونہی سا فائدہ اٹھا لیں پھر ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہے، ہم انہیں ان کے کفر کی سزا میں سخت تر عذاب چکھائیں گے۔

پھر فرمایا کہ ان نادان منکروں کو جب کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کے سامنے جھک تو لو جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لو تو ان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا، اس سے بھی جی چراتے ہیں بلکہ اسے حقارت سے دیکھتے ہیں اور تکبر کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں۔

ان کیلئے جو جھٹلانے میں عمریں گزار دیتے ہیں قیامت کے دن بڑی مصیبت ہوگی۔

پھر فرمایا جب یہ لوگ اس پاک کلام مجید پر بھی ایمان نہیں لاتے تو پھر کس کلام کو مانیں گے؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ﴾ (٣) یعنی اللہ تعالیٰ پر اور اس کی آیتوں پر جب یہ ایمان نہ لائے تو اب کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ابن ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جو شخص اس سورت کی اس آیت کو پڑھے اسے اس کے جواب میں ﴿آمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِمَا أَنْزَلَ﴾ (٤) کہنا چاہئے۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لایا۔ یہ حدیث سورۂ قیامہ کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے، سورۂ والمرسلات کی تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ انتیسویں پارے کی تفسیر بھی پوری ہوئی۔ یہ محض اسی کا فضل و کرم اور لطف و رحم ہے۔ فالحمد للہ۔

---

(١) [لقمان : ٢٤] (٢) [یونس : ٧٠] (٣) [الجاثیہ : ٦]

(٤) **[ضعيف**: مسند احمد (٧٧/٩) ابو داؤد : كتاب الصلوة : باب مقدار الركوع والسجود (٨٨٧) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة التين (٣٣٤٧) السنن الصغير للبيهقي (٣٢٤) وفی شعيب الايمان (٢٠٩٧) شرح السنة للبغوی (٤٥٢/١) مسند ابو عوانة (٨٠/١) مسند حميدی (٩٩٥)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں تابعی مجہول ہے۔ [اتحاف الخيرة المهرة (٢٩٦/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود (١٨٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٧٣٩١)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]